[illegible]

maablib.org

کتابخانه وقف منصفیه سیرالیه

ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

الشمس

1910

جلد ۱۲	مقاصد و قواعد الشمس	نمبر ۱،۲،۳

(۱) محض ترویج دین حق کے لئے یہ رسالہ شایع کیا گیا ہے۔

(۲) پہلا کام اسکا یہ ہے کہ لکھنؤ سے جو اخبار بمخالفت شیعہ شایع ہو رہا ہے جس میں خاص طور پر کتاب ستقصاب استقصا الافحام کا نام لیا جاتا ہے۔ اوس کا جواب۔

(۳) آیات بینات حصہ فدک کی جواب جسپر سنیوں کو بڑا ناز تھا اس کے دو حصے شایع ہو چکے تیسرا حصہ زیر اشاعت ہے۔

(۴) اس سال سے مراۃ شیعہ کا دوسرا حصہ بھی شایع ہوتا ہے

(۵) دنیا میں اگر مہذب مناظرہ کا وجود ہے تو صرف اسی الشمس میں جس میں سنی۔ آریہ مرزائی سب کے ساتھ نہایت مہذبانہ تقریر کی جاتی ہے۔

(۶) حجم اس رسالہ کا معمولاً ۴۸ صفحہ ہوتا ہے۔

(۷) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱۲ عہ

(۸) مراسلات میں نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے۔

(۹) نامہ نگار اسکے صرف وہی علما ہو سکتے ہیں جو کسی کتاب کا خاص طور پر جواب لکھیں۔

(۱۰) جملہ مراسلات بنام منیجر ہونا چاہیے نام کی ضرورت نہیں۔

(نوٹ) الشمس محض فن مناظرہ میں ہے لہذا اس کی امداد زیادہ تر کتابوں کے ذریعے ہونی چاہیے (۲) پانچ خریدار دینے پر ایک سال تک الشمس مفت جاری رہیگا۔ (۳) دس خریدار دینے والے کو اصلاح و الشمس دونوں مفت ملیگا۔

اڈیٹر رسالہ ہذا | مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن | محمد حیدر

سے فقیر حسین سے شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۱-۲-۳ | بابت ماہ محرم صفر ربیع الاول ۱۳۳۵ھ | جلد ۱۲

الحمد للہ ثم الحمد للہ

ببرکت غم جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء الشمس کا بارہواں دورہ شروع ہوتا ہے جس سے ہمارے اثنا عشریت اور بھی نمایاں ہوتی ہے۔ اس سال کے عوائق و موانع ۱۰-۱۱-۱۲ جلد ۱۱ میں عرض کر چکا ہوں لہذا اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں مگر اب مستقل طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ اس سال الشمس کی اشاعت سہ ماہی ہوگی کیونکہ ماہ جمادی الاولے میں پھر تین نمبر حاضر ہوتے ہیں ماہ رجب تک تین نمبر اور شایع ہونگے جس کے بعد ہر سہ ماہی پر تین نمبر یکجائی چھپینگے۔

یہ نمبر عام طور سے خریداروں کے نام وی پی روانہ ہو رہا ہے دیکھیں قوم اس کے قدردانی میں کس قدر حصہ لیتی ہے کیونکہ وجود اصلاح و الشمس دونوں اسی وی پی کے وصولی پر منحصر ہے کاغذ اسی آمدنی سے منگایا جائیگا

ترتیب مضامین وہی ہے جو پہلے تھا پہلے مودۃ القربیٰ ہوگا جو الشمس ۲-۳ ج ۱۱ سے شایع ہو رہا ہے ابھی تک تو ترجمہ صواعق محرقہ تھا جس سے زیادہ لطف نہ آتا ہوگا مگر اس نمبر سے اصل جواب انجم شروع کیا گیا ہے جس سے امید ہو کہ پورا لطف آئیگا کیونکہ یہ وہ مضمون ہے جس پر آجتک ایسی محققانہ بحث نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا مضمون کشف الظلمات حصہ چہارم شروع کیا جاتا ہے جس سے بحث فدک انشاء اللہ مکمل ہو جائیگی کیونکہ غصب فدک کا دو حصہ ہے ایک دعویٰ فدک بحیثیت میراث دوسرے بحیثیت ہبہ۔ میراث کی بحث حصہ سوم میں تمام ہو چکی ہبہ کی بحث حصہ چہارم سے شروع کیجاتی ہے جو غالباً جدت سے خالی نہ ہو کیونکہ مولوی مہدی علیخان صاحب نے آیات بینات میں اس کی کوشش کی ہے کہ روایت ہبہ کو موضوع قرار دیں۔

تیسرا مضمون وہی اسرار شیعہ کا ہے جسکا سلسلہ ۱۱ سے شروع ہے اس جلد میں انشاء اللہ تمام کر دیا جائیگا

شکریہ وصولی چندہ پیشگی سنہ ۱۳۳۵ھ ج ۱۲ میں ۲۱ چندوں کی وصولی عرض کر چکے ہیں اور دیگر

حسب ذیل چندہ بذریعہ منی آرڈر وصول ہوا

(۲۲) جناب ڈاکٹر میر رحیم حسین صاحب (۲۳) جناب سید زین العباد صاحب رئیس محمدآباد (۲۴) جناب سید منظور حسین صاحب نزہت ضلع جھانسی (۲۵) جناب سید شاہ صاحب گرداور قانونگوئے (۲۶) جناب شیخ برکت علی صاحب بھوپالی (۲۷) جناب مولوی محمد خلیل صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ (۲۸) جناب مولوی سید محمد زکی صاحب شید — یہ چندہ ۳۰ نومبر کو بذریعہ منی آرڈر وصول ہوا مگر غلطی سے ۲۹ میں درج نہ ہوا (۲۹) جناب منشی حسین محمد صاحب مختار باندہ (۳۰) جناب سید جعفر حسین صاحب رئیس ہاپور ضلع میرٹھ مع اصلاح (۳۱) جناب مولوی سید امام حسین صاحب تعلقدار (۳۲) جناب مولوی غلام حسین صاحب منشی فاضل نصیرآباد (۳۳) جناب سید محمد سعید صاحب سب رجسٹرار کجوہ فتحپور ہنسوہ (۳۴) جناب میر یوسف حسین صاحب وکیل نیمکٹنڈہ (?) (۳۵) - جناب سید تجمل حسین صاحب تاجر چرم اعظم گڈھ۔

تصحیح غلطی جناب منشی شریف حسین صاحب کے عوض کاتب کی غلطی سے سید الطاف حسین [illegible] لکھ گیا۔ درست کریں۔ **شکریہ معاونین** حسب ذیل حضرات نے اس سال میں خریداری منظور فرمائی جزاہم اللہ خیرا

(۱) جناب سید اکبر علی شاہ صاحب بذریعہ سید شبیر حسین صاحب (۲) جناب غلام رسول خانصاحب لاہور بذریعہ جناب امداد حسین صاحب (۳) جناب سید اصغر عباس صاحب رئیس بذریعہ جناب قاسم عباس صاحب (۴) جناب محمد حسین صاحب ولد حاجی حسن علی صاحب بمبئی خود (۵) جناب حکیم آقا علی صاحب ریاست [illegible] خود

غرض اس **شکریہ** اور رسید کی یہ ہے کہ مومنین کو معلوم ہو الشمس جسکا انتظام ناقص ہے اشاعت کا عنوان حسب مراد نہیں ہے مگر جو حضرات اس کے ناظر ہیں وہ ایسے قدردان ہیں کہ چندہ بھی پیشگی از خود بلا طلب بھیجتے ہیں اور خریدار بھی دیتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ رسالہ کیسی تحقیقات و مطالب عالیہ کا حامل ہے کہ قوم اس قدر اس کی قدردان ہے مگر ہاں یہ امر نہایت دل شکن ہے کہ اسکی اشاعت بارہ سال میں بھی پانچ سو نہیں ہوئی بلکہ کل ۳۶۵ پرچہ روانہ ہوتا ہے جس میں مفت بھی ہے تبادلہ بھی ہے۔

سب سے زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ حضرات علما کو بھی اسکا خیال نہیں کہ اسکی اشاعت میں ترقی دیں حالانکہ یہی وہ رسالہ ہے جو مذہب و ملت سے اثبات حق کر رہا ہے اور آجتک وہ کام کیا جو کسی سے نہ ہوسکا کیونکہ ہمارے علم کلام کی انتہائی کتاب استقصاء الافحام عبقات الانوار تک ہے اور جو اعتراض کرے اسکا دفع بھی الشمس ہے پھر اگر اسکی قدردانی نہ کی گئی تو کیونکر یہ رسالہ زندہ رہ سکتا ہے لیکن ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں قوم اپنے فرض کو دیکھے وما علینا الا البلاغ والسلام علیکم جمیعا

۱۶ تا ۱۸ کا بھی یہی مضمون ہو گویا خلاف سو (۱۹) ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عباس کا گذر ہوتا عمر و عثمان پر اور وہ دونوں سوار ہوتے تو تعظیم عم رسول کیلئے سواری سے اوتر پڑتے۔ (۲۰) بھی یہی مضمون ہو (۲۱) عمر نے جب لوگونکا فریضہ مقرر کرنا چاہا تو لوگوں نے کہا پہلے انہیں سے شروع کرو

بقیہ حاشیہ ص۱۸ قدح کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ صحیح ترمذی میں بھی یہی روایت موجود ہی) اور دوسری خبر ضعیف میں ہو کہ حضرت نے فرمایا ہم اہلبیت کی مودت لازم پکڑو کہ جو شخص ہم لوگونکو دوست رکھتا ہو خدا سے ملاقات کریگا وہ ہم لوگوں کے شفاعت سے داخل جنت ہوگا اور کسی شخص کو اوسکا عمل نفع نہ دیگا۔ جب تک ہمارے حق کی معرفت نہ حاصل کرے اور اسی کے موافق ہو قول کعب الاحبار اور عمر بن عبدالعزیز کہ اہلبیت رسول میں سے ہر شخص کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہو۔

ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہماری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا وہ یا منافق ہو یا ولدالزنا یا اوسکی ماں حیض میں حاملہ ہوئی۔

ان روایات سے بخوبی معلوم ہوا کہ اصحاب میں عموماً اور قریش میں خصوصاً بہت سے لوگ دشمن اہلبیت طاہرین تھے جو ان لوگوں کو دیکھکر اپنی بات چیت کاٹ دیتے پھر نہ معلوم مولف نے یہ دعوی کیونکر کیا کہ تمامی صحابہ حضرت عباس کو مقدم سمجھتے اور مشورہ لیتے حالانکہ اونکا یہ حال تھا جس میں سب سے زیادہ ممتاز شیخین تھے ۱۲ منہ

بقیہ عبارت صواعق محرقہ ص۱۰۶ سطر ۱۹ مودۃ القربیٰ ملاحظہ ہو۔

(واخرج) الدارقطنی ان الحسن جاء لابی بکر رضی اللہ عنہما وھو علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انزل عن مجلس ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ وبکی فقال علی رضی اللہ عنہ اما واللہ ماکان عن رایی فقال صدقت واللہ ما اتہمتک فانظر لعظم محبۃ ابی بکر وتعظیمہ وتوقیرہ للحسین عن ذلک مع عمر وھو علی المنبر فقال لہ منبر ابیک واللہ لا منبر ابی فقال علی واللہ ما امرت بذلک فقال عمر واللہ ما اتہمناک زاد ابن سعد انہ اخذہ فاقعدہ الی جنبہ وقال ھل انبت الشعر علی رؤسنا الا ابوک ای ان الرفعۃ ما نلناھا الا بہ (واخرج) العسکری عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد اذا اقبل علی معلم

عمر الحسن حسنا اجلسه علی [illegible] ودفع

تو وفضل نے انکار کیا اور کہا جو رسول اللہ سے اقرب ہو اوس سے شروع کرتے ہیں چنانچہ عمر کے
قبیلہ کا نام پانچویں نمبر میں آیا اور حسنین علیہم السلام کا اوسی قدر حصہ مقرر کیا جو جناب امیر کا حصہ تھا
اسی لیئے ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر ان دونوں کو دوست رکھتے تھے کیونکہ حصہ اون کو زیادہ دیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ ثم وقف ینظر موضعا یجلس فیہ فنظر صلی اللہ علیہ وسلم فی وجوہ
الصحابۃ ایہم یوسع لہ وکان ابوبکر رضی اللہ عنہ عن یمینہ فتزحزح لہ من مجلسہ
وقال ہہنا یا اباحسن فجلس بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین ابی بکر فعرف السرور
فی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا ابابکر انما یعرف الفضل لاہل الفضل ذووالفضل
واخرج ابن شاذان من عائشۃ ان ابابکر فعل نظیر ذلک مع العباس ایضا فقال لہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد اخرج البغوی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا لقد رایت
من تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمہ العباس امرا عجیبا (واخرج) الدارقطنی
انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا جلس جلس ابوبکر عن یمینہ وعمر عن یسارہ وعثمان بین
یدیہ وکان کاتب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاء العباس بن عبد المطلب
تنحی ابوبکر وجلس العباس مکانہ (واخرج) ابن عبد البر ان الصحابۃ کانوا یعرفون
للعباس فضلہ فیقدمونہ ویشاورونہ ویاخذون برایہ رضی اللہ عنہم وکان
ابوبکر یکثر النظر الی وجہ علی فسالتہ عائشۃ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
بعد وفاتہ بستۃ ایام قال علی تقدم یا خلیفۃ رسول اللہ فقال ابوبکر ما کنت
لا تقدم رجلا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فیہ علی منی کمنزلتی من
ربی اخرجہ ابن السمان (واخرج) الدارقطنی عن الشعبی قال بینما ابوبکر جالس
اذ طلع علی فلما راہ قال من سرہ ان ینظر الی اعظم الناس منزلۃ واقربہم قرابۃ
وافضلہم حالۃ واعظمہم حقا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلینظر الی ہذا
الطالع (واخرج) ان عمر رای رجلا یقع فی علی فقال ویحک العرف علیا ہذا
ابن عمہ واشار الی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اذیت الا ہذا فی قبرہ
وفی روایۃ فانک ان ابغضتہ اذیت ہذا فی قبرہ وسندہ ضعیف (واخرج)

ع وذلک وقت سمی فی ذلک ... صلی اللہ علیہ وسلم
ع یقول النظر الی وجہ علی عبادۃ ... عن ... حدیث حسن ... جاء ابوبکر وعلی لزیارۃ قبر ...

اپنے فرزندوں سے

(۲۲) عمر نے جناب سیدہ سے کہا کہ بعد رسول آپ سے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہیں ہے۔

(۲۳) ایک دفعہ عمر نے دریافت کیا تو معلوم ہوا جناب امیر اتنی زمین پر ہیں عمر وہیں گئے تو دیکھا

بقیہ حاشیہ ص۲۳ واخرج ایضا عن ابن المسیب قال قال عمر رضی اللہ عنہ تحببوا الی
الی الاشراف وتوددوا واتقوا علی اعراضکم من السفلۃ واعلموا انہ لا
یتم شرف الا بولایۃ علی رضی اللہ عنہ (واخرج[15]) البخاری ان عمر بن الخطاب کان
اذا قحطوا استسقی بالعباس وقال اللہم انا کنا نتوسل الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اذا قحطنا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون وفی تاریخ دمشق ان
الناس کرروا الاستسقاء عام الرمادۃ سنۃ سبع عشرۃ من الہجرۃ فلم یسقوا فقال
عمر لاستسقین غدا بمن یسقینی اللہ بہ فلما اصبح غدا للعباس فدق علیہ الباب
فقال من قال عمر قال ما حاجتک قال اخرج حتی نستسقی اللہ بک قال اقعد فارسل الی
بنی ہاشم ان تطہروا والبسوا من صالح ثیابکم فاتوہ فاخرج طیبا فطیبہم ثم خرج علی
امامہ بین یدیہ والحسن عن یمینہ والحسین عن یسارہ وبنو ہاشم خلف ظہرہ فقال یا
عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتی المصلی فوقف فحمد اللہ واثنی علیہ وقال اللہم انک
خلقتنا ولم تؤامرنا وعلمت ما نحن عاملون قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک فینا
عن رزقنا اللہم فکما تفضلت فی اولہ تفضل علینا فی آخرہ قال جابر فما برحنا حتی
سحت السماء علینا سحا فما وصلنا الی منازلنا الا خوضا فقال العباس انا المسقی
ابن المسقی ابن المسقی ابن المسقی خمس مرات اشار الی ان اباہ عبد المطلب
استسقی خمس مرات فسقی (واخرج[16]) الحاکم ان عمر لما استسقی بالعباس خطب
فقال یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یری للعباس ما یری
الولد لوالدہ فیعظمہ ویفخمہ ویبر قسمہ فاقتدوا ایہا الناس برسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی عمہ العباس فاتخذوہ وسیلۃ الی اللہ عز وجل فیما نزل بکم (واخرج[17])
ابن عبد البر من وجوہ انہ لما استسقی بہ قال اللہم انا نتقرب الیک بعم نبیک

کہ کچھ کام کرتے ہیں یہ لوگ بھی کام کرنے لگے پھر کچھ بات چیت کرنے لگے جناب امیر نے فرمایا
کہ اگر کوئی شخص قوم بنی اسرائیل سے آئے اور کہے کہ ہم حضرت موسیٰ کے ابن عم ہیں تو کیا تمہارے
نزدیک اسکو کچھ فضیلت ہوگی عمر نے کہا ضرور تو جناب امیر نے فرمایا قسم بخدا ہم برادر رسول اللہ

نبیہ حاشیہ [illegible] ونستشفع به فاحفظ فیه نبیک کما حفظت الغلامین بصلاح
ابیهما واتیناک مستغفرین ومستشفعین الخبر وفی روایة لابن قتیبة اللهم
انا نتقرب الیک بعم نبیک وبقیة آبائه وکثرة رجاله فانک تقول وقولک الحق واما
الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحته کنز لهما وکان ابوهما صالحا
فحفظتهما لصلاح ابیهما فاحفظ اللهم نبیک فی عمه فقد دلونا به الیک مستشفعین -
(واخرج) ابن سعد ان کعبا قال لعمر ان بنی اسرائیل کانوا اذا اصابتهم سنة استسقوا
بعصبة نبیهم فقال عمر هذا العباس انطلقوا بنا الیه فاتاه فقال یا ابا الفضل ما تری
ما الناس فیه واخذ بیده واجلسه معه علی المنبر وقال اللهم انا قد توجهنا الیک بعم
نبیک ثم دعا العباس واخرج ابن عبد البر ان العباس لم یمر بعمر وعثمان رضی الله عنهم
راکبین الا نزلا حتی یجوز اجلالا لعم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یمشی وهما راکبان
(واخرج) الزبیر بن بکار عن ابن شهاب ان ابا بکر وعمر زمن ولایتهما کان لا یلقاه
واحد منهما راکبا الا نزل وقاد دابته ومشی معه حتی یبلغ منزله او مجلسه
فیفارقه (واخرج) ابن ابی الدنیا ان عمر لما اراد ان یفرض للناس قالوا له ابدأ
بنفسک فابی وبدأ بالاقرب فالاقرب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یأت
قبیلة الا بعد خمس قبائل وفرض للبدریین خمسة آلاف ولمن ساواهم اسلاما
ولم یشهد بدرا خمسة آلاف وللعباس اثنی عشر الفا وللحسنین کابیهما ومن ثم
قال ابن عباس انه کان [illegible] الامة فضلهما فی العطاء علی اولاده (واخرج)
الدارقطنی انه قال لفاطمة ما من الخلق احد احب الینا من ابیک ثم ما من احد
احب الینا منک بعد ابیک (واخرج) ایضا ان عمر سال عن علی فقیل له ذهب
الی ارضه فقال اذهبوا بنا الیه فوجده یعمل فعملوا معه ساعة ثم جلسوا یتحدثون

اور ابن عمر آپ کے بیٹے عمر اس کلام سے کانپ اٹھے اور اپنی ردا بچھا کر کہا اے حق سو آپ اور
کسی چیز پر نہیں بیٹھ سکتے جناب امیر اس پر بیٹھے یہاں تک کہ سب جدا ہوئے جناب امیر نے
اس غرض سے یہ کہا کہ لوگوں کو معلوم ہو عمر خلیفہ ہو کر جو یہاں آئے تو اسوجہ سے کہ قرابت رسول

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ فقال له علي يا امير المؤمنين ارأيت لو جاءك قوم من بني
اسرائيل فقال لك احدهم انا ابن عم موسى صلى الله عليه وسلم اكانت له عندك اثرة
على اصحابه قال نعم قال فانا والله اخو رسول الله صلى الله عليه وسلم وابن عمه قال فنزع
عمر رداءه فبسطه فقال لا والله لا يكون لك مجلس غيره حتى نفترق فلم يزل جالسا
عليه حتى تفرقوا فذكر علي له ذلك اعلاما بان ما فعله معه من تحبيبه اليه وعمله
معه في ارضه وهو امير المؤمنين انما هو لقرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم
فزاد عمر في اكرامه واجلسه على ردائه (واخرج) ايضا ان عمر سال عليا عن شيء
فاجابه فقال له عمر اعوذ بالله ان اعيش في قوم لست فيهم يا ابا الحسن (واخرج)
ايضا ان الحسن استاذن على عمر فلم ياذن له فجاء عبد الله بن عمر فلم ياذن له
فمضى الحسن فقال عمر علي به فجاء فقال يا امير المؤمنين قلت ان لم يؤذن لعبد الله
لا يؤذن لي فقال انت احق بالاذن منه وهل انبت الشعر في الراس بعد الله
الا انتم وفي رواية له اذا جئت فلا تستاذن (واخرج) ايضا انه جاء اعرابيان
يختصمان فاذن لعلي في القضاء بينهما فقضى فقال احدهما هذا يقضي بيننا فوثب
اليه عمر واخذ بتلبيبه وقال ويحك ما تدري من هذا هذا مولاك ومولى كل
مومن ومن لم يكن مولاه فليس بمومن (واخرج) احمد ان رجلا سال معاويه
عن مسئلة فقال اسئل عنها عليا فهو اعلم فقال يا امير المومنين جوابك فيها احب
الي من جواب علي فقال بئسما قلت لقد كرهت رجلا كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يغره بالعلم غرا ولقد قال له انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي
بعدي وكان عمر اذا اشكل عليه شيء اخذ منه واخرجه آخرون بنحوه لكن زاد بعضهم
قال قم لا اقام الله رجليك ومحا اسمه من الديوان ولقد كان عمر يسأله ويأخذ عنه

کی تعظیم ہو اسی لئے عمر نے اوسپر اور یہ اضافہ کیا کہ اپنی داہنی کر ادپر جناب امیر کو بٹھلایا۔

(۲۴) یہ بھی روایت ہے کہ عمر نے جناب امیر سے کچھ سوال کیا اور حضرت نے قبول فرمایا تو اوسپر عمر نے کہا خدا سے مانگتا ہوں کہ میں ایسے قوم میں رہوں جس میں تم نہ ہو اے ابوالحسن۔

(۲۵) ایک دفعہ جناب امام حسن عمر کے ہاں آئے مگر اندر آنیکی اجازت نہ لی اتنے میں ابن عمر کو

بقیہ حاشیہ ص۳۷ ولقد شهد ندا نوا التسكل عليه شيئى نال ههنا على وصلى زيد بن ثابت على جنازة امه كما قال ابن عبد البر فقربت له بغلته ليركب فاخذ ابن عباس بركابه فقال خل عنك يا ابن عم رسول الله فقال ابن عباس هكذا امرنا ان نفعل بالعلماء لانه كان ياخذ عنه العلم فقبل زيد يده وقال هكذا امرنا ان نفعل باهلبيت نبينا صلى الله عليه وسلم وصح عنه انه كان ياتي ابيت بعض الصحابة لياخذ عنه الحديث فيجده قائلا فيتوسد رداءه على بابه فتسفي الريح التراب على وجهه فاذا خرج وراه قال يا ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما جاء بك الا ارسلت الى فاتيك فيقول لا انا احق ان اتيك وحج ابن عباس مع معاويه رضى الله عنهم وكان لمعاويه موكب ولابن عباس موكب ممن يطلب العلم وقال عمر بن عبد العزيز لعبد الله بن حسن بن حسن اذا كانت لك حاجة فاكتب لى بها فانى استحيى من الله ان يراك على بابى ولما دخلت عليه فاطمة بنت على وهو امير المدينة اخرج من عنده وقال لها ما على ظهر الارض اهلبيت احب الى منكم ولانتم احب الى من اهلبيتى وقال ابوبكر بن عياش كما فى الشفاء لو اتانى ابوبكر وعمر وعلى رضى الله عنهم لبدات بحاجة على قبلهما لقرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولان اخر من السماء الى الارض احب الى من ان اقدمهما عليه ولما ضرب جعفر بن سليمان العباسى والى المدينة مالكا رضى الله عنه ونال منه وحمل مغشيا عليه وافاق قال اشهدكم انى جعلت ضاربى فى حل ثم سئل فقال خفت ان اموت والقى النبى صلى الله عليه وسلم واستحيى منه ان يدخل بعض اله النار بسببى ولما قدم المنصور المدينة اراد اقادته من جعفر فقال اعوذ بالله والله ما ارتفع منه سوط الا وقد جعلته فى حل لقرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم وحمل عبد الله بن حسن المثنى

اذن کو بھی اجازت دملی تو جناب امام حسن تشریف لے گئے عمر نے بلوا بھیجا اور پوچھا حضرت نے
فرمایا ہمنے دیکھا کہ ابن عمر کو اجازت نہیں ملی تو ہم سمجھے کہ ہمکو بھی اجازت نہ ملیگی عمر نے کہا آپ
اوس سے زیادہ مستحق اذن ہیں اور ہمارے سر پر بال جس قدر ہیں بعد خدا کے بعد آپ ہی لوگونکے
بدولت دوسرے روایت میں ہے کہ کہا آپ بلا اذن چلے آیا کیجیے۔

(۲۶) ایک دفعہ دو اعرابی لڑتے ہوئے آئے عمر نے جناب امیر کے حوالہ کیا کہ فیصلہ کر دیجیے ایک اعرابی
نے کہا یہ کیا فیصلہ کرینگے اس پر عمر اوچھل پڑے اور اوسکا ٹینٹوا دبایا اور کہا وائے ہو تجھ پر
نہیں جانتا یہ کون ہیں ہذا مولاک ومولی کل مومن ومن لم یکن مولاہ فلیس بمومن۔
یہ تیرے اور سب مومنوں کے مولیٰ ہیں اور جس شخص کے یہ مولا نہوں وہ مومن نہیں۔

(۲۷) امام احمد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے معویہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو معویہ نے کہا علی ع
سے پوچھو کہ وہ اعلم ہیں اوس نے کہا آپ کا جواب ہمکو زیادہ محبوب ہے معویہ نے کہا تو نے برا کلام
کیا جسکو رسول اللہ اس طرح تعلیم دیتے تھے جسطرح طائر اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہے تو اوس سے کراہت

بقیہ حاشیہ ۳۵ بن الحسن السبط علی عمر بن عبد العزیز وھو حدیث السن ولہ وفرۃ فرفع
عمر مجلسہ واقبل علیہ فلامہ قومہ فقال ان الثقۃ حدثنی حتی کانی اسمعہ من فی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انما فاطمۃ بضعۃ منی یسرنی ما یسرھا وانا اعلم ان فاطمۃ لو کان حیۃ لسرھا ما فعلت
بابنھا واخرج الخطیب ان احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کان اذا جاء شیخ او حدث من قریش او
الاشراف قدمھم بین یدیہ وخرج وراءھم وکان ابو حنیفہ رض یعظم اہل البیت کثیرا ویتقرب
بالانفاق علی المستترین منھم والظاہرین حتی قیل انہ بعث الی مستتر منھم باثنی عشر الف درھم
وکان یحض اصحابہ علی ذلک ولمبالغۃ الشافعی فیھم صرح بانہ من شیعتھم حتی قیل
کیت وکیت فاجاب عن ذلک بما قد مناہ عنہ من النظم البدیع ولہ ایضا

آل النبی ذریعتی ٭ وھم الیہ وسیلتی ٭ ارجوا بھم اعطی غدا ٭ بیدی الیمین صحیفتی

وقارف الزھری ذنبا فھام علی وجھہ فقال لہ زین العابدین قنوطک من رحمۃ اللہ
التی وسعت کل شیئ اعظم علیک من ذنبک فقال الزھری اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ
فرجع الی اھلہ وما لہ۔

کیا ہے حالانکہ حضرت نے فرمایا ہے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ
نبی بعدی کہ اے علی تمکو مجھ سے وہی رتبہ حاصل ہو جو حضرت ہارون کو موسیٰ سے تھا مگر یہ کہ بعد
ہمارے نبی نہیں ہو اور عمر پر جب کوئی مشکل پڑتی تو حضرت امیر کے طرف رجوع کرتے بعض روایتو
میں ہے کہ معویہ نے اوس شخص کو اپنے دربار سے نکلوا دیا اور نام اوسکا دیوان سے کاٹ دیا۔
عمر اکثر جناب امیر سے پوچھا کرتے معویہ کہتا ہے کہ ہم خود اوس کے شاہد ہیں کہ جب کوئی مشکل پڑتی
تو پوچھتے تھے کہ کیا آیا ہے علی پوچھتی

(۲۸) ایک دفعہ زید بن ثابت نے نماز جنازہ پڑھی اور چاہا کہ اپنے بغلہ پر سوار ہوں تو ابن عباس نے
اوسکی رکاب تھام لی زید نے کہا چھوڑ دیجیے ابن عم رسول۔ تو ابن عباس نے کہا ہمکو ایسا ہی حکم
دیا گیا ہو کہ علما کے ساتھ برتاؤ کریں زید نے ابن عباس کا ہاتھ چوما اور کہا کہ ہمکو ایسا ہی
حکم دیا گیا ہے اہلبیت رسول کے ساتھ

(۲۹) بروایت صحیح ثابت ہو کہ ابن عباس بعض صحابہ کے یہاں علم کیلئے آتے اور اوسکو سوتا پاکر
دروازہ پر بیٹھ جاتے جس سے گرد و غبار اونپر جمع ہوتا تو وہ صحابی کہتا آپ نے کیوں نہیں بلوا لیا
تو ابن عباس کہتے ہم زیادہ مستحق تھے کہ خود آتے۔

(۳۰) ایک دفعہ معاویہ اور ابن عباس کا حج میں ساتھ ہوا تو ہر ایک کا موکب علحدہ علحدہ تھا
ابن عباس کیساتھ علما کا مجمع ہوتا۔

(۳۱) عمر بن عبد العزیز نے عبد عزیز بن حسن بن حسن سے کہا کہ جب آپکو ضرورت ہوا کرے تو ہمکو لکھ بھیجا
کیجیے کیونکہ ہمکو شرم آتی ہو کہ خدا آپکو ہمارے دروازہ پر دیکھے۔

(۳۲) فاطمہ بنت علی ایک دفعہ عمر بن عبد العزیز کے یہاں گئیں جب کہ وہ حاکم مدینہ تھا تو کہا روے
زمین پر کوئی خاندان آپ سے زیادہ ہمکو محبوب نہیں ہے اور ہمارے خاندان سے بھی آپ
زیادہ محبوب ہیں۔

(۳۳) ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ شفا میں ہے کہ اگر ابوبکر۔ عمر۔ علی کسی ضرورت سے ہمارے
پاس آئیں تو ہم حاجت علی کی مقدم کریں بوجہ قرابت رسول اللہ صلعم

(۳۴) جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے حب مالک کو گالیاں دیں اور مارا اور دُرّا دھاکر

گر پڑے افاقہ ہوا تو کہا ہمنے اپنے مارنیوالے کو بخش دیا کیونکہ ہمکو خوف ہوا اگر مرجائیں اور ہمارے سبب سے مارنے والا ہمارا جو آل رسول ہے داخل نار ہو تو ہمکو رسول اللہ سے شرم آئیگی

۳۵۔ منصور نے جب جعفر اس بارے میں بدلہ لینا چاہا تو مالک نے کہا ہمنے اوسکو ہر کوڑے پر بحل کر دیا بوجہ قرابت رسول۔

۳۶۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کمسنی میں عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں داخل ہوئے تو عمر نے اوٹھکر تعظیم کی لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو کہا ہمسے ایسے شخص نے کہا ہے کہ گویا خود رسول اللہ سے تھا کہ فاطمہ پارہ جگر میری ہے جس سے وہ مسرور ہوتی ہیں اوس سے ہم خوش ہوتے ہیں اور یقینی بات ہے کہ اگر فاطمہ زندہ ہوتیں تو ہمارے اس تعظیم سے وہ ضرور خوش ہوتیں

۳۷۔ خطیب روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے پاس اگر کوئی قریشی یا اشراف سے آجاتا تو اوسکو مقدم کرتے اور خود پیچھے چلتے۔

۳۸۔ ابو حنیفہ بہت تعظیم کرتے تھے اہلبیت کی اور اونپر انفاق کرنے کو ذریعہ تقرب قرار دیتے یہاں تک کہ جو لوگ اون میں پوشیدہ ہوتے تو اونکی بھی مدد کرتے چنانچہ بارہ ہزار درہم بھیجا دیر قصہ اولاد امام حسنؑ کے ساتھ کا ہے

۳۹۔ شافعی تو اسمیں اس قدر مبالغہ کرتے کہ اونکا یہ شعر مشہور ہے۔

آل النبی ذریعتی * وہم الیہ وسیلتی * ارجو بہم اعطی غدا * بیدی الیمین صحیفتی

یعنی آل نبی ہمارے ذریعہ ہیں اور وہی اوس کے طرف وسیلہ ہیں۔ انہیں کے بدولت ہمکو امید ہے کہ روز قیامت ہمارے داہنے ہاتھ میں صحیفہ دیا جائے۔

یہاں تک ترجمہ تھا صواعق محرقہ کا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کیسا عظیم الشان آیہ ہے جس کے تفسیر اور تشریح میں وہاں نے پانچ مقصد اپنی کتاب کے صرف کیے اور صدہا روایتیں ہر قسم کی لکھی جس سے ان حضرات کے جلالت قدر اور عظمت و شان نمایاں ہوا اور اونکی مودت و محبت کا فرض ہونا ظاہر ہے۔

جواب النجم نمبر ۹ جلد ۱۱ سنہ ۱۳۳۳ھ

اب ہم اوس تقریر پر نظر کرتے ہیں جو اڈیٹر النجم نے اس آیہ پر سلوک و اوہام وارد کیے ہیں۔ اصلاح نمبر ۴ صلاح جلد ۱۸ ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ میں آپ نے ایک مضمون پڑھا ہوگا "غوایۃ النجم"

جس میں اڈیٹر انجم کے دو اعتراضوں کا جواب دیا گیا ایک مضمون تو بر مذاق تقیہ تھا کہ انبیا صغیر اللہ سے ڈرا کرتے تھے دوسرا مضمون بنا بر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی تھا کہ انبیا علیہم السلام تبلیغ احکام پر اجرت لیا کرتے تھے

اس مضمون کے آخری حصہ میں ہمنے وعدہ کیا تھا کہ صواعق محرقہ کا ترجمہ لکھینگے مگر وہ مطلب ناتمام رہا اڈیٹر النجم نے اس مضمون غوایت النجم کے مقابلہ میں ہدایت بجلیہ غوایت نکالا مضمون اول چونکہ بالکل مہمل تھا اس لیے اوسے چھوڑ دیا گیا مگر دوسرے مضمون کا جواب عرض کیا جاتا ہے جس میں حق یہ ہے کہ اونھوں نے کل اندوختہ مولوی حیدر علی فیض آبادی صرف کر ڈالا ہے۔

عبارت اونکی حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو النجم ۲۲ ج ۱ صفحہ ۱۰۔

میں نے النجم نمبر ۲۲ جلد ۱ میں اصول شیعہ متعلق نبوت ان کے بیان کرتے ہوئے لکھا تھا

اصل چہارم انبیا علیہم السلام تبلیغ رسالت کی اجرت یا اپنی محنت کا معاوضہ اپنی شاگردوں سے لیا کرتے تھے اور اوس معاوضہ کو پہلے ہی طے کر لیتے تھے اور کسی کو لللہ فی اللہ تعلیم نہ کرتے تھے اون کے شاگردوں میں سے کوئی اس معاوضہ پر راضی نہیں ہوتا تو بہت بگڑتے اور اوس کو اپنے گروہ سے خارج کر دیتے۔

دلائل اس مسئلہ کے بھی کتب شیعہ میں بہت ہیں کسی خاص کتاب کے حوالہ کی حاجت نہیں! آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کی تحت میں شیعوں کی کتب تفاسیر دیکھو سب میں یہ مضمون نہایت تصریح کیساتھ ملیگا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے یہ حکم دیا کہ آپ کہدیجیے میں سوا اپنے قرابت والوں کی محبت کے اور کچھ اجرت تبلیغ رسالت کی تم سے نہیں مانگتا یعنی میرے تبلیغ رسالت کی اجرت یہ ہی کہ میرے قرابت والوں سے محبت کرو اور قرابت والوں سے مراد علی اور حسنین اور ائمہ باقی ہیں اور اون کی محبت سے مراد اون کی امامت کا تسلیم کرنا شیعوں کے یہاں روزمرہ میں یہ بات داخل ہو کہ کہتے ہیں محبت اہلبیت اجر رسالت ہو۔

شیعوں کی دیکھا دیکھی اون کے اختلاط کے سبب سے سنیوں کی زبان پر بھی یہ ناپاک کلمہ

آجاتا ہے بعض اہل علم کی کتابوں میں میں نے دیکھا کہ اونھوں نے لکھا ہے کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے معاذ اللہ من ہذہ الخرافات۔

اہلسنت کہتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام پر یہ صریح بہتان ہے۔ وہ حضرات اس قسم کی آلودگیوں سے بالکل پاک ہیں وہ کوئی کام اس نیت سے نہ کرتے تھے کہ اسکا معاوضہ مخلوق سے اونکو ملے وہ اپنی خدمات کا معاوضہ صرف اسی واحد قہار سے مانگتے تھے جس نے ان خدمات پر اونکو مامور کیا تھا بہت سے پیغمبروں کا مقولہ قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے کہ ان اجری علی اللہ یعنی میری اجرت میری محنت کا معاوضہ صرف اللہ کے ذمہ ہے! آیت مذکورہ کا جو مطلب شیعوں نے مراد لیا ہے کھلی ہوئی تحریف ہے صاف اور صریح مطلب اسکا یہ ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ تبلیغ رسالت کا کچھ معاوضہ تم سے نہیں مانگتا ہوں صرف قرابت کی مودت یعنی پاسداری کا خواہشگار ہوں مطلب یہ کہ میں تم سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ میری ایذا رسانی سے باز آؤ مجھ سے جو قرابت تم لوگوں سے ہے اسکا خیال کرکے میری جان کے خواہاں اور خون کے پیاسے نہ ہو۔

ایڈیٹر اصلاح نے جو گوہر افشانیاں اس تحریر کے متعلق کی ہیں انہیں حسب ذیل امور میں جنکا جواب عرض کیا جاتا ہے۔

اقول اس تحریر سے اڈیٹر صاحب النجم کا اعتراض معلوم ہوا کہ اونھوں نے اس آیہ کریمہ پر کیا اعتراض کیا ہے مگر افسوس یہ نہ معلوم ہو سکیگا کہ اصلاح میں کیا جواب دیا گیا کیونکہ لکھتے ہیں "اڈیٹر اصلاح نے جو گوہر افشانیاں اس تحریر کے متعلق کی ہیں اون میں حسب ذیل امور ہیں جنکا جواب عرض کیا جاتا ہے" جس سے معلوم ہوا کہ پوری عبارت اصلاح کی نہیں لکھی جائیگی کہ ناظرین کو معلوم کیا لکھا گیا تھا۔ کیونکہ ایک ایک فقرہ لیکر اعتراض کرنا تو ہر امر میں ممکن ہے یہاں تک کہ آیہ لا تقربوا الصلوٰۃ سے ممانعت نماز ثابت کیجاتی ہے۔

اب اگر ہم پوری عبارت اصلاح لکھتے ہیں تو ناحق طول ہوتا ہے اور نہیں لکھتے ہیں تو احقاق حق نہیں ہوتا نہ پورے طور سے مطلب سمجھ میں آتا ہے لہذا بمجبوری پہلے اصل عبارت اصلاح لکھی جاتی ہے بعدہ اوس پر جو اعتراض ہے وہ لکھا جاتا ہے۔ دیکھیے اصلاح نمبر ج ۱۸ ص ۱۷ میں یہ لکھا گیا تھا

یہ معلوم ہوگا کہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ پر ہی جو سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ میں ہے پورا آیہ اسطرح پر ہے مع ایک آیہ ماقبل تری الظالمین مشفقین مما کسبوا وھو واقع بھم والذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لھم ما یشاءون عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر ذلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین امنوا وعملوا الصلحت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور۔

تم دیکھوگے کہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہونگے اور وہ انپر پڑکر رہیگا اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کیا وہ بہشت کے باغوں میں ہونگے اور جو کچھ چاہیں گے انکے لیے اونکے پروردگار کے پاس موجود ہے یہی وہ فضل ہے یہی وہ انعام ہے جسکی بشارت خدا دیتا ہے اپنے اون بندوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں کہدو کہ میں اسکا صلہ تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر مودۃ قربیٰ (اہل قرابت کی دوستی) اور جو کوئی نیکی کریگا ہم اوس کے لیے اس میں برکت دیں گے بیشک خدا بخشنے والا اور شکر کرنیوالا ہے۔

اسی آیہ سے اڈیٹر صاحب نے یہ نتایج نکالے ہیں مگر ہم اون کے نہایت شکر گذار ہیں کہ یہ کلمہ حق اونکی زبان پر جاری ہوا کہ قرآن مجید کو اور اوسکی تفاسیر کو خاص شیعوں کی کتاب قرار دیا وھو کلمۃ حق وان اوید بھا الباطل۔

تو اب جو اعتراض ایکا ہے وہ خاص قرآن مجید پر ہے جسکے مدافعت کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن کا معترض مخالف اسلام ہی ہوتا ہے نہ مسلمان۔ یہی وجہ ہے کہ شاید تمامی اہلسنت نے اسکے جواب سے سکوت کیا ہو کیونکہ جب آریہ دھڑا دھڑ اعتراض کر رہے ہیں اور وہ کوئی جواب نہیں دیتے تو پھر ایک نئے آریہ کے جواب سے وہ کیوں جبین بجبیں ہوں این ہم بالائے علم۔

اس فقرہ پر بھڑک کر اڈیٹر النجم لکھتے ہیں۔

سب سے پہلی بیہودہ بات یہ لکھی ہے کہ "اڈیٹر النجم نے یہ سب نتایج آیہ قرآنی سے نکالے اور ہم اون کے شکر گذار ہیں کہ اونھوں نے قرآن مجید کو اور اوسکی تفاسیر کو خاص شیعوں کی کتاب قرار دیا تو اب جو اعتراض ایکا ہے وہ قرآن مجید پر ہے جسکے مدافعت کی بھی ضرورت نہیں"

الجواب سمجھ میں نہیں آتا کہ ان خرافات کے لکھنے سے اس شخص کا مقصد کیا ہے اگر محض

شیعوں کے دل کو خوش کرنا مقصود ہے تو میرے خیال میں ایسی بے سروپا باتوں سے کسی گدہے کا دل بھی نہیں خوش ہوتا میں نے خدانخواستہ کبھی قرآن شریف کو شیعوں کی کتاب نہیں قرار دیا چہ جائیکہ خاص کتاب۔ میرے الفاظ یہ ہیں جو اوپر منقول ہوئے کہ "آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے تحت میں شیعوں کی کتب تفاسیر دیکھو" اس عبارت میں شیعوں کی کتب تفاسیر کو شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے نہ قرآن مجید کو اور خدا نہ کرے کہ کوئی عقلمند قرآن کریم کو شیعوں کی کتاب کہے۔ قرآن کی اس سے زیادہ توہین اور کیا ہوگی کہ وہ شیعوں کی طرف منسوب کیا جائے خود بحمد اللہ شیعوں کے امام جعفر صادق نے قرآن کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی طرف منسوب کیا جیسا اصول کافی میں مروی ہے۔

اب رہا یہ کہ میرا اعتراض قرآن پر ہے محض ابلہ فریبی ہے اگر اعتراض ہے تو تمھارے عقیدہ پر تمھاری تفسیر پر۔

الجواب جس شخص کے خلیفہ اول کی صفت کاذب اوبکو سب یا ہو تاریخ الخلفاء اور خلیفہ دوم اوسکے الفاظ جو رسول اللہ کے نسبت کہے ان الرجل لیھجر کہ یہ مرد بیہودہ بکتا ہے وہ اگر بیہودہ گوئی کی نسبت ہمارے طرف دے تو اوسکی کیا شکایت ہے۔

مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ نے جو یہ لکھا "دلائل اس مسئلہ کے ہی کتب شیعہ میں بہت ہیں کسی خاص کتاب کے حوالہ کی حاجت نہیں آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تحت میں شیعوں کی تفاسیر دیکھو"

تو اس سے کیا مطلب ہے کتب شیعہ سے کسی خاص کتاب کے حوالہ کی حاجت نہیں۔ آیہ کریمہ" اس سے کون احمق سمجھ سکتا ہے کہ منجملہ کتب شیعہ آپ اس آیہ کریمہ اور اوس کے تفسیر دونکو شمار کررہے ہیں گدہے کے خوشی ناخوشی کو تو گدہا ہی سمجھ سکتا ہے مگر یہ سچ ضرور ہے کہ قرآن مجید خاص شیعوں کی کتاب ہے اور آپ لوگوں کے صفت میں تو نص رسول موجود ہے لا یجاوز تراقیھم الساخذ اگرے ولیسا ہی ہو کہ جولاہے کے تیر لگ گیا اور وہ کہتا ہے خدا کرے کہ جھوٹ ہو۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں قرآن شیعوں کے رسول پر نازل ہوا شیعوں کے رسول نے کہدیا قرآن اور اہلبیت جدا نہ ہونگے شیعوں کے امام نے جمع کیا شیعوں کے امام اس کے عالم اور عامل رہے شیعوں کے پاس وہ اصل قرآن منزل من اللہ موجود ہے آپکا دعوے

قرآن دانی کا ویسا ہی ہے کہ آج کل آریہ مدعی علم قرآن ہیں اور مسلمانوں کو عموماً اور مولوی ثناء اللہ اڈیٹر اہلحدیث کو ادنےٰ جاہل بنارہے ہیں۔

جناب امام جعفر صادق ؑ کی حدیث اگر آپ لکھتے تو معلوم ہوتا ورنہ آپلوگ جو تبع فرائیکاہ کاذباً عادواخانّا انما ہیں ونکے بیان پر کب اعتماد ہوسکتا ہے۔

مگر نہیں معلوم آپنے یہ ناپاک کلمہ کس کلمہ کو کہا کیونکہ محبت اجر رسالت ہو ادسی آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ہے تو کیا مسلمان جسکو کلام پاک کہتے ہیں ادسی کو آپ ناپاک کلمہ کہرہے ہیں۔

(عبارت اصلاح)

یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آپنے یہ جملہ جو لکھا "شیعونکی دیکھا دیکھی انکے اختلاط کے سبب سے سنیونکی زبان پر بھی یہ ناپاک کلمہ آجاتا ہے" اس سے کون سے حضرات مراد ہیں کیونکہ جتنے مفسر آجتک اہلسنت میں گذرے ہیں تقریباً سبکے سب یہی لکھتے ہیں۔

صواعق محرقہ میں ہے اخرج احمد۔ والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس واخرج البزار والطبرانی من الحسن رضی اللہ عنہ + واخرج الطبرانی عن زین العابدین واخرج احمد عن ابن عباس + اخرج الحافظ السلفی عن محمد بن الحنفیہ + واخرج البیہقی وابو الشیخ والدیلمی + واخرج ابو الشیخ والدیلمی + واخرج ابو بکر الخوارزمی واخرج الملا واخرج ابو سعید فی شرف النبوۃ + اخرج الخطیب + واخرج البخاری فی صحیحہ عن ابی بکرہ + واخرج الدارقطنی واخرج العسکری + واخرج ابن شاذان عن عائشۃ + واخرج ابن عبد البر + واخرج ایضاً عن ابن المسیب + واخرج ابن سعد واخرج ابن ابی الدنیا ملخصاً لغایت ۲۸

جس سے معلوم ہوا کہ اسقدر علمائے اہلسنت نے علاوہ ہزاروں کے اس مضمون کی روایت کی ہے تو کیا سبکے نسبت آپکا یہ حکم ہے کہ شیعونکے دیکھا دیکھی انکے اختلاط سے سنیوں کے زبان پر بھی یہ ناپاک کلمہ آجاتا ہے تو اب فرمایئے اب وہ کون سنی ہے جسکو آپ اس ناپاک کلمہ سے محفوظ پاتے ہیں۔

(عبارت النجم)

جواب اس کے لکھتے ہیں۔ دوسری ابلہ فریب بات ایڈیٹر اصلاح نے یہ لکھی ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر وہی کی ہے جو شیعہ کہتے ہیں اور کل علمائے اہلسنت دکھا دی

کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے ایڈیٹر اصلاح کے خاص الفاظ یہ ہیں "جتنے مفسر آجتک اہلسنت میں گذرے ہیں تقریباً سب کے سب یہی کہتے ہیں" اصلاح نمبر ۵ جلد ۱۰ صفحہ ۱۸ تو اب فرمایئے وہ کون سنی ہے جسکو آپ اس ناپاک کلیہ سے محفوظ پاتے ہیں" اصلاح نمبر مذکور صہ ۱۹ "بعض کیوں کہتے ہیں کل کیوں نہیں کہتے کیونکہ کوئی مفسر ایسا نہیں ہے جس نے یہ معنی نہ لکھا ہو کہ مراد اس سے اہل قرابت رسول ہیں ایضاً صہ ۱۹ پھر نہ معلوم آپنے بعض کا لفظ کیوں لکھا اور کل کہنے سے کیوں شرمائے کیونکہ اگر کل کا لفظ لکھتے تو آپ کی تحقیقات کی وقعت اور بھی بڑھجاتی ہم کہ آپ کا مذہب سب کے خلاف آپ کی تحقیق سب سے جداگانہ ہے ایضاً صفحہ ۲۰ نہ معلوم وہ اہلسنت کہاں رہتے ہیں اور کس دنیا پر بستے ہیں جنھوں نے قربی کے معنی اہل قرابت رسول نہیں لکھے یا صرف پاٹا نالہ لکھنؤ میں اونکا قیام رہتا ہے ایضاً صفحہ ۲۱

الجواب اڈیٹر اصلاح کی دلیری اور انتہائی دلیری کی یہ کیفیت ہے کہ خود ہی دعوےٰ کرتے ہیں کہ کل علماء اہلسنت اور جمیع مفسرین اہلسنت نے ایسا لکھا ہے اور خود ہی اپنے اس دعوےٰ کی دلیل میں جو عبارت نقل کی ہے اوس میں بعضہم کا لفظ موجود ہے چنانچہ لکھتے ہیں "بعض کیوں کہتے ہیں کل کیوں نہیں کہتے کیونکہ کوئی مفسر ایسا نہیں ہے جس نے یہ معنی نہ لکھا ہو کہ مراد اس سے اہل قرابت رسول ہیں معالم التنزیل میں ہے وقال بعضہم معناہ الا ان تودوا قرابتی و عترتی "جمیع اور کل کے بعد وہ عبارت پیش کرنا جس میں بعضہم کا لفظ صاف موجود ہے اس مصرع کی یاد تازہ کرتا ہے "چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد" انتہٰی

الجواب اس تحریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ شخص کیسا بدحواس ہو رہا ہے کہ کچھ سوجھائی نہیں دیتا کیا جواب دیتا ہے کیونکہ تحریر اول میں لکھا تھا "سنیوں کے زبان پر بھی یہ ناپاک کلمہ آجاتا ہے "جسپر لکھا گیا تھا" اس سے کون سے حضرات مراد ہیں کیونکہ جتنے مفسر آجتک گذرے ہیں تقریباً سب کے سب یہی لکھتے ہیں" جس سے اونکا فرض تھا کہ پہلے اس کو بتاتے کہ یہ کلمہ ناپاک کیوں ہوا کیونکہ یہ تو کلام رسول اللہ اور کلام صحابہ کرام ہے۔ تو ایسا کلام ناپاک ہو سکتا ہے؟۔

آپ کا بڑا حملہ یہ ہے کہ "ہم مدعی ہیں کہ کل علمائے اہلسنت اور جمیع مفسرین اہلسنت نے ایسا لکھا ہے

جس کے مطلب یہ سمجھے ہیں کہ ہم مدعی کل استغراقی ہیں حالانکہ ہمارا لفظ تقریباً اونکو بتارہا ہے کہ کل استغراقی نہیں مراد ہے بلکہ اکثری مراد ہے کہ اکثر علما کا یہی بیان ہے اسی لیے صواعق محرقہ سے احمد طبرانی ابن ابی حاتم حاکم وغیرہ نے اقوال لکھے ہیں کیوں صاحب آپکی منطقین کا یہ جملہ بھی نہ یاد رہا ولاکثر حکم الکل یعنی اکثر کے لیے حکم کل ہے یعنی جو بات اکثر پر پائیجائے اوسکو کلی کہہ سکتے ہیں۔

قولہ ایڈیٹر اصلاح نے جونکہ اپنے اس دعوے کے ثابت کرنیکے لیے بلکہ بعض دھوکہ دینے کے لیے بعض تفاسیر سے کچھ جملے بھی قطع و برید کرکے نقل کیے ہیں لہذا میں کتب تفاسیر کی عبارتیں نقل کرتا ہوں اور ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ للہ انصاف کریں ایسے شخص سے خطاب کرنا جسکو اتنی بھی غیرت نہو کہ مطبوعہ کتابوں کا غلط حوالہ دینے اور جھوٹے بے بنیاد دعووں کے کرنے میں اسکو ذرہ برابر باک نہو کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔

اقول جب آپ کلام رسول وصحابہ کو کلمہ ناپاک قرار دیتے ہیں تو کون مسلمان ہے جو آپکو مسلمان سمجھ سکتا ہے جو قابل خطاب سمجھے اور آپ تو الشمس کے دوسرے ہی نمبرسے اسکا شور کررہے ہیں کہ یہ شخص قابل خطاب نہیں ہے ملاحظہ ہو نجم ط ۲

ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ الشمس کے متعلق ایک حرف لکھنا بھی ضروری نہیں، مگر مصداق لم یقولون ما لا تفعلون آج تک تو اپنے عہد کا ایفا نہیں کرسکے کیونکہ کمائی کا ذریعہ تو یہی ہے۔

پہلے تو آپنے بڑا حوصلہ کیا تھا کہ بمفاد کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا دعوی کیا تھا استقصا عبقات کے جواب کا اور نہ ہوسکا کہ کبھی الشمس کا جواب دیں ۔

قولہ عبارات تفاسیر اہلسنت متعلق آیہ مودۃ القربیٰ۔

ناظرین ان عبارات تفاسیر کو لفظ بلفظ غور سے پڑھیں ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے اور تفسیر آیت میں قول راجح اسیکو قرار دیا ہے کہ مودۃ القربےٰ سے مراد خود رسول کی مودت ہے۔

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح بخاری کے کتاب التفسیر میں روایت کرتے ہیں

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر
حدثنا شعبة عن عبد الملك بن ميسرة قال
سمعت طاوسا عن ابن عباس رضي الله عنهما
انه سئل عن قوله الا المودة في القربى فقال
سعيد بن جبير قربى آل محمد صلى الله عليه وسلم
فقال ابن عباس عجلت ان النبي صلى الله
عليه وسلم لم يكن بطن من قريش الا
كان له فيهم قرابة فقال الا ان تصلوا ما بيني
وبينكم من القرابة۔

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے محمد بن
جعفر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے شعبہ نے عبد الملک بن
میسرہ سے روایت کرکے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے طاوس سے
سنا وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے
کہ ان سے آیہ الا المودة فی القربی کا مطلب پوچھا گیا
سعید بن جبیر نے کہا قرابت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد
ہے تو ابن عباس نے کہا کہ تم نے جواب دینے میں عجلت
کی (اصل یہ ہے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے
ہر خاندان سے قرابت تھی لہذا فرمایا کہ میرے اور
تمہارے درمیان میں جو قرابت ہے اسکا لحاظ کرو۔

ف یہ روایت ہے اس کتاب کی جو قرآن کریم کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے اور منقول ہے ترجمان القرآن حبر الامۃ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس سے اور اس روایت میں سعید بن جبیر کے اس قول کی تردید بھی ہے کہ قربیٰ سے اہل قرابت رسول مراد ہیں ابن جبیر کا سکوت کرنا ظاہر کر رہا ہے کہ انکا قول محض بے دلیل ہے۔

ایڈیٹر اصلاح کی تکذیب کے لیئے صرف اسی ایک روایت کا نقل کردینا کافی تھا مگر دروغ گورا تا بہ دربار رسانید پر عمل کرنیکے لیئے دوسری کتاب کی عبارات بھی نقل کیجاتی ہیں

اقول الحمد للہ کہ آپ کے پہلے ہی رواقے سے ایڈیٹر اصلاح کی تصدیق ہوگئی کیونکہ دعوی کیا گیا تھا "کوئی مفسر ایسا نہیں جس نے یہ معنی نہ لکھا ہو" جو روایت آپنے صحیح بخاری سے لکھی ہے اوس میں بھی یہ جملہ موجود ہے "وقال سعید بن جبیر قربی آل محمد" جس سے معلوم ہوا کہ اونکا یہی مذہب تھا۔
چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے فھذا کلہ لا ینافی ما مر من تخصیص القربی بالآل لان من ذھب الیہ کابن جبیر اقتصر علی اخص افراد القربی صفحہ ۱۰۲
یعنی ابن عباس وغیرہ نے جو دعوی تعمیم کیا ہے وہ اوسکا منافی نہیں ہے جو ابن جبیر نے تخصیص کا دعوی کیا جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ابن عباس کی ایک رائے ہے اوسیطرح ابن جبیر کی دوسری

مانے ایک دوسرے کا باپ نہیں۔

اس افترا کا کیا جواب دیا جائے کہتے ہیں کہ ایک نے بھی یہ نہیں لکھا ہو کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے حالانکہ صواعق محرقہ میں بحجہ طلا ثابت ہے کہ خود حضرت نے فرمایا ان اللہ جعل اجری علیکم المودۃ فی القربی وانی سائلکم عنہم غدا صفحہ ۱۰۲۔

کہ خدا نے ہمارا اجر تبلیغ قرار دیا ہے کہ اہلبیت کیساتھ مودت کرو اور ہم تم سے بروز قیامت اس سے سوال کرینگے پھر کیونکر آپ اس کے مدعی ہیں "ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے"

افسوس. بغض عداوت اہلبیت طاہرین انکو کہاں لیجاتی ہے کیونکہ علامہ سید احمد زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ سیرۃ نبویہ میں لکھتے ہیں جو سیرۃ حلبیہ کے حاشیہ پر چھپی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۳ ج ۲۔

وروی الترمذی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ واحبونی بحب اللہ واحبوا اہل بیتی بحبی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم وروی الامام احمد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابغض اہل البیت فہو منافق وروی ابن سعد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنع الی احد من اہل بیتی معروفا فعجز عن مکافاتہ فی الدنیا فانا المکافی لہ یوم القیامۃ وللہ در القائل

یا آل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم	من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

ولقد احسن القائل

رایت ولائی آل طہ فریضۃ	علی رغم اہل البعد یورثنی القربی
فما طلب المبعوث اجرا علی الہدی	بتبلیغہ الا المودۃ فی القربی

یعنی حضرت نے فرمایا خدا سے محبت کرو اوسکی نعمتوں کے سبب سے اور ہم سے محبت کرو بوجہ محبت خدا اور ہمارے اہلبیت سے محبت کرو ہمارے محبت کے وجہ سے دوسرے روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا جو ہمارے اہلبیت سے محبت کرتا ہے وہ ہمارے محبت کیوجہ سے اور جو اون سے بغض رکھتا ہے ہمارے بغض کیوجہ سے ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ جس نے ہمارے اہلبیت کیساتھ نیکی کیا اور وہ اوس کے مکافات سے عاجز رہا تو بروز قیامت ہم اوسکا مکافات کرینگے

خوب کہاہے شاعر نے (شافعی) اے اہلبیت رسول تمہاری محبت فرض ہو منجانب خدا جسکو اوس نے نازل کیا قرآن میں۔ تمہارے فخر کو یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ بھیجا اوسکی نماز ہی نہیں ہے او رخوب کہاہے اوس شخص نے جس نے کہا۔ ہم آل طہ کے محبت کو ذخیرہ جانتے ہیں۔ علی رغم ان لوگونکے جو دور ہیں اور یہی ہمکو باعث قرب ہوگا کیونکہ رسول اللہ نے اس ہدایت کرنے پر کوئی اجر نہیں طلب کیا بجز اسکے کہ مودۃ فی القربی چاہا۔

پھر حیف ہے کہ اون کے علمائے دین تو اس طرح سے مودت قربی کو اجر رسالت بتائیں کہ حضرت بتعلیم خدا اس اجر کو طلب کیا اور آپ فرماتے ہیں "ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے۔

رہا آپ کا یہ قول" اور تفسیر آیت میں قول راجح اسکو قرار دیا ہے جسکو بعض نے تسلیم کیا وہ قول جس کو آپ مجروح سمجھ رہے ہیں "کلمہ ناپاک ہوجاتے" جسکے نسبت آپنے لکھا "شیعونکے دیکھا دیکھی ان کے اختلاط کے سبب سے سنیوں کے زبان پر بھی یہ ناپاک کلمہ آجاتا ہے"

اڈیٹر صاحب غور تو فرمایئے کہ خود آپکے تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کے یہاں اس میں اختلاف ہے بعض اسکے قائل ہیں بعض اوس کے تو کیا جو لوگ قول مرجوح کے قائل ہوتے ہیں وہ ناپاک ہوجاتے ہیں یا وہ کلمہ ناپاک ہوتا ہے۔

سبحان اللہ جس مذہب میں کوئی چیز ناپاک نہیں حتی کہ سگ و خنزیر اوس مذہب میں یہ کہنا کہ محبت اہلبیت اجر رسالت ہے۔ کلمہ ناپاک ہو لعنت ایسے عقیدہ پر۔

آپ نے بڑے طمطراق سے صحیح بخاری کی روایت نکالی ہو کہ حضرت سعید ابن جبیر اس سے مودت اہلبیت مراد لیتے تھے اور ابن عباس مودت رسول تو اوس سے آپ کو کیا نفع ملا اور ہمارا کیا ضرر ہوا کیونکہ بخاری کو ایک دنیا جانتی ہے کہ وہ ناصبی تھا دشمن اہلبیت پھر اوس کے تفسیر کا کیا اعتبار۔

کیا صحیح بخاری میں اون کے اون کارروائیوں کو نہیں پڑھ آئے ہیں کہ حالات ہجرت میں ابوبکر کے حالات کو کسطرح بیان کیا اور جناب امیر کے خواب کو فرش رسول پر بالکل اوڑا دیا جس پر ابن حجر نے کیا خاک اوڑایا ہے تفسیر سورہ تبت میں ایک روایت کر رسہ گر لکھا اور اس واقعہ

کو بالکل غائب کردیا جس میں رسول اللہ نے جناب امیر کے شان میں انت اخی و وصی و خلیفتی و وارثی فرمایا۔

اڈیٹر صاحب بخاری کی ناصبیت ایسی واضح ہے کہ خود علمائے اہلسنت کو اسکا اقرار کرنا پڑا۔ ملاحظہ ہو رسالہ وضو۔ آپ ذرہ فتح الباری ج ۸ ص ۴۲۵ دیکھیے جس میں اس حدیث کے شرح میں لکھتے ہیں وھذا الذی جزم بہ سعید بن جبیر قد جاء عنہ من روایتہ عن ابن عباس مرفوعا فاخرج الطبرانی وابن ابی حاتم من طریق قیس بن الربیع عن الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت قالوا یا رسول اللہ من قرابتک الذین وجبت علینا مودتھم الحدیث۔

یعنی جو کچھ سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ اس سے مراد اہلبیت رسول ہیں یہی روایت ابن عباس سے بھی آئی ہے بسند مرفوع (خود آنحضرت سے) جس کو طبری۔ ابن ابی حاتم نے بطریق قیس بن ربیع اعمش سے اور اونھوں نے سعید بن جبیر سے اونھوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو لوگوں نے پوچھا آپ سے کون وہ اہل قرابت ہیں جن کی مودت ہمپر واجب ہے تا آخر۔

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کی اصل روایت جس کو وہ خود آنحضرت سے روایت کرتے ہیں یہی ہے کہ محبت اہلبیت کے بارے میں یہ آیہ نازل ہوا مگر بخاری نے اوس روایت کو عمداً نہ لیا اور اپنے ناصبیت کے اظہار کے لیے اس روایت کو لکھا کہ کسی طرح بھی فضیلت اہلبیت نہ ثابت ہو سکے۔

اب نہ معلوم کہ اڈیٹر صاحب اوسکو بھی کلمہ ناپاک کا خطاب دینگے یا کیا کیونکہ رسول اللہ کی حدیث تو یہی ہے کہ مودت اہلبیت مراد ہو اور اگر فرض کریں کہ ابن عباس کی یہ روایت صحیح ہو تو یہ تفسیر اون کی بالرائے ہوگی جو بمقابلہ نص کسی طرح قابل سماعت نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت یقیناً وضعی ہے جس میں حضرت ابن عباس پر افترا کیا گیا کیونکہ جب وہ خود رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا اس سے مراد ہمارے اہلبیت ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ ابن عباس اوس کے خلاف بیان کریں اور کہیں کہ مراد خود رسول کی محبت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں ۔ تمادید انہ لامضادۃ بین تفسیری ابن جبیر وابن عباس ان ابن جبیر کان یفسر الآیۃ تارۃ بہذا وتارۃ بہذا فاہما صحۃ اذکل منہما یقابل جائز عن ابن عباس ما یوافق تفسیر ابن جبیر صفحہ ۱۰۲

یعنی جو ہمنے دعوی کیا کہ دونوں حدیثیں اختلاف نہیں ہے تو اس کی دلیل یہ ہو کہ ابن جبیر دونوں طرح تفسیر کرتے کبھی اپنی تفسیر کے مطابق کبھی ابن عباس کے مطابق بلکہ خود ابن عباس سے بھی یہی روایت آئی ہے جو ابن جبیر سے منقول ہو کہ مراد اس سے مودت اہلبیت طاہرین ہیں ۔

یہ تفسیر ابن عباس ایسی مشہور و معروف ہو کہ فتح الباری میں ہے وقد جزم بہذا التفسیر جماعۃ من المفسرین واستند والی ماذکرتہ عن ابن عباس من الطبرانی وابن ابی حاتم ص ۳۲۵ ج ۴ ۔

کہ اسی تفسیر کے ساتھ جزم کیا ہے ایک جماعت مفسرین نے جو ابن عباس سے طبرانی اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا کہ مراد اس سے مودت اہلبیت ہے ۔

اب اڈیٹر النجم غور کریں کہ آپنے تفسیر بخاری سے نقل کرکے کیا نتیجہ پایا بجز اسکے کہ بخاری کو بھی فضیحت کیا کیونکہ تحقیقات ابن حجر سے معلوم ہوا ابن عباس کی اصلی روایت یہی تھی کہ خود رسول اللہ سے اونھوں نے روایت کیا کہ مراد اس سے مودت اہلبیت ہے مگر بخاری نے ازراہ ناصبیت اوس حدیث کو نہ لکھا اور لکھا اس روایت کو جو اوس کے خلاف ہو مگر طبرانی اور ابن ابی حاتم نے اوسکا پردہ فاش کردیا اور اصلی روایت کو لکھدیا اور جماعت مفسرین اہلسنت نے اوس کی یہ عزت افزائی کی کہ سب نے اسکو معتبر و مستند مانا ۔

ابن حجر نے بخاری کے طرف یہ معذرت کی کہ اسناد اوس روایت کے ضعیف ہیں اور بوجہ مخالفت اس حدیث صحیح بخاری کے وہ قابل اعتماد نہیں مگر یہ عذر ایسا لغو ہو کہ قابل سماعت نہیں ہو کیونکہ سند کا ضعف اگر کسی راوی مجروح کے بدولت ہو تو اس عیب سے شائد ہی کوئی روایت صحیح بخاری محفوظ ہو جیسا کہ ناظرین تنقید بخاری پر واضح ہے اور طاؤس وابن جبیر اہلسنت کے یہاں مساوی ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے قال عثمان الدارمی قلت لابن معین طاؤس احب الیک ام سعید بن جبیر فلم یخیر ۔

عندہ ؟ تو ابن معین سے پوچھا طاؤس کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا ابن جبیر کو تو اونھوں نے کسی کو ترجیح نہیں دیا پھر تعجب ہو کہ طاؤس کی حدیث تو معتمد ہو جائے اور ابن جبیر کی نا معتمد۔

اور دوسرا عذر اوس سے بدتر ہے کیونکہ جب خود بخاری پر یہ اعتراض ہو کہ اونھوں نے اصل روایت کو چھوڑ دیا تو یہ کہنا کیسا لغو ہے کہ بوجہ مخالفت بخاری نا قابل اعتبار ہو۔

بہرحال ایڈیٹر صاحب کا یہ کہنا یہ روایت ہو اس کتاب کی جو قرآن کریم کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے "ایسا لغو جملہ ہو کہ اگر اور کوئی کہتا تو خیر مضائقہ نہ تھا ایڈیٹر صاحب تو کسی طرح یہ کلمہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکی فہرست میں صدہا مرتبہ بخاری کی توہین کر چکے ہیں۔

دیکھیے نمبر ۲ ج ۹ صحیح بخاری میں بیشک حضرت عائشہ سے حضرت فاطمہ کا رنجیدہ ہو جانا منقول ہو صفحہ ۳ مگر اوس روایت کو نہیں مانتے

پھر اپنا نمبر ۲ ج ۹ دیکھیے جس میں اوس روایت کے صحت سے انکار کیا ہو جو صحیحین میں منقول ہے کہ جناب امیر نے چھ مہینہ تک بیعت نہ کی اوس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں لہذا صحیح یہ ہو کہ حضرت علی نے ابتدا ہی سے بیعت کر لی تھی (صفحہ ۲۳

اس کے علاوہ حدیث قرطاس وغیرہ میں بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ پر صدہا اعتراض کیے ہیں تو کیا وہاں نص یاد رہا کہ یہ وہ کتاب ہے جو قرآن کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہو"

ان تحریروں کا جواب الشمس جلد ۸ و ۹ میں قابل دید ہے پھر کس منہ سے آپ صحیح بخاری کا نام ہمارے سامنے لیتے ہیں حالانکہ بفضل خدا اسے تنقید بخاری میں تار تار اسکا الگ کر دیا گیا ہو"

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ صحیح بخاری آپکے عندیہ میں ایسی ہی کتاب ہو تو بھی آپکو فائدہ نہیں کیونکہ مودت قربیٰ کا مراد ہونا جسکو آپ کہہ نہیں سکتے ہیں اوس میں بھی موجود ہے کیونکہ سعید بن جبیر کا قول اس حدیث میں مقدم ہے۔

حضرت ابن عباس کا ترجمان القرآن جوالا مدامام المفسرین ہونا آپ کے اعتقاد پر تو کسی طرح درست نہیں کیونکہ جواب حدیث قرطاس میں اون کو خردسال نا قابل اعتبار بیان کر چکے ہیں حالانکہ بقول آپ کے اگر ہم مان لیں کہ آپ اونکو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ یہاں ظاہر کرتے ہیں تو بھی آپکو سر تسلیم خم کرنا ہوگا کہ مودت اہلبیت مراد ہے کیونکہ ابن حجر کے قول سے معلوم ہو چکا اونکی

اصلی روایت یہی ہے۔ یہ میاں بخاری کی تحریف ہے کہ انھوں نے یوں بنا دیا ورنہ کون عاقل مان سکتا ہے کہ ابن عباس خود آنحضرت سے تو یوں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مودت اہلبیت مراد ہے اور خود یوں تفسیر کریں کہ اس سے آنحضرت کی مودت مراد ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی احمقانہ کلام نہیں ہو سکتا کہ جن کفار کو شب و روز قتل کر رہے ہیں ونہیں سے فرمائش کرتے ہیں کہ مجھ سے محبت کرو۔

یہ جملہ تو اور بھی مضحک ہے کہ اس روایت میں سعید بن جبیر کے اس قول کی تردید بھی ہو کہ قربیٰ سے اہل قرابت رسول مراد ہیں کیونکہ خود صواعق محرقہ میں ہے سطان کعریف بابن عباس ابن جبیر الی الخطا بل الی العجلة ای عن تامل ان المقصد من الآية العموم و اکثر صفحہ اولا دبالذات ود ہ صفحہ ۱۰۲

یعنی اس جگہ سے ابن عباس نے سعید بن جبیر کو یہ نہیں کہا کہ تم نے خطا کیا بلکہ یہ کہا کہ تم نے جلدی کی اور بے تامل سمجھا کر مراد اس سے عام ہے کیونکہ اہم اور بالذات مقصود تو محبت رسول ہے جو آپ اپنی قوم کو کہہ رہا کہ اس میں ابن جبیر کی تردید بھی ہے حالانکہ تقریر بخاری اور صواعق محرقہ سے بخوبی ثابت ہے کہ اصل روایت ابن عباس یہی تھی کہ وہ خود رسول سے اس کی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا مراد اس سے مودت اہلبیت طاہرین ہے۔

یہ جملہ اور بھی مضحک ہے "ابن جبیر کا سکوت کرنا ظاہر کر رہا ہے کہ ان کا قول محض بے دلیل تھا" حالانکہ مکرر سہ کرر عرض ہو چکا کہ ان کا قول بلا دلیل نہ تھا بلکہ خود ابن عباس کی روایت جناب رسالتمآب سے یہی تھی کہ مراد اس سے اہلبیت طاہرین ہیں تو اب جو کچھ ہے وہ ناصبیت شعاری ہے کیونکہ جو بیان ابن جبیر ہے وہی بیان ابن عباس بھی ہے مستند بحدیث رسول اور اور حضرت ابن عباس کے طرف یہ نسبت کرنا محض افترائے بخاری ہے یہی وجہ ہے کہ اس روایت بخاری کو دیکھ کر بھی جماعت مفسرین نے اوسی قول کو لیا جو سعید بن جبیر ہے اور حقیقۃً وہ قول ابن عباس ہے جیسا کہ کلام ابن حجر مذکور ہوا۔

اب آئیے ذرا ینابیع المودۃ ص۲۶ ملاحظہ فرمائیے۔

اخرج احمد فی مسندہ والسنن عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت قل لا

لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا یارسول اللہ من ھؤلاء الذین وجبت لنا مودتھم قال علی والفاطمۃ والحسن والحسین ایضا اخرج ھذا الحدیث الطبرانی فی معجمہ الکبیر وابن ابی حاتم فی تفسیرہ والحاکم فی المناقب والواحدی فی الوسیط وابونعیم الحافظ فی حلیۃ الاولیاء والثعلبی فی تفسیرہ والحموینی فی فرائد السمطین۔

یعنی امام احمد نے مسند میں اپنی سند سے روایت کیا ہے سعید بن جبیر سے وہ ابن عباس سے کہ جب یہ روایت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا حضرت یہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہمپر فرض ہو اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں ابن ابی حاتم نے تفسیر میں امام حاکم نے مناقب میں۔ واحدی نے وسیط میں۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حموینی نے فرائد السمطین میں پھر تعجب ہے کہ اڈیٹر صاحب اپنے صحابہ پر بھی ایمان نہیں رکھتے جنھوں نے اس آیہ کے سنتے ہی سمجھا کہ لوگوں کی محبت واجب ہوئی جس پر آنحضرت سے پوچھا من ھولاء الذین وجبت لنا مودتھم کہ یہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہمپر فرض ہے اور حضرت نے فرمایا علی فاطمہ و حسن وحسین۔ نہ اپنے امام احمد بن حنبل پر جو بخاری کے اساتذہ سے ہیں اور استاد المحدثین اوسکے راوی ہیں اور صرف بخاری کے روایت پر بھولے ہوئے ہیں جسکی خود اڈیٹر صاحب چند مرتبہ کر چکے۔ اڈیٹر صاحب آپ کہاں تک عداوت اہلبیت میں سرگردان رہینگا خدا نے اون کو وہ فضائل کرامت فرمائے ہیں کہ آپ جس قدر اوس کے مٹانے میں کوشش کرینگے اوسی قدر نور خدا ظاہر ہوتا جائیگا دیکھئے آپ نے بخاری کو آڑ بنایا تھا کیسا اوسکا پردہ فاش ہوا کہ محض از راہ ناصبیت اصل روایت کو نہ لکھا جو ابن عباس رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حدیث جعلی بنایا جسکا کوئی وجود ہی نہیں کیونکہ صحابہ سے بڑھکر کون ہو سکتا ہے جو اس آیت سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ مودت اہلبیت فرض ہوئی اور وہ رسول سے پوچھتے ہیں کہ آپکے وہ کون قرابتمند ہیں جن کی مودت ہمپر فرض ہوئی۔

قولہ۔ جو روایت صحیح بخاری سے حضرت ابن عباس سے منقول ہوئی اسی مضمون کی روایت صحیح مسلم میں اور جامع ترمذی میں بھی منقول ہے۔

اقول صحیح مسلم و ترمذی کا بھی یہی جواب ہے مگر ترمذی نے ایک جواب بھی دیا ہے ھذا حدیث

اللّٰہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

حصہ رابعہ

کشف الظلمات عن الآیات البینات

اس رسالہ میں آیات بینات کے اس حصہ فدک کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے جو مولوی مہدی علیخاں ملقب بہ محسن الملک سکریٹری کالج علیگڈھ نے اپنے آخری حصہ عمر میں تصنیف کیا تھا اور اہل سنت کو اوس پر بڑا ناز تھا۔

اس حصہ میں بالخصوص یہ بحث ہے کہ فدک جناب سیدہ کو ہبہ میں ملا تھا یا نہیں اور ابوبکر صاحب نے اس پر گواہیاں لیں یا نہیں۔ واللہ الموفق للحق والصواب۔

فقیر مولف محمد حیدر عفی عنہ ۱۳۳۵ ہجری

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد یہ چوتھا حصہ ہے کشف الظلمات کا جس میں آیات بینات کے اوس حصہ کا جواب لکھا جاتا ہے جو اونھوں نے بحث ہبہ فدک کے متعلق لکھا ہے اور درحقیقت بڑا زور لگایا ہے کہ اس واقعہ کو بالکل نیست و نابود کردیں مگر خداوند عالم کی یہ قدرت کاملہ ہے کہ اس بحث کلیہ اون سے ایسا تار پود الگ کیا جس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے وہو علی کل شیء قدیر۔ قال مصنف الآیات البینات

بحث متعلق ہبہ فدک

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے اون بزرگوں نے لکھا ہے جنکا زمانہ ائمہ کرام کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہوگا ہمکو جہاں تک علم ہے سب سے اول کتاب جسمیں یہ بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہو وہ شافی ہے۔ جسکو جناب سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبد الجبار کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے اسلیے کہ اوس کے مولف سنہ ۳۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۴۳۶ ہجری میں انتقال فرمایا سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اوس کی پشت پر یہ لکھا گیا۔ ہو کتاب لم یات بمثلہ احد من الاعلام فی سالف الدہور والاعوام ولا یاتون ابدا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا لان اجدادہ الطاہرین کانوا لہ فی نصرتہ لہم ہادیا ومویدا ونصیرا

کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہو کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آئندہ لکھ سکیگا اس لیئے کہ اسکے تصنیف میں ائمہ کرام او مصنف کے اجداد کی تائید و مدد بھی

اقول اس تحریر سے اس قدر تو ضرور معلوم ہوا کہ ابتداء مناظرہ کی اہلسنت کیطرف سے ہوتی ہے کیونکہ خود لکھتے ہیں "جسکو جناب سید مرتضے ملقب بعلم الہدے نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے" جس سے معلوم ہوا کہ بانی اس مناظرہ کا عبدالجبار معتزلی ہوا اور جناب علم الہدے اوسکے مجیب ہیں۔

کتب احادیث و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فدک کا مطالبہ خواہ بحیثیت وراثت ہو خواہ بحیثیت ہبہ برابر جاری رہا چنانچہ زمانہ خلافت اول کے بعد خلیفہ دوم کے زمانہ تک یہ سلسلہ قائم رہا خلیفہ سوم نے جب مروان کو جاگیر میں دیدیا تو اوس وقت ان حضرات پر بالکل بے کسی کا عالم تھا جناب امیر پر چونکہ شرکت خون عثمان کا الزام قائم تھا اور آپ مجبور ہو کر مدینہ سے کوفہ میں تشریف لائے تھے اوس وقت بھی کوئی تذکرہ اسکا نہیں معلوم ہوتا معویہ نے تشیع کو جرم ناقابل معافی قرار دیا تھا کہ اگر کوئی کہدیتا کہ یہ شیعہ ہے تو وہ قتل ہوتا اوسوقت کا بھی کوئی تذکرہ اسکا نہیں ملتا یہانتک کہ جناب سید الشہدا روحی لہ الفدا کربلا میں شہید کیئے گئے اور خلافت بنی امیہ پورے طور پر مسلم ہو گئی اور اسی حالت میں عبدالملک وغیرہ خلیفہ ہوے اوس وقت تک نہیں معلوم ہوتا کہ فدک کا تذکرہ کسی موقع پر آیا ہو کیونکہ اب تو ہر شخص کو اپنے جان کی فکر تھی اور اپنے ایمان کی کہ کیونکر بچتے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز جب ۹۹ھ میں خلیفہ ہوا اور کچھ مظالم میں کمی ہوئی تو اس کی بھی بات نکلی اور اوس نے فدک کو حوالہ بنی فاطمہ کیا جس سے وہ آگ دب گئی ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ کشف الظلمات صفحہ ۲۵ ج ۳۔

اس کے بعد پھر چھینا گیا اور مامون نے بعد پھر ۲۱۰ھ میں واپس کیا یہانتک کہ ۲۳۳ھ میں متوکل علی اللہ خلیفہ ہوا اور اوس نے پھر فدک چھین لیا ملاحظہ ہو کشف الظلمات صفحہ ۲۶ عبدالملک کا آخری زمانہ تھا کہ مذہبی اختلافات پیدا ہوئے اور گفت و شنید کا دروازہ

کھلا ایک طرف خود مسلمانوں میں مختلف مذاہب ہونیلگے دوسرے طرف غیر مذاہب
کی بھرمار ہوئی جس کے جواب میں فریقین کے علما متوجہ ہوئے اور آخر متوکل نے
خلافت پاکر مذہب اہلسنت کو رواج دیا اور اعتزال کا زور کم ہوا۔

اسی متوکل کیوقت سے خلافت عباسیہ کی کمزوری بھی شروع ہوئی اور جسقدر سلطنت
کمزور ہونے لگی اوسی قدر مخالفوں کی زیادتی ہونے لگی اور ہر شخص کو اوسکے رد اور
جواب کی فکر ہوئی جس سے فدک کے متعلق کوئی خاص بحث و مباحثہ کا وجود نہیں معلوم
ہوتا مگر یہ ضرور ہوگا ہر قسم کا مباحثہ ہوتا رہا۔

قاضی عبدالجبار جن کی مغنی کا آپ نے تذکرہ کیا ہو وہ بغداد کے قاضی القضاۃ تھے جن کے علم و
کمال کا شہرہ سن کر جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ جو جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ کے استاد
تھے اون کے دربار میں تشریف لے گئے جناب شیخ اگرچہ مجتہد شیعہ مشہور تھے مگر قاضی نے
ان کو کبھی دیکھا نہیں تھا نہ پہچانتے تھے جناب شیخ جاکر صف نعال میں بیٹھ گئے اور
کہا کہ قاضی صاحب اگر اجازت ہو تو ایک سوال کروں کہا پوچھو انھوں نے کہا کہ
حدیث غدیر جو مشہور ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں قاضی نے کہا حدیث
صحیح ہے تو شیخ مفید نے کہا مولی کے کیا معنے ہیں قاضی نے کہا اولی تو شیخ نے فرمایا
پھر یہ اختلاف یا خود کیسا ہے جب رسول کی تصریح موجود ہے قاضی نے کہا
بھائی یہ روایت ہو اور خلافت ابوبکر درایت ہے تو درایت کو چھوڑ کر روایت کو
کون مانتا ہے جناب شیخ نے اس مسئلہ کو چھوڑ دیا اور پوچھا کہ پھر اس حدیث کے بارے میں
کیا کہتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا حربک حربی و سلمک سلمی یعنی اے علیؑ جو تم سے لڑا
وہ ہم سے لڑا اور جس نے تم سے صلح کی اوس نے ہم سے قاضی نے کہا حدیث صحیح ہو تب شیخ
نے پوچھا پھر اصحاب جمل کے بارے میں کیا حکم ہو کہ بقول تمھارے وہ کافر ہوئے قاضی
نے کہا اونھوں نے توبہ کیا۔ جناب شیخ نے فرمایا کہ جنگ کرنا تو درایت ہو اور توبہ
کرنا روایت ہے اور تم خود پہلے کہہ چکے ہو کہ درایت کے مقابل میں روایت کیا چیز
ہے قاضی صاحب جواب سے عاجز ہو کر چپ ہو گئے کچھ دیر کے بعد پوچھا تم اکون

کیا نام ہو شیخ نے اپنا نام بتایا محمد بن محمد بن نعمان حارثی - اوس وقت قاضی صاحب اوٹھے
اور ہاتھ پکڑ کر لائے اور اپنے جگہ پر بٹھلایا اور کہا انت المفید حقا کہ بیشک تم شیخ
مفید ہو علمائے اہلسنت جو جمع تھے وہ اس واقعہ سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ایک شور
برپا ہوا تب قاضی صاحب نے کہا یارو ہم تو جواب سے عاجز ہیں اگر تم لوگوں کے پاس
کوئی جواب ہو تو کہو کہ یہ شخص یہاں سے اوٹھ کر اپنے جگہ چلا جائے مگر جب قاضی صاحب
سے جواب نہ ہو سکا تو شاگرد کیا جواب دیتے یہ خبر تمام بغداد میں مشہور ہوگئی جسکے بعد
عضد الدولہ نے جناب شیخ کو اپنے یہاں بلایا اور بکمال تعظیم سے پیش آیا ملاحظہ ہو
مجالس المومنین صـ۲۰۲

ہماری غرض اس حکایت سے یہ ہے کہ معلوم ہوا اوس زمانہ میں مناظرہ کا یہ طور تھا
کہ بالمشافہ گفتگو ہوتی اور حق پسندی کا اظہار کیا جاتا تصنیف و تالیف کا سلسلہ
اسطرح پر نہ تھا کیونکہ ہر شخص یا اکثر افراد صاحب علم ہوتے حدیثوں کے حافظ
معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبد الجبار معتزلی نے اسی قسم کے خفت مٹانیکو کتاب مغنی لکھا
کیونکہ جانتے تھے فرقہ شیعہ بوجہ خلافت بغداد کمزور رہے کوئی جواب نہ لکھ سکیگا
مگر اوسے کیا معلوم تھا کہ انہیں شیخ مفید کے شاگرد جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ
اوسکا جواب لکھینگے اور ایسا جواب کہ کوئی جواب پھر اوسکا نہ ہو سکے کیونکہ جہانتک
معلوم ہوا ہے اس کتاب شافی کا جواب کسی سنی سے نہ ہو سکا۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کا تذکرہ علمائے اہلسنت نے بھی لکھا ہے مگر اسطرح وکان یوم
وفاتہ مشہورۃ وشیعہ ثمانون الفا من الرافضۃ والشیعۃ واراح اللہ منہ
وکان موتہ فی رمضان سنہ ۴۱۳ھ تاریخ یافعی

کہ ان کے وفات کا روز مشہور تھا اسی ہزار شیعوں نے اون کے جنازہ کی تشییع کی
اور خدا نے سنیوں کو اس سے راحت دی ماہ رمضان میں ان کی وفات ہوئی
اس پر جناب قاضی نور اللہ شوستری اعلے اللہ مقامہ لکھتے ہیں کہ خبر وفات جناب
شیخ مفید جلیل ابو القاسم خفاف کو ملی جو ابن النقیب کے نام سے مشہور تھا اور مشہور

ہمارے اہلسنت سے تھا تو اس نے یہ خبر سن کر اپنے مکان کو آراستہ کیا اور سامان عیش و
طرب مہیا کیا اور اپنے شاگردوں کو کہا کہ ہمکو مبارکباد دو کہ اب ہمپر مرنا آسان ہو جب کہ
شیخ مفید کا مرنا دیکھ لیا ص۲۰۱

اسد التستری وجود ایک عالم شیعہ او نپر کیسا گراں اور ناگوار تھا کہ خبر وفات سنکر خوشی منائی
اور طالب مبارکباد ہوئے اور تاریخ میں لفظ اراح اللہ منہ لکھا۔

لسان المیزان جلد ۵ ص۳۶۸ میں ہے۔

محمد بن محمد بن النعمان الشیخ المفید عالم الرافضۃ ابو عبداللہ بن المعلم
صاحب التصانیف البدیعۃ وھی مأتا تصنیف طعن فیھا علی السلف لہ صولۃ
عظیمۃ بسبب عضد الدولہ شیعہ ثمانون الف رافضی مات سنۃ ثلاث
عشرۃ واربع مائۃ انتھی قال الخطیب صنف کتبا کثیرۃ فی ضلالھم والذب
عن اعتقادھم والطعن علی الصحابۃ والتابعین وائمۃ المجتہدین وھلک بھا
خلق الی ان اراح اللہ منہ فی شھر رمضان قلت وکان کثیر التقشف والتخشع
والاکباب علی العلم تخرج بجماعۃ وبرع فی المقالۃ الامامیہ حتی کان یقال لہ
علی کل امام منۃ وکان ابوہ معلما بواسط وولد بھا وقتل بعکبراء ویقال ان
عضد الدولہ کان یزورہ فی دارہ ویعودہ اذا مرض وقال الشریف ابو یعلی
الجعفری وکان تزوج ببنت المفید ما کان المفید ینام من اللیل الا ھجعۃ
ثم یقوم یصلی او یطالع او یدرس او یتلو القرآن

محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید۔ رافضیوں کے عالم تھے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف کیں جو تعداد
میں دو سو ہیں اس میں سلف پر (خلفائے ثلثہ وغیرہ پر) خوب طعن کیا بسبب عضد الدولہ
ان کی صولت عظیم تھی بوقت وفات اسی ہزار شیعوں نے ان کی تشییع جنازہ کی ۴۱۳ھ
میں وفات پائی خطیب نے لکھا ہے کہ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں شیعوں
کے گمراہی (ہدایت میں) اور ان کے اس عقیدہ کے تائید میں جو صحابہ و تابعین و ائمہ
مجتہدین پر طعن کرتے ہیں خدا نے ان کے موت سے راحت دی ماہ رمضان میں۔ ابن حجر

لکھتے ہیں کہ یہ بڑے زاہد و عابد تھے اور علم پر ہمیشہ متوجہ رہے ان کے سبب سے بہت سے علمانے کمال حاصل کیا کہا جاتا ہے کہ انکا احسان تمامی علما پر ہے ان کے باپ واسطی معلم تھے اور عکبرا میں شہید ہوئے کہا جاتا ہے کہ عضد الدولہ اکثر ان کے زیارت کو انکے مکان پر آیا کرتے ابو یعلی جعفری کہتے ہیں کہ عضد الدولہ کا عقد ان کے صاحبزادی سے ہوا تھا انکا معمول تھا کہ شب کو بہت کم سوتے تھے اوٹھ کر نماز پڑھتے یا مطالعہ کرتے یا درس دیتے یا تلاوت قرآن کرتے۔))

اگرچہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ اس مختصر میں آسکی ضرورت ہو کہ کسی مفصل تحریر میں لکھا جائے مگر اس سے آپ کو یہ ضرور معلوم ہو سکتا ہو کہ زمانہ سابق میں ذریعہ تحقیقات زیادہ تر یہی تھا کہ مناظرہ زبانی ہو جس سے فوری فیصلہ ہو جاتا مگر قاضی عبد الجبار معتزلی نے جب دیکھا کہ اس طرح اون کے مذہب کی کمزوری روز بروز کھلی جاتی ہے اس لیے اونھوں نے اسکا رنگ بدل دیا اور تحریری مناظرہ شروع کیا جس کے لیے اونھوں نے کتاب مغنی تصنیف کی جس کو کہہ سکتے ہیں کہ اس مناظرہ کی پہلی کتاب ہے۔

اگرچہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کے تصنیفات میں بھی ایک کتاب کا نام کتاب مسئلہ فی میراث النبی ہے مگر افسوس ہمکو وہ کتاب نہیں ملی دیگر تصنیفات کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک تصنیفیں ہیں وہ جواب میں مخالفین کے مثل اس کے کتاب الرد علی الجاحظ والعثمانیہ کتاب نقض المروانیہ کتاب نقض فضیلۃ المعتزلہ۔ کتاب النقض علی ابن عباد فی الامامۃ کتاب النقض علی علی بن عیسی الرمانی۔ کتاب النقض علی عبید اللہ البصری وغیرہ صدہا کتابیں جنکی تعداد دو سو مرقوم ہو۔

غرض علمائے شیعہ کی عمریں زیادہ تر انھیں مباحث میں تمام ہوئیں جس سے اس کی فرصت کم ملی کہ اور مطالب میں کتابیں لکھتے لہذا جو مولوی مہدی علیخاں صاحب نے لکھا ہمکو زمانہ سابق کی کتابیں شیعوں کی نہیں ملیں وہ درست ہے کیونکہ زمانہ ان کے کبھی موافق نہیں رہا۔

ہرحال جس قاضی عبدالجبار معتزلی کے کتاب مغنی کا آپ ذکر کرتے ہیں یہ بھی ان
لوگوں سے ہیں جنھوں نے اس روایت ہبہ فدک کو صحیح لکھا ہے چنانچہ اونکی عبارت
یہ ہے لسنا ننکر صحة ما روی من ادعائہا فدک فاما انہا کانت بیدھا فغیر مسلم
بل لوکانت فی یدھا لکان الظاھر انہا لہا فاذا کانت فی جملة الترکة فالظاھر انہا
میراث واذا کان کذلک فغیر جائز لابی بکر قبول دعواھا۔
یعنی ہم اوس روایت کے صحت کے منکر نہیں ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب سیدہؑ
نے ہبہ کا دعوے کیا مگر اس کو ہم نہیں مانتے کہ جناب سیدہ کا قبضہ بھی اس پر تھا کیونکہ اگر
ایسا ہوتا تو وہ اونھیں کا مال ہوتا اب چونکہ وہ منجملہ متروکات رسول تھا تو ضرور تھا کہ وہ
میراث قرار دیا جائے لہذا جائز نہ تھا کہ ابوبکر اونکا دعوے قبول کرتے۔
اس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کو صحت روایت ہبہ میں عذر نہیں ہے
مگر قبضہ سے انکار ہے کہ حضرت کا قبضہ نہ تھا بلکہ منجملہ میراث تھا جس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ
تک اس سے انکار نہیں تھا کہ جناب سیدہؑ نے ہبہ کا دعوے کیا تھا۔
قولہ اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے
لکھا اور اوسکا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے
سنہ ۴۳۲ ہجری میں لکھی گئی اس کے تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کامہلہ لم یات
مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامة العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل
کے بے مثل ہے کسی مولف اور مصنف نے ایسی کتاب کور چشم علمائے اہل سنت
کے رد میں نہیں لکھی۔
اقول جناب شیخ ابوجعفر طوسی کا نام محمد بن الحسن بن الطوسی ہے جنھوں نے
سنہ ۴۶۰ھ میں بمقام نجف انتقال فرمایا ممدوح نے ایک تفسیر لکھی تھی جو بیس جلد میں
تھی سنہ ۴۴۸ھ میں جب بغداد میں شیعہ و سنی کا فتنہ برپا ہوا تو آپ کا مکان جو محلہ کرخ
میں تھا جلا دیا گیا اوس میں آپکا کتب خانہ بھی جل گیا جس کو کل مورخین نے لکھا ہے
اوس کے بعد آپ نے نجف اشرف میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں آپکا قیام رہا

مجالس المومنین میں ہے کہ خلیفہ وقت القائم بامر اللہ کو یہ خبر پہونچائی گئی کہ یہ شیعہ ہیں اور گواہی میں کتاب مصباح پیش کی گئی جس کے زیارت عاشور میں یہ فقرہ ہے اللھم خص اول ظالم باللعن منی وابدا بہ اولا ثم الثانی ثم الثالث ثم الرابع اللھم العن یزید بن معاویہ خامسا۔ یعنی خداوند لعنت کر پہلے ظالم پر اور دوسرے اور تیسرے اور چوتھے ظالم پر اور پانچویں یزید پر

جناب شیخ ابو جعفر طوسی نے سب صحابہ سے انکار کیا جب یہ کتاب اون کی پیش ہوئی اور یہ فقرہ آیا تو جناب شیخ نے فرمایا اول سے مراد قابیل قاتل ہابیل ہے جس سے خونریزی کی ابتدا ہوئی اور دوسرے سے مراد عاقر ناقہ صالح جس نے حضرت صالح کے ناقہ کو پے لیا اور تیسرے سے مراد قاتل حضرت یحیی ہے اور چوتھے سے مراد عبد الرحمن بن ملجم مرادی ہے جو قاتل جناب امیر تھا خلیفہ نے جب اس جواب کو سنا تو شیخ کو بکمال احترام رخصت کیا اور غماز کو سزا کی صفحہ ۲۰۸

اس سے معلوم ہوا کہ علمائے شیعہ ہمیشہ کیسی مصائب میں مبتلا رہے اور اس پر بھی کیسی خدمتیں اسلام کی کرتے تھے جس سے آج تک اسلام باقی ہے۔

قولہ اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکما المتاخرین علامہ جلال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی بن مطہر حلی کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ شستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدابندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کیے گئے تھے مناظرہ کیا بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اون کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اس طور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہوگیا اور باوجودیکہ اوس زمانہ میں اہل سنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین

شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرات نہ کی یہ کتاب غالبا ساتویں صدی کے اخیر میں لکھی گئی ہو اور اسکے مصنف ۶۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ میں وفات پائی۔

اقول جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ اون مشاہیر علمائے شیعہ سے ہیں جو علامہ کہے جاتے ہیں اور یہ لفظ مطلقا دوسرے کسی کے نسبت نہیں کہا جاتا اونکی مدح و ثنا کیلئے ایک دفتر چاہیے لہذا جسقدر آیات بینات میں لکھا گیا ہو وہی کافی ہے۔

قولہ ساتویں صدی میں ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام **طرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف** ہے جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہیں جناب ممدوح ۵۸۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ ہجری میں اونھوں نے وفات فرمائی علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃ ایک ذمی کے نام سے لکھا ہے اور اوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اوس ذمی کے طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اون میں اکثر کو مالکی حنفی شافعی حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے زمانے میں تھے اور نہ اون کے اصحاب اور عقائد میں باہم متفق پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علمائے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اون سے سوالات کیے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور اون کے مذہب کی برائی اونھیں کی کتابوں سے ثابت کی گویا اس پیرایہ میں ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے اوس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک میں

نقل کیا ہے۔

اقول نہ معلوم اس میں کیا مصلحت تھی جو کتاب **طرایف** کا ذکر بعد علامہ حلی لکھا حالانکہ اون کی وفات ۶۶۴ھ لکھتے ہیں اور وفات علامہ ۷۲۶ھ جس سے معلوم ہوا کہ اون کی ولادت اور وفات مقدم ہے بہر حال چونکہ زمانہ ناسا عد تھا لہذا جس جس عنوان سے بن پڑا تحقیق حق کیا گیا کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں علمائے شیعہ کن کن مصائب میں مبتلا تھے اور سلطنت اونکی کیسی مخالف ہو رہی تھی۔

قولہ اس کے بعد قاضی نور اللہ شستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں اون میں سے **احقاق الحق** نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے جو جواب میں ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے

اقول چونکہ جناب قاضی نور اللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ کے حالات سے ایک زمانہ واقف ہے اس لیے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کے تصنیفات سے مجالس المومنین احقاق الحق. مصائب النواصب تمام دنیا میں مشتہر ہیں احقاق الحق ایسی ضخیم کتاب ہے کہ اگر کوئی کاتب تیز دست اوسکی نقل چاہے تو کم سے کم سال بھر سے کم میں نہ ہوگی مگر قاضی صاحب نے اس کتاب کو کل پانچ چھہ مہینوں میں تمام کیا۔

قولہ گیارہویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک **بحار الانوار** ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے اس کی آٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرہویں صدی میں ایک نیا دور شروع اور ہندوستان میں شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا تحفہ اثنا عشریہ کے شایع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں

اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے اوس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب سید محمد صاحب کی اون کتابوں میں سے ہے جس پر حضرت امامیہ کو بہت بڑا ناز ہے اور جو کچھ اوس میں لکھا ہے اوس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خاں صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں کہ ارادتا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ صلعم کافۃ الانس والجان اعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح ایں معضلہ را کہ مخالفین را بجاں بیان کافی و دافی الضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازاں بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست ایں فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر بیان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریرے آخر کہ خالی از تحدی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول و ثانی می سازد۔

سوائے ان کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی ہیں جن میں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے منجملہ اون کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانہ میں تھے دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی دوسری جلد خاص امامت کی بحث میں ہے تیسری کتاب لمعۃ الزہرا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۲۰۰ صفحے مطبوعہ ہیں اور اوس میں حضرت فاطمہ کے خطبہ کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون روایات اور مباحث کے جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب

دوم ناسخ التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے اس کے سوائے جو اور فارسی اور اردو میں رسائل لکھے گئے ہیں اون میں صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور راوی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کیے گئے ہیں۔

اقول ہم بہت شکرگذار ہیں کہ مولوی صاحب نے اس تاریخی حال کو نہایت صفائی سے لکھا مگر افسوس ہے تو اسکا کہ کتاب تشئید المطاعن کو اونھوں نے نہ لکھا حالانکہ درحقیقت اوس کتاب میں اس بحث کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور ایسے عنوان سے لکھا ہے کہ ہفت اقلیم کے اہلسنت بھی اوسکا جواب نہیں لکھ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی حیدر علی صاحب ایسا شخص جس نے ایک مختصر سے رسالہ تشئید المبانی کے جواب میں ہزاروں ورق سیاہ کر ڈالا ان کتابوں کا جواب لکھ سکا ازالۃ الغین میں صدہا مرتبہ رو چکے ہیں کہ ان کتابوں کا جواب چھپ سکا یعنی نہ ہو سکا۔

قولہ ان کتابوں میں جن کے نام ہمنے اوپر بیان کیے کتاب کشف الحق میں میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے اور ہبہ کا بعد اوس کے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اوس کے مصنف میراث کے دعوے کو غالباً ہبہ پر مقدم سمجھتے تھے اور فدک کی بحث میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعوے کیا تھا یا ہبہ کا عموماً علمائے امامیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء نے فدک کے متعلق دو دعوے کیئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھیں ہبہ کر دیا تھا اور اس پر متصرف اور قابض تھیں جب ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے تو اونھوں نے حضرت فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں اور یہ دعوے کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور میں اوس پر قابض تھی تمنے کیوں میرا قبضہ اوٹھا دیا اوس پر حضرت ابو بکر صدیق نے اون سے شہادت طلب کی حضرت فاطمہؑ نے حضرات علیؑ اور حسنینؑ

اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا اور ان سب نے حضرت فاطمہ کی تائید میں گواہی دی
مگر ابوبکر صدیق نے یہ کہا کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا اون کی گواہی کو رد کیا اور
فدک اونھیں واپس نہ کیا اس پر وہ خفا ہو گئیں اور بعد اوس کے میراث کا دعوے کیا
اس لیے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوے مقدم تھا
چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے میں جناب
مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے کما یقول المسئلة
الرابعة ان فاطمة ع هل ادعت المیراث اولاثم ادعت النحلة او بالعکس
ویستفاد من کلام اکثر العامة ان دعوی النحلة ظهرت منها بعد دعوی
المیراث وقالت الامامیة بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہ ع نے
پہلے میراث کا دعوے کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوے میراث کے بعد پیش کیا گیا اور امامیہ اس کے برعکس کہتے
ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے
ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعوے اہلسنت کے نزدیک بھی صحیح ہے مگر یہ دعوی
میراث کے دعوے کے بعد حضرت فاطمہ نے کیا تھا حالانکہ اہل سنت کے نزدیک
کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات
کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا اس لیے جو عمارت اس
روایت کی بنیاد پر حضرت امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہ ع سے شہادت طلب
کی گئی اور اونھوں نے حضرت علی ع اور حسنین ع اور ام ایمن کو شہادت میں پیش
کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اوس کو نہ مانا اور یہ عذر کر کے کہ از روئے احکام
شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے فاطمہ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اس پر بہت
طرح سے حضرت ابوبکر صدیق پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم وستم ثابت کیا ہے اور
سنیوں کے نزدیک فاطمہ اور علی اور حسنین کو جھوٹا اور خودغرض اور اپنے جلب
منفعت کے واسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب

منہدم ہوجاتی ہیں جب نفس دعوی کی نسبت کوئی صحیح روایت سنیوں کے یہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور اس باب میں حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اوس پر ثبت العرش ثم النقش کی مثل صادق آتی ہے اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریریں اور وہ پرجوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں ہباءً منثورا ہوجاتی ہیں اسی واسطے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے وللہ درّہ وعلی اللہ اجرہ

درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ دراول درباب مطاعن ابوبکر میراث می گفتند وچوں از عمل ائمہ معصومین و از روئے روایات ایں حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازیں دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند و طعن دیگر برآوردند کہ آں طعن سیزدہم است کہ ابوبکر فدک را بفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر برائے او ہبہ نمودہ بود و دعوای فاطمہ را مسموع نمود و از وے گواہ و شاہد طلبید الے قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن بایں تبیین علی اختلاف الروایات در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آں طلبیدن کمال سفاہت است

اقول افسوس کہ آجتک ہمنے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ سنی مولفوں نے ایمانداری سے اپنے خصم کے عبارت کو نقل کیا ہو کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو بہت کچھ حق کا تصفیہ جلد ہوجاتا یہ نزاع تو بہت قدیم ہے کہ جناب سیدہ نے ہبہ اور میراث فدک کا دعوے یکے بعد دیگرے کیا مگر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کے تحریر سے ایک تیسرا دعوی بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے شرح نہج البلاغہ صفحہ ۲۹۶ جلد ۲ جزو سادس عشر مطبوعہ ایران۔

واعلم ان الناس یظنون ان نزاع فاطمۃ ابابکر کان فی امرین فی المیراث والنحلۃ وقد وجدت فی الحدیث انہا نازعت فی امر ثالث ومنعہا ابوبکر ایاہ وھو سہم ذوی القربی قال ابوبکر احمد بن العزیز الجوہری اخبرنی

ابو زید عمر بن شبة قال حدثنی هارون بن عمر قال حدثنا الولید بن
مسلم قال حدثنی صدقة ابو معاویة عن محمد بن عبد اللہ بن محمد
عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر عن زید الرقاشی عن انس بن مالک
ان فاطمة اتت ابا بکر فقالت قد علمت الذی ظلفنا عنه اهل البیت
من الصدقات وما افاء اللہ علینا من الغنائم فی القران من سهم ذی
القربی ثم قرات علیه قوله تعالی واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسه
وللرسول ولذی القربی والیتامی الآیه فقال لها ابو بکر بابی انت وامی
ووالدک وولدک السمع والطاعة لکتاب اللہ ولحق رسوله وحق قرابته
وانا اقرء من کتاب اللہ الذی تقرئین منه ولم یبلغ علمی منه ان هذا السهم
من الخمس یسلم الیکم کاملا قالت افلک هو ولاقربائک قال بل انفق علیکم منه
واصرف الباقی فی مصالح المسلمین قالت لیس هذا بحکم اللہ تعالی فقال هذا
حکم اللہ فان کان رسول اللہ عهد الیک فی هذا عهدا واوجبه لکم حقا صدقتک
وسلمته کله الیک والی اهلک قالت ان رسول اللہ لم یعهد الی فی ذلک
بشیئ الا انی سمعته یقول لما انزلت هذه الآیه ابشروا آل محمد فقد
جاءکم الغنی فقال ابو بکر لم یبلغ علمی من هذه الآیه ان اسلم الیکم هذا السهم
کله کاملا ولکن لکم الغنی الذی یغنیکم ویفضل عنکم وهذا عمر بن الخطاب
وابو عبیدة بن الجراح وغیرهما فاسئلیهم عن ذلک وانظری هل یوافقک
علی ما طلبت احد منهم فانصرفت الی عمر فقالت مثل ما قالت لابی بکر
فقال لها مثل ما قال ابو بکر فعجبت فاطمة من ذالک وتظنت انهما قد کانا
تذاکرا ذلک واجتمعا علیه قال ابو بکر واخبرنا ابو زید قال حدثنا هارون
بن عمر قال حدثنا الولید عن ابی لهیعة عن ابی الاسود عن عروه قال
جاءت فاطمة ابا بکر علی فدک وسهم ذوی القربی فابی علیها وجعلها
فی مال اللہ تعالی قال ابو بکر واخبرنا ابو زید قال حدثنا احمد بن معاویه

عن هشیم عن جویبر عن الضحاک عن الحسن بن علی بن ابیطالب ان ابابکر منع فاطمة وبنی هاشم سهم ذوی القربیٰ وجعلہ فی سبیل اللہ فی الصلاح والکراع۔

یعنی لوگوں کا گمان یہ ہے کہ جناب سیدہ کی نزاع ابوبکر سے دو امر میں تھی ایک میراث میں دوسرے ہبہ میں مگر ہمکو حدیث میں ایک تیسری صورت بھی ملی ہے اور ابوبکر نے اوس دعوی کو بھی نہ قبول کیا۔

وہ دعوے متعلق سہم ذوی القربیٰ تھا ابوبکر احمد بن العزیز جوہری روایت کرتے ہیں انس بن مالک (صحابی) سے کہ جناب سیدہ ابوبکر کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا کہ تم جانتے ہو خدا نے ہم اہلبیت پر صدقہ کو حرام کیا ہے اور یہ بھی تمکو معلوم ہے کہ خدا نے مال غنیمت سے ہمارا حصہ مقرر کیا ہے۔ سہم ذوی القربیٰ میں چنانچہ فرماتا ہے واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی الآیہ کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو اوس میں پانچواں حصہ خدا کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور ذوی القربیٰ کے لیے اور یتیموں کے لیے آخر آیہ تک

ابوبکر نے کہا ہمارے ماں باپ اولاد تمپر اور تمہارے باپ اور اولاد پر فدا ہو کتاب خدا کے اطاعت کے لیے ہم حاضر ہیں اور حق رسول وحق قرابت سے بھی انکار نہیں قرآن سے جو کچھ آپ پڑھتے ہیں وہی ہم بھی پڑھتے ہیں مگر ہمارا علم جہاں تک پہونچا ہے اوس میں یہ نہیں ہے کہ پورا حصہ آپکو دیدیا جائے۔

جناب سیدہ نے فرمایا تو کیا سب تمہارا اور تمہارے اقربا کا حق ہے۔

ابوبکر۔ ہم اس مال سے آپ پر بھی کچھ خرچ کرینگے اور باقی کو مصالح مومنین میں خرچ کرینگے

جناب سیدہ نے فرمایا یہ تو حکم خدا نہیں ہے۔

ابوبکر۔ حکم خدا تو یہی ہے مگر رسول اللہ نے اگر آپ سے کوئی عہد کیا ہو اور حق آپکا واجب کیا ہو تو ہم آپ کی تصدیق کرینگے اور تسلیم کرنے کو طیار ہیں۔

جناب سیدہ۔ رسول اللہ ؐ نے اس بارے میں کوئی خاص عہد تو نہیں کیا مگر اس قدر سنا ہے کہ جب آیہ خمس نازل ہوا تو حضرت نے فرمایا خوش ہو اے آل محمد کہ تم لوگوں کو غنا اور تونگری آگئی ہے ابوبکر نے کہا ہم اس آیہ سے یہ نہیں سمجھتے کہ پورا حصہ تم کو دیدیں لیکن تم لوگوں کو غنا ہے کہ بے نیاز کردیگا اور فاضل ہوگا تم سے یہ عمر بن الخطاب اور ابوعبیدہ جراح وغیرہ موجود ہیں ان لوگوں سے

پوچھیے دیکھیے وہ آپ کی موافقت کرتے ہیں یا نہیں۔

جناب سیدہ وہاں سے اوٹھ کر عمر کے پاس آئیں اور جو کچھ گفتگو ابوبکر سے ہوئی تھی سب کو بیان کیا عمر نے بھی وہی کہا جو ابوبکر نے کہا تھا جس سے جناب سیدہ کو نہایت تعجب ہوا اور گمان کیا کہ شاید یہ دونوں اسکا تذکرہ پہلے ہو چکا تھا اور باخود دونوں اس پر اتفاق کر چکے تھے۔

یہ روایت صرف ابی الحدید ہی کی نہیں ہے جس کی نسبت یہ کہدیا جائے کہ وہ معتزلی تھا۔ بلکہ مسند امام احمد بن حنبل سنن ابوداؤد و ابویعلی و ابن جریر و بیہقی سے کنزالعمال میں بھی یہ روایت موجود ہے نیز ریاض النضرہ اور فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا میں بھی موجود ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ ۳ صفحہ ۲۴۸

مسند احمد بن حنبل صفحہ ۴ مطبوعہ بمبئی میں ہے۔

عن ابی الطفیل قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت فاطمۃ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ صلعم ام اھلہ فقال لا بل اھلہ فقالت فاین سہم رسول اللہ صلعم قال فقال ابو بکر انی سمعت رسول صلعم یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ جعلہا للذی یقوم من بعدہ فرایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ تعلم

اور کنزالعمال ملا متقی میں ہے حرف الالف کتاب الامارۃ خلافت ابی بکر۔

عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر الصدیق فقالت یا خلیفۃ رسول اللہ انت ورثت رسول اللہ صلعم ام اھلہ قال لا بل اھلہ قالت فما بال الخمس فقال انی سمعت رسول اللہ صلعم یقول اذا اطعم اللہ نبیا ثم قبضہ کانت للذی یلی بعدہ فلما ولیت رایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم ثم رجعت صفحہ ۱۳۰ جلد ۳

اور ریاض النضرہ محب طبری میں ہے عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت یا خلیفۃ رسول اللہ انت ورثت رسولہ ام اھلہ فقال لا بل اھلہ قالت فما بال الخمس فقال انی سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ

کانت للذی بعدہ فلما ولیت رایت ان اردہ علی المسلمین فقالت انت و رسول اللہ اعلم و رجعت اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ صـ۱۳ جلد اول۔

اور فصل الخطاب خواجہ پارسا میں ہے جاءت فاطمۃ الی ابی بکر رضی اللہ عنہما فقالت یا خلیفۃ رسول اللہ ص انت ورثت رسول اللہ ص ام اھلہ قال لا بل اھلہ قالت فما بال الخمس قال انی سمعت رسول اللہ ص یقول ان اللہ تعالی اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ کان للذی بعدہ فلما ولیت رایت ان اردہ علی المسلمین

خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہا کہ آیا رسول اللہ کے وارث تم ہو یا اون کے اہل تو ابوبکر نے جواب دیا کہ بلکہ اہل اون کے تو جناب سیدہ نے کہا خمس رسول کیا ہوا تو ابوبکر نے کہا ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جو کچھ خدا اپنے نبی کو طعمہ دیتا ہے وہ اوسکا ہوتا ہے جو بعد آپ کے قائم مقام ہو تو ہمنے مناسب جانا کہ اوس کو مسلمانوں پر رد کریں جناب سیدہ نے اسکے جواب میں فرمایا تو تو جانے اور جو کچھ رسول سے سنا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ نے کوئی دقیقہ احقاق حق کا اوٹھا نہ رکھا خواہ بحیثیت میراث ہو خواہ بحیثیت ہبہ خواہ بحیثیت سہم ذوی القربے مگر ابوبکر نے سب کو رد کیا اور کسی طرح نہ مانا۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ کتاب کشف الحق میں میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے تو یہ آپکی خوش فہمی ہے کیونکہ اصل عبارت اسطرح ہے کہ منع فاطمۃ ارثہا ۔ واخذ فدک من فاطمۃ وقد وھبہا ایاھا رسول اللہ صـ۲۲۳ احقاق الحق۔

یعنی ابوبکر نے منع کیا جناب سیدہ کو اون کے میراث سے ، اور لے لیا فدک کو حالانکہ رسول اللہ نے ہبہ کیا تھا اس سے یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ دو دعوی علیحدہ ہے بلکہ ممانعت بذریعہ حدیث موضوع ہے اور اخذ فدک بذریعہ قبضہ و دخل ساتھی لیئے فضل بن روزبہان نے یہ جواب دیا واما دعوی عنہا ارث فدک وانہا ہبۃ من رسول اللہ فلم یثبت فی الصحاح

یعنی دعوے جناب سیدہ بہ نسبت میراث فدک اور یہ کہ وہ ہبہ ہی رسول اللہ سے کسیطرح صحاح میں ثابت نہیں جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ یہ دو دعوے علیحدہ نہ تھا بلکہ ایک ساتھ تھا۔

جس کے جواب میں جناب قاضی صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں فکان خالصۃ لرسول اللہ و فیہا عین فوارۃ و نخیل کثیرۃ و ھی التی قالت فاطمۃ ان رسول اللہ نحلنیہا فقال ابوبکر ائتینی بذلک شہودا ۲۴؂ یعنی فدک کا حال بیان کرکے فرماتے ہیں اس میں چشمہ فوارہ تھا اور بہت سے درخت جس کے نسبت دعوی کیا تھا جناب سیدہ نے کہ رسول اللہ نے ہمکو ہبہ کیا تھا جب ابوبکر نے کہا کہ گواہ لائیے۔

غرض اگر یہ کلام مولوی صاحب کا ازراہ بدنیتی نہیں ہے تو ضرور آپکے اشتباہ ہوا کہ یہ مجوز علامہ دعوی وراثت کو مقدم سمجھتے ہیں اور دعوی ہبہ کو موخر حالانکہ یہ اونکے کلام سے ہرگز مترشح نہیں ہوتا اسی لیے مولوی صاحب نے اس کو یوں گھیر کر بیان کیا "اور اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اوس کے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالبا مقدم سمجھتے تھے" جس سے معلوم ہوا کہ خود اونکو اپنے اس دعوے پر تشفی نہیں ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم غلط دعوی کر رہے ہیں حالانکہ وہ تشئید المطاعن میں اس عبارت کو یقینا پڑھ چکے ہیں کہ سلطان العلما طاب ثراہ حاشیہ معالم میں لکھتے ہیں و لهذا ادعت الاعطاء اولا علی ما هو الواقع ثم المیراث ثانیا علی سبیل التسلیم والتنزل ۲۵؂

کہ جناب سیدہ نے پہلے دعوے ہبہ کیا جو واقعی تھا پھر میراث کا دعوی کیا بر سبیل تنزل و تسلیم جس سے معلوم ہوا کہ علمائے شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دعوی حصہ مقدم ہے۔

اگر مولوی صاحب شافی اور مغنی کو بھی دیکھے ہوتے تو اون کی تشفی ہو جاتی کہ دعوی ہبہ مقدم ہے کیونکہ قاضی عبدالجبار مغنی میں لکھتے ہیں و مما عظمت الشیعۃ القول فی امر فدک قالوا و قد روی ابو سعید الخدری انه لما نزلت و آت ذا القربی حقه اعطی رسول اللہ فاطمه فدک ثم قول عمر بن عبد العزیز مثل هذا و لسنا ننکر صحة ما روی من ادعائها فدک فاما انها کانت فی یدها فغیر مسلم صفحہ ۳۶۰ ابن ابی الحدید۔

یعنی شیعوں نے بہت کلام کیا ہے امر فدک میں حالانکہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیہ و آت ذا القربی حقه نازل ہوا تو رسول اللہ نے جناب سیدہ کو فدک دیا پھر عمر بن

عبدالعزیز نے بھی دیا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اس روایت کے منکر نہیں ہیں کہ جناب سیدہ نے فدک کا دعوی کیا مگر یہ امر غیر مسلم ہو کہ وہ ان کے قبضہ میں تھا اس کے جواب میں سید مرتضے فرماتے ہیں نحن نبتدی فندل علی ان فاطمة ما ادعت من نحل فدک الا ما کانت مصیبة فیه وان مانعها ومطالبها بالبینة معنت عادل عن الصواب لانها لا تحتاج الی شهادة وبینة صفحہ ۳۰۷

یعنی پہلے ہم قاضی ہی کے قول سے شروع کرتے ہیں کہ جناب سیدہ نے جو دعوائے ہبہ فدک کیا اوس میں وہ صادق اور مصیب تھیں اور مانع یا بینہ وگواہ کا طالب زبردستی کرنیوالا تھا اور حق سے عدول کرنیوالا کیونکہ اس میں نہ بینہ کی ضرورت تھی نہ شاہد کی۔

غرض جب یہ ہر طرح مسلم ہے کہ جناب سیدہ کا دعوی بنا بر ہبہ تھا تو اب اس قسم کے شکوک اور اوہام سے کیا فائدہ کہ کون مقدم تھا کون موخر کیونکہ اسکا تصفیہ تو خود جناب علم الہدے اوسی وقت کر چکے ہیں جبوقت عبدالجبار معتزلی نے اسکا تذکرہ کیا تھا چنانچہ عبارت مغنی یہ ہے وقد انکر ابو علی ما قاله السائل من انها لما حدث فی دعوی النحلة ادعته ارثا وقال بل کان طلب الارث قبل ذلک فلما سمعت منه الخبر کفت وادعت النحلة یعنی شیخ ابو علی جو اساتذہ صاحب مغنی سے ہو وہ کہتا ہے کہ سائل نے جو یہ کہا کہ جناب سیدہ نے پہلے ہبہ کا دعوی کیا اور جب وہ دعوی رد ہوا تو وراثت کا دعوی کیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ نہیں دعوی ارث مقدم تھا جب ابوبکر سے اوس حدیث کو سنا تو اوس دعوی سے باز رہیں اور ہبہ کا دعوی کیا۔

یہ قول ابو علی ہو مگر اسکی کوئی سند نہیں دی بلکہ صرف ایک دعوی ہو جسکے وہ مدعی ہیں بلا دلیل اسکے جواب میں جناب سید مرتضے فرماتے ہیں صفحہ ۳۰۷ ابن ابی الحدید۔

فاما انکار ابی علی لان یکون ادعاء النحل قبل ادعاء المیراث وعکسه الامر فیه فاول ما فیه انا لا نعرف له غرضا صحیحا فی انکار ذلک لان کون احد الامرین قبل الاخر لا یصحح له مذهبا ولا یفسد علی مخالفه مذهبا ثم ان الامر فی ان الکلام فی النحل کان المتقدم ظاهر والروایات کلها به واردة وکیف یجوز ان

نبتدئ بالميراث فيما تدعيه بعينه نحلة او ليس هذا يوجب ان تكون قد طالبت بحقها من وجه لا تستحقه منه مع الاختيار وكيف يجوز ذلك والميراث يشركها فيه غيرها والنحل تتفرد به ولا ينقلب مثل ذلك علينا من حيث طالبت بالميراث بعد النحل لانها في الابتداء طالبت منه بالنحل وهو الوجه الذي تستحق منه فدك فلما دفعت عنه طالبت ضرورة بالميراث ولمدفوع عن حقه ان يتوصل الى تناوله بكل وجه وسبب وهذا بخلاف قول ابي علي لانه اضاف اليها ادعاء الحق من وجه لا تستحقه منه وهي مختارة۔

یعنی ابو علی نے جو انکار کیا ہے تقدم دعوے ہبہ سے تو پہلے یہ ہی کہ نہیں معلوم اس سے کیا غرض ہے کیونکہ تقدم و تاخر کسی دعوے سے اونکو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس سے اونکو کچھ نفع ہے نہ ہمارا ضرر دوسرے یہ کہ روایتیں جتنی وارد ہیں وہ توبھی بتا رہی ہیں کہ دعوی ہبہ مقدم ہے تیسرے یہ کیونکر جائز ہے کہ جس امر میں مدعی ہبہ ہیں اوسی میں پہلے دعوی میراث کریں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ جناب سیدہ نے باوصف قدرت و اختیار وہ دعوی کیا جس کے رو سے وہ مستحق نہ تھیں چوتھے یہ کہ اگر دعوی میراث کرتیں تو اس میں وہ منفرد نہ ہوتیں کیونکہ اور بھی ورثہ تھے بخلاف ہبہ کہ اوس میں وہ منفرد تھیں اور یہ سب الزام ہمپر نہیں وارد ہوتا جو ہم قائل تقدم ہبہ ہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں پہلے حضرت نے دعوی ہبہ کیا جس سے وہ ہر طرح مستحق تھیں جب وہ دعوے نہ قبول کیا گیا تو میراث کا دعوی کیا کیونکہ حق دار کو ہر طرح حق ہے کہ وہ اپنا حق حاصل کرے جسطرح ہو سکے۔

علامہ ابن ابی الحدید ان اقوال کو لکھکر فیصلہ دیتے ہیں وما ذکرہ المرتضی ان الحال تقتضی ان یکون البدایۃ بدعوی النحل صحیح انتہی

کہ جو کچھ سید مرتضی نے لکھا ہے کہ مقتضائے حال یہی ہے کہ دعوی ہبہ مقدم ہو یہ صحیح ہے پھر حیف ہے کہ جب اس مناظرہ تحریری کی ابتدا ہوئی اوسی وقت سے جب اس کی بحث چلی آرہی ہے تو نہ معلوم مولویصاحب نے اوس سے کیونکر چشم پوشی کی اور علامہ کے طرف اسکی نسبت کی کہ اونھوں نے دعوی میراث کو پہلے لکھا افسوس دیانت و امانت اس فرقہ کی

ایسا مسلوب ہے کہ نقل قول مخاطب میں بھی دیانت کو راہ نہیں دیتے تو پھر کیا امید ہوسکتی ہے کہ یہ حق کو قبول کرینگے۔

پھر لکھتے ہیں اس لیئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا" مگر افسوس کوئی ذریعہ اسکا نہ بتایا کہ تصفیہ ہو تو کیونکر۔ کیونکہ جناب سید مرتضے نے تو دلائل عقلی و نقلی دونوں سے اسکا تصفیہ کیا کہ دعوی ہبہ مقدم تھا مگر آپ تو اسکا ذکر بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ جواب دیں حالانکہ وہ دلائل ایسے قوی ہیں کہ ابن ابی الحدید کو بھی ماننا پڑا کہ دعوے جناب سیدہ ہبت صحیح ہے۔

رہا آپ کا یہ کہنا حالانکہ اہلسنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں" ایسا دعوی ہے جس کی کوئی حد نہیں مگر شکر خدا کہ آپ نے اوس طرح کا دعا نہیں کیا جو شاہ صاحب فرما گئے ہیں کیونکہ وہ تو لکھتے ہیں دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است" جس سے معلوم ہوا کہ وہ مطلق وجود روایات کے کتب اہلسنت میں منکر ہیں اور آپ کے انکار میں یہ قید بڑھا دی گئی ہے "کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں"

یہ نتیجہ ہے مساعی جمیلہ علمائے اعلام شیعہ کا جنھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ کتب اہلسنت میں اسکی روایتیں موجود ہیں جس سے آپ کو بھی کسیطرح وجود روایات کا اقرار کرنا پڑا مگر اب اونکو صحیح نہ مانتے کیونکہ جب اپنی ضرورت پر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت سے انکار کر دیا جاتا ہے تو اور کسی روایت کے انکار صحت میں کب تامل ہوسکتا ہے۔

دیکھیے جس کتاب تشئید المطاعن کا نام مارے خوف کے آپنے بہت دھیمی آواز سے لیا تھا اوس نے شاہ صاحب کے اس فقرہ "در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست" کا کس بلند آواز سے جواب دیا ہے فرماتے ہیں انکار وجود ایں دعوی و شہادت در کتب اہلسنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ ایں دعوے در کتب کثیرہ و اسفار معتبرہ ایشان مذکور است مثل تصانیف عمرو بن بحر مورخ ابوبکر جوہری مغنی قاضی القضاۃ ملل و نحل شہرستانی

وکتاب الموافقہ ابن السمان ومعجم البلدان یاقوت حموی ومحلی ابن حزم ونہایت العقول۔ و
تفسیر کبیر مسمیٰ بمفاتیح الغیب وریاض النضرہ وکتاب الاکتفا وفصل الخطاب ومواقف وشرح
مواقف وجواہر العقدین ووفاء الوفا وخلاصۃ الوفا ہر سہ از سید سمہودی وحاشیہ صلاح الدین
رومی بر شرح عقائد نسفی از فقہا زائی وصواعق محرقہ وبراہین قاطعہ وصواقع کابلی ومقصد اقصیٰ
ومعارج النبوۃ وحبیب السیر وروضۃ الصفا ودر بسیارے ازیں کتب وقوع ایں شہادت
ہم بریں دعوی مذکور است ص۲۲۱ تشیید المطاعن۔

کیا جو روایت نہیں کتاب میں کتب معتبرہ اہلسنت سے مذکور ہو اوس کے نسبت کوئی
عاقل یہ کہہ سکتا ہے در کتب اہلسنت اصلاً موجود نیست۔

مولوی مہدی علیخاں مصنف آیات بینات نے اس عبارت کو ضرور دیکھا ہوگا اس لیے
یہ تو نہ کہہ سکے کتب اہلسنت میں نہیں ہے بلکہ یہ کہا کہ اہلسنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح
روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں ہے" جس سے وہ اس الزام سے تو محفوظ رہے کہ
بد بینات کے منکر ہیں مگر یہ الزام اون پر قائم رہا کہ اونھوں نے ایسے ایسے علما کو غیر معتبر
اور راوی روایت غیر صحیح قرار دیا حالانکہ ہر ہر عالم اونکا ایسا ہی کہ اونکی کفش برداری کی لیاقت
بھی شاہ صاحب کو یا مولوی مہدی علیخاں کو نہیں ہے۔

(۱) عمر بن شبہ کی روایت جواہر العقدین سید سمہودی میں اسطرح ہی کما فی تشیید المطاعن ص۲۳۱
قلت لزید بن علی وانا ارید ان اہجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من
فاطمۃ فقال ان ابا بکر کان رجلا رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا فعلہ رسول اللہ
فاتتہ فاطمۃ رض فقالت ان رسول اللہ صلعم اعطانی فدک فقال لہا ہل لک علی
ہذا بینۃ فجاءت بعلی فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الستما تشہدان
انی من اہل الجنۃ قالا بلی قال ابو زید یعنی انہا قالت ذلک لابی بکر وعمر قالت فانا
اشہد ان رسول اللہ صلعم اعطا فاطمۃ فدک فقال ابو بکر فرجل وامراۃ اخری
تستحقین بہا القضیۃ ثم قال وایم اللہ لو رجع الامر الی لقضیت بقضاء ابی بکر۔
یعنی راوی نے حضرت زید شہید سے کہا بایں غرض کہ کچھ ابوبکر کی ہجو کریں کہ ابوبکر نے

فدک کو جناب سیدہ سے نکال لیا تو جواب میں کہا ابوبکر مرد رحیم تھے وہ مکروہ سمجھتے تھے کہ حضرت عمر کے کسی عمل کے خلاف کریں جناب سیدہ نے آکر فدک کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہم کو رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے ابوبکر نے کہا کوئی گواہ بھی ہے جناب سیدہ حضرت علی و ام ایمن کو لائیں۔ ام ایمن نے کہا کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ ہم اہل بہشت سے ہیں ابوبکر نے کہا بیشک تب ام ایمن نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ نے ان کو فدک ہبہ کیا ہی ابوبکر نے کہا کیا تم چاہتی ہو کہ ایک عورت ایک مرد کے گواہی سے مستحق ہو جاؤ حضرت زید نے اس واقعہ کو بیان کر کے کہا قسم خدا کی کہ اگر یہ مقدمہ ہم تک رجوع کرتا تو ہم بھی مطابق فیصلہ ابوبکر حکم دیتے۔

آپ جانتے ہیں یہ حافظ عمر بن شبہ راوی روایت کیسے بزرگ ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی صفحہ ۹۰ جلد ۲ میں ہے۔

عمرو بن شبہ بن عبیدہ الحافظ العلامۃ الاخباری ابو زید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیہ وعبد ربہ ویحیی بن سعید القطان وعبد الوہاب الثقفی وعدہ وعنہ ابن ماجہ والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد خلق وکان بصیرا بالسیر والمغازی وایام الناس صنف تاریخا للبصرۃ وکتاب فی اخبار المدینۃ وغیر ذلک وثقہ الدار قطنی وغیرہ مات بسامرا فی جمادی الاخری سنۃ اثنتین وستین ومائتین ولہ تسعون الا اشہر

یعنی عمرو بن شبہ حافظ۔ علامہ اخباری ہیں صاحب تصانیف کثیرہ یوسف بن عطیہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور راوی ان سے ابن ماجہ ومحاملی وغیرہ ہیں عالم سیر ومغازی وحالات زمانہ تھے تاریخ بصرہ اور ایک کتاب اخبار مدینہ میں اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں دار قطنی نے ان کی توثیق کی ہے۔

اور مولوی صدیق حسین خاں صاحب تاج مکلل میں لکھتے ہیں ص ۵۳

ابو زید عمرو بن شبہ واسمہ زید وشبہ لقب ابن عبیدہ بن زید ویقال ابن ابی الطے النمیری البصری کان صاحب اخبار ونوادر واطلاع کثیر وصنف تاریخ البصرۃ

سمع منہ ابو محمد بن الجارود و سئل عنہ ابو حاتم الرازی فقال صدوق و روی عنہ الحافظ محمد بن ماجہ صاحب السنن وغیرہ ولد فی رجب ۱۷۳ھ و توفی ۲۶۲ھ و قیل ۲۶۳ھ بسر من رای رحمہ اللہ۔

عمر بن شبہ صاحب اخبار و نوادر تھے اور کثیر الاطلاع تاریخ بصرہ اون کی تصنیف ہے کسی نے ابو حاتم رازی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو کہا وہ صدوق ہیں انسے ابن ماجہ روایت کرتے ہیں ولادت ۱۷۳ھ وفات ۲۶۳ھ یا ۲۶۲ھ

پھر حیف ہے کہ کوئی سنی اس روایت کو غیر صحیح یا معتبر کہے حالانکہ امام دارقطنی اور ابو حاتم رازی جو جرح رواۃ میں بڑے سخت تھے اون کو صدوق کہتے ہیں اور ادن کا دسے ایک شاگرد ابن ماجہ کی سنن صحاح ستہ میں داخل کیجائے۔

(۳) مجد مورخ کی روایت خود وفا الوفا باخبار دار المصطفے صفحہ ۱۶۰ جلد ۲ میں ہے

واما ما ذکرہ المجد من ان فاطمۃ رض ادعت نحلۃ فدک فروی ابن شبۃ ما یشہد لہ عن النمیری بن حسان قال قلت لزید بن علی و انا ارید ان اہجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ رض فدک فقال ان ابا بکر کان رجلا رحیما و کان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلعم فاتتہ فاطمۃ فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لہا ہل لک علی ہذا بینۃ فجاءت بعلی رض فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشہد من اہل الجنۃ قال بلی قالت فاشہد ان النبی اعطاہا فقال ابو بکر برجل و امراۃ تستحقینہا او تستحقین بہا القضیۃ قال زید بن علی و ایم اللہ لو رجع الامر الی لقضیت بہا بقضاء ابی بکر

یعنی محمد مورخ نے فدک کے ترجمہ میں لکھا ہے جسکا مقتضی یہ ہے کہ عمر نے جو جناب امیر و حضرت عباس کو رد کیا اور جس میں خصومت ہوئی وہ فدک تھا اسی کے بارے میں جناب سیدہ نے دعوی کیا تھا کہ رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے جسپر جناب امیر و حضرت ام ایمن نے گواہی دی اور ابو بکر نے کہا اے بضعۃ الرسول ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے اس کے بعد جب فتوحات بڑہے تو عمر کا اجتہاد اسطرف معزول ہوا کہ واپس دیں جسپر جناب امیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنے حیات میں

اسکو فاطمہ کو دیا تھا اور عباس انکار کرتے تھے اور دونوں لڑتے جھگڑتے عمر کے پاس آتے اور وہ کہتے ہم فیصلہ نہیں کریں گے تم لوگ خود فیصلہ کر لو۔

ابوبکر جوہری کی عبارت شرح ابن ابی الحدید میں یہ ہے۔ فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لها هل لک علی ذلک بینة فجاءت بعلی فشهد لها ثم جاءت بام ایمن فقالت تشهد ان انی من اهل الجنة قال الا بلی ایوزید یعنی انها قالت ذلک لابی بکر و عمر قالت فانا اشهد ان رسول اللہ اعطا فاطمة فدک فقال ابوبکر فرجل و امرءة اخری تستحقین بها القضیة

ترجمہ وہی ہے کہ جناب سیدہ نے ہبہ کا دعوی کیا اور جناب امیر وام ایمن نے گواہی دی مگر ابوبکر نے کہا ایک مرد اور ایک عورت کے گواہی سے کیونکر مستحق ہو سکتی ہو۔ قاضی القضاة عبدالجبار کی عبارت پہلے لکھی جا چکی ہے علامہ عبدالکریم شہرستانی ملل ونحل میں لکھتے ہیں ص۲۳ خاتمة الفصل الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی ودعوی فاطمة علی نبینا وعلیها السلام وراثة تارة وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلک بالروایة المشهورة عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔

یعنی جناب سیدہ نے کبھی وراثت کا دعوی کیا اور کبھی تملیک کا مگر ہر دفعہ حدیث مشہور نحن معاشر الانبیاء کے ذریعہ سے وہ معصومہ رد کی گئیں تھیں

کتاب الموافقہ ابن السمان کی روایت فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا میں اسطرح ہے۔ قال ابن السمان فی کتاب الموافقة فی ذکر فاطمة رض وابی بکر جاءت فاطمة رض الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وهبها لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها قلت افعل فیها کما کان یفعل فیها ابی رسول اللہ۔

ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ ابوبکر کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا کہ فدک ہمکو دیدو کہ یہ رسول اللہ نے ہمکو ہبہ کیا ہے ابوبکر نے کہا دعوی آپکا سچ ہے مگر میں نے رسول اللہ کو دیکھا تھا کہ آپ لوگوں کو قوت دیکر اسے فقراء و مساکین پر تقسیم کرتے تھے پھر آپ کیا کیجئے گا فرمایا کہ جو کام رسول اللہ کرتے تھے وہی ہم بھی کریں گے

یاقوت حموی کی عبارت معجم البلدان سے احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ میں اسطرح ہے وھی التی قالت فاطمہ ان رسول اللہ نحلنیھا فقال ابوبکر اریدبذلک شھودا ولھا قصۃ یعنی فدک وہی ہے جسکا مطالبہ جناب سیدہ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے مجکو ہبہ کیا ہے جس پر ابوبکر نے کہا ہم گواہ چاہتے ہیں اور اسکا قصہ ہے۔

ابن حزم اندلسی کی عبارت محلی میں یہ ہے روی ان علی بن ابیطالب شھد لفاطمۃ عند ابی بکر الصدیق ومعہ ام ایمن فقال لہ ابوبکر لو شھد معک رجل او امرءۃ اخری لقضیت لھا بذلک محلی صفحہ ۲۳۵

یعنی جناب امیر نے اور ام ایمن نے گواہی دی جس پر ابوبکر نے کہا اگر ایک مرد یا ایک عورت اور ہوتی تو ہم آپکے مطابق فیصلہ کرتے۔

امام ابن حزم کوئی معمولی شخص نہیں ہیں خود مجتہد ہیں اور ایسے مجتہد کہ ائمہ اربعہ پر غالب آگئے تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۳ صفحہ ۳۴۳

امام ابن حزم الامام العلامۃ الحافظ الفقیہ المجتہد ابو محمد علی بن احمد وکان الیہ المنتہی فی الذکاء والحفظ وسعۃ الدائرۃ فی العلوم وکان شافعیا ثم انتقل الی القول بالظاھر ونفی القول بالقیاس وتمسک بالعموم والبراءۃ الاصلیہ وکان صاحب فنون فیہ دین وورع وتزھد وتحری الصدق وکتاب المحلی فی الفقہ علی مذھبہ واجتہادہ مجلد وشرحہ ھو المحلی فی ثمان مجلدات وتعلق بمذھب الشافعی ثم انتسب الی داؤد ثم خلع الکل واستقل بنفسہ وزعم انہ امام الائمۃ یضع ویرفع ویحکم ویشرع ۴۵۶ھ وفات

ابن حزم امام۔ علامہ حافظ۔ فقیہ مجتہد ہیں ابو محمد علی بن احمد نام ہے ذہن میں، ذکا میں حفظ میں اور وسعت دائرہ علم میں اون کے طرف انتہا ہے پہلے شافعی تھے پھر ظاہر ہوئے پھر خود دوسرا مذہب مستقل بنے اور دعوی کیا کہ وہ تمامی امت کے امام ہیں جو چاہیں حکم دیں جس حکم کو چاہیں وہ اوٹھا دیں شرع میں دخل دیتے اپنے محلی کتاب کی جو اپنے مذہب میں لکھی تھی آٹھ جلدوں میں شرح کی صاحب فتوی اور دین ودار ورع وزاہد تھے اور صدق وراستی کے بڑے پابند تھے تو پھر کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ انھوں نے جس روایت کو خاص اپنے مذہب کی کتاب میں

لکھا وہ روایت غیر صحیح یا غیر معتبر ہو مولوی صدیق حسن صاحب تاج مکلل میں لکھتے ہیں کہ شیخ عارف محی الدین بن عربی لکھتے ہیں وھذہ غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیئی عین ما ظھر کا یعرف انہ ھو کما رایت النبی ص وقد عانق ابا محمد بن حزم المحدث فغاب الواحد فی الاخر فلم یر الا واحد وھو رسول اللہ فھذہ غایۃ الوصلۃ وھو المعبر عنہ بالاتحاد ای الاثنین عین الواحد صفحہ ۱۵۔

کہ انتہائے وصلہ یہ ہے کہ دو شئی ایک ہو جائے کہ دو نہ معلوم ہوں چنانچہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ حضرت ابو محمد بن حزم محدث سے معانقہ کیا تو ایک شخص دوسرے میں غائب ہو گیا بجز رسول اللہ کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا اسکا نام اتحاد ہے کہ دو شخص ایک ہو جائیں۔

تو کیا ایسے شخص کیطرف گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی بنا کسی ایسی حدیث پر رکھے جو غیر صحیح یا غیر معتبر ہو

و نہایۃ العقول فخر رازی کی عبارت حسب ذیل ہے۔ قولہ ثانیا انہ منعہا فدکا قلنا لو وجب علیہ تصدیقہا فی ھذہ الدعوی لکان ذلک اما لما ذکروہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ لا یقال فیلزم ان تکون فاطمۃ ع طالبۃ ذلک من غیر بینۃ وذلک لا یلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی الحکم بالشاھد الواحد والیمین جائز علی ما ذھب الیہ بعضھم وان ابا بکر ما کان یذھب الی ذلک۔

یعنی یہ جو کہا کہ ابو بکر نے فدک کو روکا تو اسکا یہ جواب ہے کہ جناب سیدہ کے دعوی کی تصدیق اس وجہ سے لازم تھی کہ وہ معصوم تھیں تو اس کے متعلق لکھ چکے ہیں اور اگر گواہی کی وجہ سے لازم تھی تو ظاہر ہے کہ نصاب پورا نہیں ہوا اب اگر یہ کہو کہ پھر لازم آتا ہے جناب سیدہ بلا بینہ و ثبوت شرعی طالب تھیں جو کسی طرح اون کے شان کے لائق نہیں ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ ممکن ہے اون کا یہ مذہب ہو کہ ایک گواہ قسم کیساتھ حکم جاری ہے جیسا کہ اور دوں کا بھی مذہب ہے اور ابو بکر کا یہ مذہب نہ تھا

اس عبارت سے بھی بخوبی معلوم ہوا کہ امام فخر رازی بھی اس دعوی ہبہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ جناب

سیدہ نے دعوی ہبہ کیا اور گواہی شاہدی بھی گذری مگر ابوبکر نے نہ مانا۔

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ میں یہ ہے۔ الاول ان ھذہ الآیۃ ما نزلت فی قری بنی النضیر لانھم اوجفوا علیھم بالخیل والرکاب وحاصرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون بل ھو فی فدک وذلک لان اھل فدک انجلوا عنہ فصارت تلک القری والاموال فی ید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من غیر حرب فکان صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من غلۃ فدک نفقتہ ونفقۃ من یعولہ ویجعل الباقی فی السلاح والکراع فلما مات صلی اللہ علیہ وسلم ادعت فاطمۃ رضی اللہ عنھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نحلھا فدک فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ انت اعز الناس علی فقرا واحبھم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن ومولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطلب منھا ابوبکر رضی اللہ عنہ شاھد الذی یجوز قبول شھادتہ فی الشرع فلم یکن فاجری ابوبکر ذلک علی ما کان یجریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق منہ علی من کان ینفق علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویجعل ما یبقی فی السلاح والکراع وکذلک عمر رضی اللہ عنہ جعلہ فی ید علی رضی اللہ عنہ لیجریہ علی ھذا المجری وردّ ذلک فی آخر عھد عمر رضی اللہ وقال ان بنا غنی وبالمسلمین الیہ حاجۃ وکان عثمان رضی اللہ عنہ یجریہ کذلک ثم صار الی علی رضی اللہ عنہ فکان یجریہ ھذا المجری فالائمۃ الاربعۃ اتفقوا علی ذلک۔

خلاصہ مضمون وہی ہے کہ جناب سیدہؑ نے دعوی کیا کہ رسول اللہ نے فدک ہمکو ہبہ کیا ہے ابوبکر نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپکا دعوی سچا ہے یا کیا لہذا گواہ لایئے جناب سیدہؑ نے ام ایمن کو پیش کیا اور ایک غلام آزاد کردہ رسول اللہ کو۔ ابوبکر نے کہا ایسا گواہ لایئے جسکی شہادت شرع میں مقبول ہو مگر نہ لاسکیں لہذا ابوبکر اوسیطرح عمل کرتے رہے جو طریق عمل رسول تھا آخر میں عمر نے جناب امیر کے حوالہ کیا کہ مطابق عمل رسول عمل کریں پھر پھیر دیا کہ ہمکو اسوقت ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کو ضرورت ہے عثمان کا بھی یہی دستور رہا اور جناب امیر بھی اسی کے مطابق عمل کرتے رہے تو ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق رہا۔

کتب طبری کی عبارت ریاض النضرہ صفحہ ۱۳ جلد اول میں یہ ہے

وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ رضی اللہ
الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہبہا لی قال صدقت
یا بنت رسول اللہ ولکن رایت رسول اللہ صلعم یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل
بعد ان یعطیکم منہا قوتکم فما تصنعین بہا الخ

پھر دوسرے مقام پر ہے وعنہ عن زید بن علی وقد سال عن امر فدک قال ان فاطمۃ
ذکرت لابی بکر ان النبی اعطاہا فدک فقال ائتنی علی ما تقولین بالبینۃ فجاءت
برجل وامرأۃ قال ابو بکر رجل مع الرجل او امرأۃ مع الامرأۃ فاعیت فقال زید وایم
اللہ لو رجع القضاء الی لقضیت بما قضی بہ ابو بکر۔

کتاب علا الاکتفا ابراہیم بن عبد اللہ یمنی شافعی کی عبارت یہ ہے۔ ابن شیبۃ عن النمیری بن حسان
قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اہجن امر ابی بکر وعمر ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ
فدک فقال ان ابا بکر کان رجلا رحیما وکان یکرہ شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاتت فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک
فقال لہا ہل لک علی ہذا بینۃ فجاءت بعلی رضی اللہ فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن
فقالت الیس تشہد انی من اہل الجنۃ قال بلی قالت فاشہد ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اعطاہا فدک فقال ابو بکر فبرجل وامرأۃ تستحقیہا او تستحقین بہا القضیۃ
ثم قال زید بن علی وایم اللہ لو رجع الامر الی لقضیت فیہا بقضاء ابی بکر اخرجہ فی الموافقۃ
پھر اوسی کتاب میں ہے وعن ابی الجارود وسئل زید بن علی عن امر فدک فقال ان
فاطمۃ ذکرت لابی بکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہا فدک فقال ائتنی علی
ما تقولین بالبینۃ فجاءت برجل وامرأۃ فقال ابو بکر رجل مع الرجل وامرأۃ مع
الامرأۃ فاعیت ثم قال زید وایم اللہ لو رجع القضاء الی لقضیت بما قضی بہ ابو بکر
اخرجہ فی الموافقۃ

۱۳ خواجہ محمد پارسا کی عبارت سابقا مذکور ہوئی ملاحظہ ہو قول ابن السمان۔
۱۴ مع دعوی موافق شرح مواقف کی عبارت یہ ہے۔

فان قیل ادعت فاطمة ع انه ص نحلها ای اعطاها فدک نحلة وعطیة وشهد علیه علی ع والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شهادتهم فیکون ظالما قلنا الحسن والحسین فللفرعیة لان شهادة الولد لا یقبل لاحد ابویه واجداده عند اکثر اهل العلم وایضا هما کانا صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورهما عن نصاب البینة وهو رجلان او رجل وامراتان انتهی

۱۲
جواہر العقدین کی عبارت ۱۲ میں مذکور ہوئی۔

۱۳
وفاء الوفاء کی عبارت ۱۳ میں مذکور ہوئی اوس کے بعد خود مصنف کتاب لکھتے ہیں۔ واما ما ذکره المجد من ان فاطمة رضی الله عنها ادعت نحلة فدک فروی ابن شبة ما یشهد له عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اهجن امر ابی بکر ان ابابکر انتزع من فاطمة فدک فقال ان ابابکر کان رجلا رحیما وکان یکره ان یغیر شیئا ترکه رسول الله ص فاتته فاطمة فقالت ان رسول الله ص اعطانی فدک فقال لها هل لک علی هذا بینة فجاءت بعلی رض فشهد لها ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشهد انی من اهل الجنة قال بلی قالت فاشهد ان النبی اعطاها فقال ابوبکر برجل وامراة تستحقینها او تستحقین بها القضیة قال زید بن علی وایم الله لو رجع الامر الی لقضیت فیها بقضاء ابی بکر۔ ص ۱۳۱

۱۴
حاشیہ صلاح الدین رومی کی عبارت یہ ہے۔ ومن منع الارث وفدک بالنحلة وقع بین فاطمة وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معه مدة حیاتها کما فی التشیید ص ۲۳۱
یعنی چونکہ ابوبکر نے میراث جناب سیدہ کو اور دعوی ہبہ کو فدک سے ابوبکر نے روکا لہذا جناب سیدہ و ابوبکر میں بغض وتشاجر پیدا ہوا جس سے جناب سیدہ نے ابوبکر سے مدة العمر کلام نہیں کیا۔

۱۵
صواعق محرقہ ابن حجر مکی کی عبارت یہ ہے ص ۲۱ مطبوعہ مصر۔ ودعواها ان النبی نحلها فدکا لم تات علیها الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینة علی ان فی قبول شهادة الزوج لزوجته خلافا بین العلماء وعدم حکمه بشاهد ویمین اما لعله کونه ممن لا یراه ککثیرین من العلماء وانها لم تطلب الحلف مع من شهد لها وزعمهم ان الحسن والحسین وام کلثوم شهدوا لها باطل علی ان شهادة الفروع والصغیر غیر مقبولة وسیاتی عن الامام زید بن علی

بن الحسین رضی اللہ عنہما فعلہ ابو بکر و قال لو کنت مکانہ لحکمت بمثل ما حکم بہ
وفی روایۃ ثانی فی الباب الثانی ان ابا بکر کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ
رسول اللہ فاتتہ فاطمۃ رض فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال ھل لک بینۃ
فشھد لہا علی وام ایمن فقال لہا فبرجل وامرأۃ تستحقینہا ۱۲

یعنی جناب سیدہ نے جو دعوی ہبہ فدک کیا تو اوس پر بجز جناب امیر وام ایمن کوئی گواہ نہ لاسکیں
جس سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا حالانکہ علما کے یہاں اس میں اختلاف ہے کہ شوہر کی
گواہی زوجہ کیلئے قبول ہو سکتی ہے یا نہیں رہا یہ امر کہ ایک گواہ اور قسم پر کیوں نہ فیصلہ کیا گیا
(کہ گواہی کے بعد جناب سیدہ سے قسم لیجاتی) تو ممکن ہے کہ ابو بکر کی رائے میں یہ درست نہ ہو
جیسا کہ اکثر علما کا مذہب ہے یا یہ کہ چونکہ شہادت گذر چکی تھی حلف نہ طلب کیا گیا ہو۔

رہا یہ گمان کہ جناب امام حسن و امام حسین وام کلثوم نے گواہی دی تو یہ باطل ہے حالانکہ
شہادت فروع و صغیر غیر مقبول ہے اور قریب ہے کہ حضرت زید بن علی بن الحسین سے بروایت
آئے کہ اونھوں نے فیصلہ ابو بکر کی تصویب کی اور کہا کہ اگر ابو بکر کے جگہ ہم ہوتے تو ہم بھی یہی
فیصلہ کرتے دوسرے باب میں یہ روایت آتی ہے کہ ابو بکر رحیم تھے اور کسی امر میں تغیر دینا پسند نہ
کرتے تھے جو رسول اللہ کرتے تھے او حضرت سیدہ آئیں اور کہا کہ ہمکو رسول اللہ ہبہ کر گئے
ہیں تو ابو بکر نے کہا کوئی گواہ بھی ہے تو حضرت امیر و ام ایمن نے گواہی دی پھر ابو بکر نے کہا کہ ایک مرد
اور ایک عورت کے گواہی سے مستحق ہو جاؤگی۔

پھر باب دوم ۳ میں لکھتے ہیں واخرج الحافظ عمر بن شبہ ان زیدا ھذا الامام الجلیل
قیل لہ ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدک فقال انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا
ترکہ رسول اللہ فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال
ھل لک بینۃ فشھد لہا علی وام ایمن فقال لہا برجل وامرأۃ تستحقینہا ثم قال زید
واللہ لو رجع الامر فیہا الی لقضیت بقضاء ابی بکر انتھی۔

وہی روایت ہے جو کہ رند کو دہولی کہ ابو بکر نے جب فدک کو نکالا ہے تو جناب سیدہ نے
کہا رسول اللہ ہمکو فدک دے گئے ہیں جس پر ابو بکر نے گواہ طلب کیا اور جناب امیر وام ایمن نے

گواہی دی حضرت زید کہتے ہیں کہ اگر یہ مرافعہ ہمتک آتا تو ہم بھی یہی فیصلہ کرتے۔

براہین فاطمہ ترجمہ صواعق محرقہ تصنیف کمال الدین ابن فخر الدین جہرمی میں ہے

اما آنکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دعوی کرد کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فدک با و بخشیدہ و تملیک او کردہ۔ باین معنی علی رضی اللہ عنہ وام ایمن ادائے شہادت کردند بصحت نرسیدہ و برتقدیر وقوع دعوی تملیک او اتیان بعلی رضہ وام ایمن جہت ادائے شہادت چون نصاب بینہ کردہ و مرد است یا چہار زن باتمام نرسیدہ بود بنا براین ابوبکر رضہ در حکم تامل فرمود بدانکہ در قبول شہادت زوج برائے زوجہ خلاف میان علما است و اما آنکہ بیک گواہ و قسم حکم نکردہ است بنا برآنست کہ بسیارے گروہ از علما برین نرفتہ اند با آنکہ بعد ان شہادت یککس فاطمہ رضہ طلب یمین نہ کرد و ساکت شد و آنچہ زعم کردہ اند کہ حسن و حسین وام کلثوم رضی اللہ عنہم گواہی دادند آن زعم باطل است با آنکہ شہادت فرع و صغیر مقبول نیست و بعد ازین خواہد آمد روایت از امام زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم کہ رائے ابوبکر رضی اللہ را درین باب صواب دانست وگفت اگر بجائے ابوبکر من می بودم حکم میکردم ہمین طور کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کرد و ابوبکر رضی اللہ عنہ مردی رحیم بود و مکروہ میداشت کہ تغیر کند چیزے را کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گذاشتہ بود پس فاطمہ رضی اللہ عنہا نزد او آمد وگفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک را بمن عطا فرمودہ ابوبکر رضی اللہ عنہا گفت شاہدی درین باب است آنگاہ علی رضی اللہ عنہ وام ایمن گواہی دادند بعد ازان ابوبکر رضی اللہ عنہ گفت بشہادت مردے و زنے مستحق این می شوی باز زید رضوان اللہ علیہ گفت بخدا سوگند کہ اگر مرافعہ این امر نزدیک من میگذشت حکم میکردم بآنچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حکم کردہ است پھر لکھتے ہیں۔

روایت کرد حافظ عمر بن شبہ کہ با امام زید گفتند کہ ابوبکر از فاطمہ رضی اللہ عنہا انتزاع فدک نمود باز امام زید گفت انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال ھل لک بینۃ فشہد لھا علی وام ایمن رضی اللہ عنہما فقال لہا برجل وامرأۃ تستحقین ثم قال زید واللہ لو رجع الامر فیہا الی لقضیت بقضاء ابی بکر رضی اللہ عنہما یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ شخصی مہربان رقیق القلب بود و مکروہ میداشت کہ ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را از

حالیکہ بود تغیر نمایداً نگاہ فاطمہؓ نزد او آمد وگفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک را بمن داده است ابوبکر رضی اللہ عنہ گفت آیا ترا شاہدی دریں باب است پس علی و ام ایمن رضی اللہ عنہما گواہی دادند آنگاہ ابوبکر رضی اللہ عنہ گفت بشہادت مردی و زنی مستحق آن میشوی باز زید رضی اللہ عنہ گفت بخدا سوگند کہ اگر ایں امر بمن رجوع کردہ شدہ بود سہ آئینہ حکم میکردم بطریقی کہ ابوبکر رضی اللہ حکم کرد۔

[٢٢] صواعق خواجہ نصر اللہ کابلی میں ہے السابع انہ منع فاطمۃ فدکا وقد ادعت انہ وھبہا ایاھا فلم یصدق قولہا مع عصمتہا فجاءت بعلی وام ایمن فرد شہادتہما فغضبت عند ذالک وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا فقد اغضبنی وھو باطل لان الموھوب لا یصیر ملکا للموھوب لہ الا بعد التصرف وکان فی ید متصرف فیہ کما لاشیاء الی ان قضی نحبہ ولم یرد شہادتہما بل طلب امرأۃ اخری لیتم نصاب الشہادۃ فلو حکم لخالف النص انتہی۔

[٢٣] حبیب السیر میں ہے۔ در مقصد اقصی دریں عبارت مزبور است کہ بعضی گویند حضرت رسالت بسوئے فدک امیر المومنین علیؑ را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بر آں نہج کہ امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد وگفت حقتعالی میفرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت خویشان من کیستند وحق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک بدو دہ انچہ از آں خدا و رسول است در فدک ہم بدو دہ پیغمبر علیہ السلام فاطمہ را بخواند و از برائے او حجتی نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش ابوبکر آورد وگفت ایں کتاب رسول خدا است کہ از برائے من و حسن وحسین نوشتہ است انتہی کلامہ۔

روضۃ الصفا میں ہے۔ ودر مقصد اقصی بایں عبارت مذکور است کہ بعضی میگویند کہ حضرت رسالت بسوئے فدک حضرت امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بر آں نہج کہ امیر قصد ایشان نکند و حوائط خاص از آں رسول اللہ باشد پس جبرئیل فرود آمده وگفت حقتعالی میفرماید کہ حق خویشان بدہ رسول اللہ فرمود کہ خویشان [٢۴]

من کیستند وحق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوالۂ فدک را بدو وہ و انچہ ازاں خدا و رسول است در فدک ہم بدو دہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فاطمہ را بخواند و برائے او حجتی نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول اللہ علیہ السلام پیش ابوبکر آورد و گفت ایں کتاب رسولخدا است کہ برائے من و حسن و حسین نوشتہ انتہی و عبارت معارج بعد ازیں مذکور خواہد شد ایں ہمہ عبارات برای تکذیب و تجہیل و تفضیح و تخجیل مخاطب نبیل کہ بتشدد و مبالغہ انکار وجود روایت او علمائے ہبہ فدک در کتب اہلسنت نمودہ و از مفتریات شیعہ پنداشتہ و آوردن آنرا در مقام الزام اہل سنت وجوب ازاں طلبیدن کمال سفاہت انگاشتہ کافی و وافی ست و ہر چند مخاطب بظاہر بایں خرافت خود طعن و تشنیع بلیغ بر اہل حق زدہ لیکن بعد ملاحظہ عبارات ائمہ سنیہ واضح میشود کہ بحقیقت کمال تسفیہ و تحمیق اکابر اساطین خود پیش نظر داشتہ کہ ایشاں بایں روایت تمسک نمودہ اند و احتجاج و استناد و استشہاد باں فرمودہ بہر حال ہیچ عاقلی چنیں جسارت و خسارت شنیع اقدام نمی تواند کرد و ازیں جاست کہ کابلی پیر مفضل مخاطب چوں بر افادات ائمہ خود اطلاعی بہم رسانید و با وصف آنہمہ تعصب فاحش و عناد قبیح کہ جا بجا بر انکار امور ثابتہ ظاہرہ جسارت نمودہ تاب رد و ابطال این روایت نیافتہ بلکہ بطلب ابوبکر زنے دیگر تا کہ نصاب شہادت تمام شود تقریع ساختہ

معارج النبوۃ کی عبارت یہ ہے۔ و در مقصد اقصیٰ بایں عبارت مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ بسوئے خیبر امیر المومنین علی رضہ را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد برآں نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشاں نکند و حوالۂ خاص ازاں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حقتعالی میفرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوالۂ فدک را باو دہ و انچہ از خدا و رسول ہا است در فدک ہم باو دہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وے حجت نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت ایں کتاب رسولخدا است برائے من و حسن و حسین نوشتہ است انتہی۔

یہ کل عبارتیں ہمنے کتاب مستطاب تشئید المطاعن سے نقل کی ہیں اور جو کتابیں ہمارے پاس

تھیں اونکا صفحہ بھی دیدیا ہے پھر نہ معلوم شاہ صاحب نے یہ دعویٰ کیونکر کیا "دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن با حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی ان کتابوں کو نہیں دیکھا تھا تو اس سے کمال درجہ کی جہالت اون کی معلوم ہوتی ہے کہ ایسے ایسے معمولی کتابوں کو بھی نہ دیکھا حالانکہ کوئی عالم کمتر زمانہ میں ہوگا جو تاریخ روضۃ الصفا حبیب السیر وغیرہ کو نہ دیکھا ہو اگر یہ کہا جائے کہ اس کو وہ کتب اہلسنت سے نہیں سمجھتے تو کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ شاہ صاحب صواعق محرقہ شرح مواقف محلی ابن حزم وغیرہ کو اہلسنت کی کتاب نہ جانتے تھے حالانکہ اپنی غرض پر صدہا مقام پر انہیں کتابوں سے استدلال کیا ہے پھر بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ اعتراض لاجواب تھا اس لیے بجز اس کے چارہ نہ تھا کہ وجود روایت سے انکار کر دیں اگرچہ اہل علم کے نزدیک وہ مضحکہ صبیان قرار پائے کیونکہ منکر بدیہی کو تو کوئی بھی عاقل نہیں کہہ سکتا۔

طرہ تو یہ ہے کہ تحفہ کا سارا دارومدار ترجمہ صواقع خواجہ نصیر اللہ کابلی پر ہے مگر یہاں اگر اوس سے بھی گریز کیا اور اوس کے قول کو بھی نہ مانا جو صاف لکھتا ہے کہ ابوبکر نے ایک گواہ اور طلب کیا۔

اگر اس پر بھی تسکین نہ ہو تو سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۲ ملاحظہ ہو۔

ولعل طلب ارثها من فدك كان بعد ان ادعت ان النبي اعطاها فدكا وقال لها هل لك بينة فشهد لها على كرم الله وجهه وام ايمن فقال لها رضي الله عنه برجل وامرءة تستحقيها۔

یعنی جناب سیدہ کا مطالبہ فدک بطور ارث غالبًا بعد اوس مطالبہ کے ہے کہ بحیثیت ہبہ دعویٰ کیا تھا جس پر ابوبکر نے کہا تھا کوئی گواہ بھی ہے تو جناب امیر و ام ایمن نے گواہی دی جس پر ابوبکر نے کہا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے مستحق ہو جاؤ گی۔

اب مصنف آیات بینات غور کریں کہ اونکا دعویٰ کہاں تک قابل قبول ہے "حالانکہ اہلسنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعویٰ ثابت ہی نہیں کیونکہ ایک نہیں ستائیس[27] اٹھائیس[28] کتابوں سے اہلسنت کے ثابت ہے کہ جناب سیدہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا

اور ابوبکر نے گواہی طلب کی جناب امیر وام ایمن نے گواہی دی مگر ابوبکر نے نہ مانا اور اپنی
ذاتی غرض سے سب کو رد کیا۔

پھر ثابت ہے کہ جس بنیاد پر یہ عمارت طعن ابوبکر قائم کی گئی تھی وہ کیسی مستحکم اور مضبوط ہے کیونکہ تواریخ
سیر احادیث لغت جغرافیہ سب سے تو یہ ثابت ہو کہ جناب سیدہ نے بحیثیت ہبہ پہلے دعوی کیا اور
اوس کے بعد بحیثیت میراث پھر بحیثیت سہم ذوی القربے مگر دشمنان دین نے ایک کو نہیں مانا۔

آپ نے صاحب تحفہ کی عبارت تو بڑے جوش وخروش سے پیش کیا مگر تعجب ہے کہ اوس کے
جواب کو نہ دیکھ لیا کہ کس طرح اون کا دعوی خاک میں ملایا گیا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی
کام حیا کا ہو سکتا ہے۔

ہم تو سمجھتے تھے کہ جب اس طرح آپنے اس بحث کی تاریخ لکھی ہے اور تشئید المطاعن اور
طعن الرماح کا نام لکھا ہے تو ضرور اونکا بھی رد کریں گے اور اون کے اغلاط واکاذیب سے قوم کو
متنبہ کریں گے مگر یہ کیا معلوم تھا کہ آپ بھی وہی جھوٹا دعوی کریں گے جو شاہ صاحب کر چکے تھے
اور جوابوں کو دیکھ کر دم بخود رہ گئے ۔

مولوی صاحب دنیا کا قاعدہ ہے کہ جج یا جو اوس کے فیصلہ پر رضامند ہوتا ہے وہ فیصلہ کے حقیت کے
ثابت کرنے کی فکر کرتا ہے نہ یہ کہ اصل دعوی ہی کو غائب کر دے مگر یہ آپنے نیا ڈھنگ نکالا ہے
کہ اصل دعوی ہی کو غائب کرتے ہیں کہ جناب سیدہ نے ہبہ کا دعوی ہی نہیں کیا حالانکہ دعوے
ہبہ ایسا ثابت ہے کہ روئے زمین پر کسی سنی کی مجال نہیں جو اوس سے انکار کر سکے۔

بہرحال شاہ صاحب کا یہ دعوی ہو کہ درکتب اہلسنت اصلا موجود نیست " تو خاک میں مل چکا
اور آپ کا دعوے کہ وہ روایتیں صحیح اور معتبر نہیں ہیں عنقریب خاک میں ملایا جاتا ہے کیونکہ
آپ نے صرف ابوسعید کے نام کے مشترک ہونے سے درمیان ابوسعید خدری صحابی اور
ابوسعید کلبی قوم کو دھوکا دینا چاہا ہے جسکی حقیقت عنقریب ظاہر ہوتی جہاں آپ اسکی بحث کرینگے۔

قال ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے بجز اس کے کہ خود علمائے شیعہ نے تسلیم
کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ اوس کا دعوے ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضائی
شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھا ہے دمافی بعض الروایات انھا

ادعت الارث اولاً ثم ادعت النحلة فذلک علی تقدیر الصحة انما هو بلحاظ انها فی محل ارثها لا محالة فلما القوا الشبهة بنقل الروایة ادعت ما هو الواقع من حقیقة النحلة کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہو کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوس کی مستحق تھیں جب اوس میں ایک روایت نقل کر کے شبہہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوسکا دعوے کیا مگر چونکہ علمار امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو بعد اس کے اس لیے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اوس وقت جبکہ ہبہ کا دعوے فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

اقول جب آپ خود اقرار کر رہے ہیں "تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا" تو پھر بار بار ناحق کیوں اوس پر اصرار کر رہے ہیں حالانکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ جس وقت سے اس مسئلہ کی بحث تحریری شروع ہوئی اوسی وقت جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ نے دلائل عقلی و نقلی سے اس کو ثابت کر دیا ہے کہ دعوی ہبہ مقدم ہے اور ہم جناب سلطان العلما طاب ثراہ کی عبارت بھی لکھ چکے ہیں کہ دعوی ہبہ مقدم ہے پھر ہم نے سیرۃ حلبیہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی سے بھی ثابت کر دیا کہ دعوائے ہبہ مقدم ہے اور دعوائے ارث موخر پھر اوس سے الجھنا فضول ہے لمعۃ البیضا کی عبارت جو آپ نے نقل کی ہے اوس میں بھی یہ فقرہ علی تقدیر الصحة بتارہا ہے کہ مصنف کے نزدیک وہ روایت صحیح نہیں ہے پھر ناحق آپ تضییع اوقات کر رہے ہیں۔

قولہ۔ آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں۔

چونکہ حضرت امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی بنا پر حضرت فاطمہ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابوبکر صدیق کے سامنے دعوے کیا اس لیے بار ثبوت اون کے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں اگر وہ اسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابوبکر صدیق پر لگاتے ہیں اور اوس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں اون سے حضرت صدیق اکبر کو الزام دیتے ہیں

اون کے جوابات دیں لیکن اگر وہ اپنا دعوٰی ہی ثابت نہ کرسکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ برنبار فرض وتسلیم کے اون لغو وبیہودہ الزامات کا جواب دیں اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کریں اس لیئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابوں پر جن کے نام اوپر بیان کیئے گئے ہیں کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت اون کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہی اور کس قسم کی روایتیں کس قسم کی کتابوں سے بتایید اپنے دعوے کی اونھوں لئے بیان فرمائی ہیں

شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کیئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہو کہ جب آیہ ذات ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ پر اوسے رد کیا۔ اسی روایت پر کفایت فرمائی ہو اور شیعوں کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبدالجبار نے لکھا تھا کہ اگر جو شیعہ اس باب میں روایت پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہو اوسکی تردید میں ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہیں کی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدے کے نزدیک سوائے روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعوں میں مشہور ہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں اونھوں نے نہیں پائی ورنہ اوسی پیش فرماتے۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبہ فدک کی تائید میں نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق میں بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہیں آئی۔

اقول الحمد للہ جو بار شیعہ پر تھا اوس کو اونھوں نے کیا بلکہ اون کے ائمہ دین اور پیشوایان حق ویقین نے بخوبی ثابت کردیا کیونکہ ہمارے ذمہ بار ثبوت اسی قدر تھا کہ کتب اہلسنت سے اسکا ثبوت پیش کریں جس سے شاہ صاحب نے مطلقاً انکار کیا تھا کہ ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے اور علماء شیعہ نے ایک کتاب کے جگہہ پر بیس تیس کتاب کا حوالہ پیش کیا۔ رہا اون کا یہ کہنا

معتبر ہونا یا نہونا تو کبھی اسکی بحث ہی نہیں آئی۔ کیونکہ وہاں تو انکار ہی تھا اب آپنے یہ دوسری شق نکالی ہے کہ روایت کو صحیح و معتبر بھی ہونا چاہیئے تو جب تک اس کے وجوہ کو نہ بیان کریں تو ہم کیا ثابت کر سکتے ہیں۔

قولہ اس لیے ہم ایک تفصیلی نظر الخ

اقول اسی لیے نا قابل التفات و اعتماد ہے کہ آپ ذرا ابتدائی بحث میں کب اسکو نباہا جو آئندہ امید ہو کیونکہ بار بار آپ نے اس پر تکرار کیا ہو کہ کون دعوی پہلے ہوا کون پیچھے۔ جس کے متعلق ایک نہایت پر مغز تقریر علم الہدی کی شافی میں ہو چکی ہو جس پر آپ کے علامہ ابن ابی الحدید نے بھی کلام علم الہدی کے صحت کی تصدیق کی مگر آپ نے اوسکو چھوا تک نہیں بلکہ اوسی مذبذب حالت میں رکھ چھوڑا اسکے آیا اسکا تصفیہ ہوا ہے یا نہیں پھر ہم اس کی کب امید کر سکتے ہیں کہ آپ ایمانداری و دیانت داری سے ان مباحث پر تفصیلی نظر ڈالینگے۔

آپ نے شاہ عبد العزیز کا قول نقل کر دیا کہ "در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست" مگر اوس کے جواب پر جو کتاب **مستطاب** تشئید المطاعن اور طعن الرماح میں دیا گیا ہے اور روایات ہبہ کا وجود کتب معتمدہ اہلسنت میں دکھایا گیا ہے۔ آپ نے کوئی توجہ نہ کی بلکہ اپنی قوم پر یہ ثابت کر دیا کہ شاہ عبد العزیز کا انکار ایسا قوی اور وزنی ہے کہ علمائے شیعہ سے اوسکا کوئی جواب نہیں ہو سکا پھر آپ کے اس بیان پر کب اعتماد ہو سکتا ہے "ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابوں پر جن کے نام اوپر بیان کیے گئے کرینگے" کیونکہ جج کو یا مناظر کو ایماندار ہونا ضروری ہے کہ وہ جو فیصلہ کرے یا جس سے مناظرہ کرے دیانت داری اور راستی کیساتھ۔ بہر حال اگرچہ یہی دونوں باتیں آپکی سمجھ داری کو کافی ہیں مگر ہم آئندہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کس دیانت داری سے کام لیتے ہیں۔

قولہ شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کیے جانے کی الخ

اقول آپ کو شاید معلوم ہو کہ تصنیف جدید اور تصنیف جوابی میں بڑا فرق ہوتا ہے تصنیف جدید میں مصنف اپنے خواہش اور مرضی کے مطابق کلام کرتا ہے اور جسکو وہ چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے موخر بخلاف اون تصانیف کے جو کسی کتاب کے جواب میں ہوتی ہے اوس میں بھی التزام رہتا ہے

جو صحیح کے اوسکا جواب دیا جائے

دور نہ جایئے خود آپ اپنی تصنیف اسی آیات بینات کو دیکھئے جو بظاہر کسی کتاب کا جواب نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی تحقیقات کا آئینہ ہے اور اسکو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں "مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو بعد اس کے اس لیئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں" مگر افسوس عمل درآمد اس کے خلاف کیا کیونکہ پہلے بحث میراث کو لکھا جس کے جواب میں کشف الظلمات حصہ سوم مرتب ہو چکا اوس کے بعد اس بحث میں ہبہ کو اوٹھایا جسکا جواب اس جلد میں دیا جاتا ہے تو کیا اس سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ تیسرے حصہ میں تو ہبہ کا ثبوت دیا ہی نہیں گیا اب چوتھے جلد میں شروع کیا ہے ۔

یہی حال سمجھئے سید مرتضے طاب ثراہ کا کہ چونکہ قاضی عبد الجبار معتزلی صاحب مغنی نے ابتدائی بحث یہی قائم کی کہ جناب سیدہ کو میراث پہونچتی ہے یا نہیں اس لیئے جناب سید مجبور تھے کہ پہلے اوسکا جواب دیں اور چونکہ خود صاحب مغنی نے اسکو تسلیم بھی کر لیا کہ ہم صحت روایت کے منکر نہیں ہیں لہذا اب اس کی ضرورت بھی نہ رہی کہ اس پر اور دلائل دیئے جائیں کیونکہ جب فریق مخالف نے صحت روایت کو تسلیم کر لیا تو اب اس کی کیا ضرورت رہی کہ اوسکو مزید دلائل دیکر جائیں ۔

قولہ اور شیعوں کے اس قول کو نقل کر کے الخ **اقول** افسوس آپ کو پابندی مذہب اہلسنت اس کذب صریح کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے جو لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب نے لکھا تھا "وہ صحیح نہیں ہے" حالانکہ اون کی صریح عبارت تو یہ ہے ولسنا ننکر صحة ما روی من ادعائها فدک فاما انها کانت فی یدها فغیر مسلم ۔ یعنی ہم اس روایت کے صحت کے منکر نہیں ہیں کہ جناب سیدہ نے دعوی ہبہ فدک کیا مگر اس کو نہیں مانتے کہ اونکا قبضہ بھی تھا" جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اون کو روایت کی صحت تسلیم ہے اس کے جواب میں سید مرتضے علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وقد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکره صاحب الکتاب انه لما نزل قوله وآت ذا القربی حقه دعا النبی فاطمة فاعطاها فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعه بغیر حجة صفحہ ۲۰۷

کہ یہ روایت بہت سے طرق سے منقول ہو علاوہ اوس طریق کے جسکو صاحب کتاب قاضی نے لکھا ہو کہ جب آیہ وات ذا القربیٰ حقہ نازل ہوا تو حضرت نے جناب سیدہ کو بلا بھیجا اور فدک آپکو عنایت فرمایا۔

پھر جب جناب سید اس صراحت سے قاضی صاحب کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت بطرق متعددہ غیر اوس طریق کے وارد ہو جو صاحب کتاب نے ابو سعید سے روایت کیا ہو تو مولوی صاحب کا یہ کہنا "اس کی تردید میں ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت نہیں پیش کی" کس درجہ غلط اور افترا ہو کیونکہ وہ تو صاف کہتے ہیں بہت سے طریق سے یہ روایت منقول ہو۔

ہاں اگر آپ کا یہ مطلب ہو کہ جناب سید نے کسی خاص روایت کو نہیں لکھا تو مسلم ہو جس کی وجہ ظاہر ہو کہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ صدہا ہزارہا حفاظ حدیث موجود تھے اور سب کو یہ حدیث معلوم تھی لہذا ضرورت نقل نہ ہوئی چنانچہ مناظرہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ زبانی مناظرہ ہوا اور فریقین نے ایک دوسرے کے بیان کو تسلیم کیا اوس کے علاوہ خود اسی قول قاضی میں آپ نے دیکھ لیا کہ اونھوں نے بصراحت کہا لسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک ہم صحت روایت کے منکر نہیں ہیں حالانکہ آپ اور آپ کے اوستاد شاہ عبد العزیز صاحب مطلق منکر وجود روایت ہیں کتب اہلسنت میں پس چونکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ ہزاروں حافظ روایت کے موجود تھے اس لئے اس کی ضرورت نہ تھی کہ نقل روایت میں ناحق طول دیا جائے۔

دیکھئے اسی مبحث میں جناب سید لکھتے ہیں وقد روی ہذا المعنی من طرق مختلفۃ فمن اراد الوقوف علیہا واستقصاءہا اخذہا من مواضعہا یعنی یہ مطلب طرق مختلفہ سے بوجوہ مختلفہ وارد ہو جو اسکا احاطہ کرنا چاہے وہ اون محال سے اخذ کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اوس زمانہ میں یہ حدیث اس درجہ مشہور و معروف تھی کہ سند کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

پھر تعجب ہے کہ مولویصاحب کیونکر اس کی جرات کرتے ہیں جو فرماتے ہیں "اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائے اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کی

کے شیعوں میں مشہور ہو رہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں اونھوں نے نہ پائی ورنہ اسے پیش فرماتے، کیونکہ جناب سید کا کلام وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب پھر یہ فرمانا وقد روی ھذا المعنی من طرق مختلفۃ علی وجوہ مختلفۃ باواز بلند ندا کر رہا ہے کہ یہ روایت اون کے نزدیک مختلف طریق سے موجود تھی بربنائے شہرت اول طرق کو ذکر نہ کیا۔

اب کتاب شافی اور مغنی کو دیکھ جائیے تو معلوم ہو زیادہ تر مناظرہ بر بنیاد دلائل عقلی ہے دلائل نقلی جو آجکل مروج ہو وہ بہت کم ہے کہ ایک ایک حدیث کو صدہا کتب سے نقل کریں اسکی بنیاد زیادہ تر شاہ عبد العزیز صاحب کے تحریر پر پڑی کہ وہ ہر جگہ جہاں عاجز آگئے ہیں صاف کہدیتے ہیں کہ در کتب اہلسنت نیست جس سے کتاب مستطاب عبقات الانوار کی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں کہ شاہ صاحب یہ لکھکر چلے بنے کہ در کتب اہلسنت نیست یا ایں روایت معتبر نیست جس سے ایک ایک حدیث کے اثبات میں دو دو تین تین جلدیں لکھنی پڑیں ورنہ اس کے قبل حتی کہ احقاق الحق تک اسکی ضرورت نہ تھی کہ اسقدر شواہد پیش کیے جائیں کیونکہ پھر بھی اوس زمانہ میں علم تھا اور وہ بھی اسقدر کہ نوخم کر ایسا جھوٹ بولیں کہ در کتب اہلسنت اصلا نیست۔

دیکھیے جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ اسکے بعد پھر فرماتے ہیں ثم انّ الامر فی الکلام فی الفعل کان المتقدم ظاھروا لروایات کلھا بہ واردۃ کہ ہبہ کا دعوی مقدم تھا اور روایتیں اس کے بارے میں وارد ہیں بتا رہا ہے کہ صرف ایک ہی روایت نہ تھی بلکہ متعدد روایتیں اس بارے میں موجود تھیں۔

دیکھیے علامہ ابن ابی الحدید نے بعد نقل کلام سید کچھ تنقید بھی کی ہے مگر اس روایت کو جو پیش کیا گیا اور وہ مشہور تھی مطلق نہ چھوا لکھا تو یہ لکھا وسألت علی بن الفارقی مدرس مدرسۃ الغربیۃ ببغداد فقلت لہ اکانت فاطمۃ صادقۃ قال نعم قلت فلم لم یدفع الیھا ابو بکر فدک وھی عندہ صادقۃ فتبسم ثم قال کلاما لطیفا مستحسنا مع ناموسہ وحرمتہ وقلۃ دعابتہ قال لو اعطاھا الیوم فدک بمجرد دعواھا لجاءت الیہ غدا وادعت لزوجھا

وجہ ضبط فدک

الخلافة وزحزحته عن مقامه ولم يكن يمكنه الاعتذار والموافقة بشيء لانه يكون قد اسجل على نفسه بانها صادقة فيما تدعي كائنا ما كان من غير حاجة الى بينة ولا شهود وهذا الكلام صحيح وان كان اخرجه مخرج الدعابة والهزل صفحہ ۳۰۹ ابن ابی الحدید

کہ ہمنے علی بن فارقی سے سوال کیا جو بغداد کے مدرسہ غربیہ کے مدرس تھے کہ جناب سیدہ اپنے دعوی میں صادق تھیں یا نہیں تو جواب دیا کہ ضرور وہ صادق تھیں تو ہمنے کہا پھر جب ابوبکر بھی جناب سیدہ کو صادق جانتے تھے تو فدک کیوں نہیں دیا؟ اس کلام پر اونھوں نے تبسم کیا حالانکہ وہ بہت بڑے مہذب شخص تھے کہ کبھی کوئی کلام مزاح وغیرہ نہیں کہتے مگر کہا کہ اگر آج محض دعوے پر جناب سیدہ کو فدک دیدیتے تو کل وہ اگر اپنے شوہر کے لیے خلافت کی طالب ہوتیں تو پھر ابوبکر کے پاس کیا جواب تھا کیونکہ جب دعوی اول قبول کر لیا تو پھر دوسرے کے قبول میں کیا عذر ہو سکتا ہے

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں یہ کلام بہت صحیح ہے اگرچہ بطور مزاح ہی کہا ہو

اس لطیفہ سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ اوس زمانہ میں یہ خبر کیسی صحیح اور مشہور تھی کہ جناب سیدہ کو فدک بطور ہبہ ملا تھا پھر اس پر شواہد کی کیا ضرورت تھی۔ دیکھیے قاضی عبد الجبار نے جو دعوی کیا تھا کہ صحت دعوی ہبہ فدک تو صحیح ہے مگر قبضہ غیر مسلم ہے اسکا جواب جناب سید مرتضیٰ نے دیا تھا اوس پر لکھتے ہیں فانه لم یجب عما ذکره قاضی القضاة لان معنی قولها انها کانت فی یدها ای متصرفة فیها لکانت الید حجة فی الملک لان الید والتصرف حجة لا محالة فلو کانت فی یدها متصرفة فیها وفی ارتفاعها کما یتصرف الناس فی ضیاعهم واملاکهم لما احتاجت الی الاحتجاج بایة المیراث ولا بدعوی النحل لان الید حجة فهلا قالت لابی بکر هذه الارض فی یدی ولا یجوز انتزاعها منی الا بحجة وح کان یسقط احتجاجه بقوله نحن معاشر الانبیاء لا نورث لانها ما تکون قد ادعتها میراثا لیحتج علیها بالخبر وخبر ابی سعید فی قوله فاعطاها فدک یدل علی الهبة لا علی القبض والتصرف۔

یعنی جناب سید نے قاضی کے اس قول کا جواب نہیں دیا کیونکہ قاضی صاحب کے مطلب یہ تھا

کہ اگر فدک قبضہ و تصرف جناب سیدہ میں ہوتا تو بھی قبضہ اون کے ملکیت کی دلیل ہوتی
اگر وہ معصومہ دس برس میں اوسی طرح متصرف ہوتیں جسطرح اور لوگ اپنے جائداد و اراضی
میں متصرف ہوتے ہیں تو اسکی ضرورت نہ ہوتی کہ آیہ میراث سے استدلال کریں یا ہبہ کا دعوی کریں
کیونکہ قبضہ خود دلیل تھا جناب سیدہ یہی فرماتیں کہ زمین ہمارے قبضہ میں ہو اوسکا انتزاع بغیر حجت جائز
نہیں تو ابو بکر کو بھی اس کی ضرورت نہ پڑتی کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء پیش کرتے کیونکہ وہ
مدعی میراث نہ تھیں جو اس حدیث سے ابو بکر استدلال کرتے۔ اور حدیث ابو سعید اسکی دلیل ہو
کہ ہبہ ہوا نہ یہ کہ قبضہ و تصرف پر بھی دلیل ہو۔

ہماری غرض یہاں صرف اسی آخری جملہ سے ہو کہ ابن ابی الحدید بھی بلا نکیر اوس روایت
ابو سعید خدری کو تسلیم کرتے ہیں انکار ہو تو صرف قبضہ سے جو ایک جداگانہ بحث ہو پھر نہ معلوم
مصنف آیات بینات نے کیونکر یہ دعوی کیا کہ اور کوئی حدیث نہ پیش کی حالانکہ کلام سید میں متعدد
حدیثوں کا ذکر موجود ہو بوجہ شہرت اونکے اسناد و شواہد کو نہ پیش کیا۔

بحث قبضہ اب چونکہ مجملاً ذکر قبضہ آگیا ہو لہذا مختصراً ہم بھی کچھ اسکے متعلق لکھتے ہیں
تاکہ مطلب ناتمام نہ رہجائے قاضی صاحب کا کلام صرف اسی قدر ہو فاما انہا کانت فی
یدہا فغیر مسلم بل لو کانت فی یدہا لکان الظاہر انہا لہا یعنی قبضہ ہونا غیر مسلم ہو
بلکہ اگر اونکے ہاتھ میں ہوتا تو معلوم ہوتا اونکا قبضہ ہو۔

اس کے جواب جناب سید مرتضے فرماتے ہیں واما انکار صاحب الکتاب لکون
الفدک فی یدہا فما رأیناہ اعتمد فی انکار ذلک علی حجۃ بل قال لو کان ذلک فی
یدہا لکان الظاہر فی یدہا انہا لہا والامر علی ما قال فمن این انہ لم یخرج عن یدہا
علی وجہ تقتضی الظاہر خلافہ وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی
سعید الذی ذکرہ

یعنی قاضی نے قبضہ فدک سے انکار کیا ہو تو اس پر وہ کوئی دلیل نہیں لائے بلکہ کہا کہ
اگر قبضہ میں ہوتا تو جناب سیدہ کا ملک سمجھا جاتا تو اس پر کیا دلیل ہو کہ ابو بکر نے ایسی وجہ

نکالا کہ ظاہر اوسکا مقتضی ہو خلاف کا حالانکہ طرق مختلفہ سے منقول ہو کہ حضرت نے ہبہ کیا تھا۔

مقصود قاضی کو تو ابن ابی الحدید نے واضح کر دیا کہ اگر قبضہ ہوتا تو پھر کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر افسوس مطلب مجیب وہ نہ سمجھ سکے کیونکہ جناب سید فرماتے ہیں ابوبکر کسی قاعدہ اور قانون کے کب پابند تھے جو یہ کہا جائے کہ بلا حجت وہ نہ منتزع کر سکتے تھے کیونکہ حجت یا دلیل کی ضرورت تو اوس شخص کو ہوتی ہو جو کسی قاعدہ یا قانون کا پابند ہوتا ہو اگر وہ مسلمان ہوتے تو پہلے یہی سمجھتے۔ ہم جب مدعا علیہ ہیں تو فیصلہ کا ہمکو کیا حق ہو اور جب کلام رسول اون کے سامنے پیش ہوا تو پھر اونکو کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی کیونکہ حضرت کا حکم تو عین حکم خدا تھا اسی لیئے جناب سید نے اس حدیث کو پیش کیا جو ابو سعید خدری وغیرہ سے منقول ہو کہ حضرت نے فدک دیا تھا پس جب اس دلیل کو ابوبکر نے باوصف گواہی وشاہدی نہ مانا تو اسکو کب مانتے کہ فدک حضرت کے قبضہ میں ہے اور یہ دلیل ملک ہے۔

حالانکہ ہم نمبر ۷ امیں مقصد اقصی کی یہ روایت نقل کر چکے ہیں "جبرئیل گفت فاطمہ است حوالۂ فدک را با و دہ وانچہ از خدا و رسول است در فدک ہم با و دہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے او حجت نوشت وآں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر صدیق آورد وگفت ایں کتاب رسول خدا است برائے من وحسن وحسین نوشتہ است۔

پس جب نہ گواہی مانی گئی۔ نہ کتابت تو آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اگر جناب سیدہ کا قبضہ ہوتا تو سمجھا جاتا کہ آپکا مال ہو کیا قبضہ کی دلالت قول خدا و رسول بلکہ ان کے کتابت سے بھی زیادہ قابل اعتماد چیز ہے حالانکہ ہم صدہا اشخاص کا ناجائز قبضہ دیکھتے ہیں

پھر جواہر العقدین کی عبارت پہلے منقول ہو چکی ہے ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فدک کہ ابوبکر نے فدک کو جناب سیدہ سے چھین لیا کیا یہ کلام بغیر قبضہ کہا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ خود نہج البلاغہ میں جناب امیرؑ کا یہ فرمان جو آپ نے عامل کے نام لکھا تھا موجود ہے
بلی کانت فدک فی ایدینا من کل ما اظلته السماء فشحت علیها نفوس قوم و
سخت عنها نفوس آخرین و نعم الحکم اللہ ص ۲۹۶ جزو سادس عشر ابن ابی الحدید
کہ ہاں ضرور فدک ہم لوگوں کے ہاتھ میں تھا کل ان چیزوں سے جن پر آسمان نے سایہ
ڈالا تو ایک قوم نے اوس کے دینے میں بخل کیا تو اب بہترین حاکم خدا ہے۔ یہ کلام صاف بتا رہا
ہے کہ فدک حضرت کے قبضہ میں تھا اور لوگوں نے زبردستی چھین لیا۔

اس کے علاوہ خود ابوبکر کا کلام اوس بنا پر جو مشہور ہے جیسا کہ کلام مجید سورہ مریم میں بیان
مذکور ہوا اس کی دلیل ہے کہ جناب سیدہ کا قبضہ تھا کیونکہ جب تک قبضہ نہ اوٹھایا جائے مقدمہ پیش
نہیں ہوتا نہ اوس پر گواہی شاہدی لیجاتی ہے اگر بلا مخالفت قبضہ جناب سیدہ دعوی کرتیں
تو ابوبکر یہی جواب دیتے کہ آپ کا قبضہ تو نہیں ہے پھر ہبہ صحیح کیونکر ہوا۔ چنانچہ خود شاہ صاحب لکھتے
ہیں ابوبکر فاطمہ زہرا را در دعوی ہبہ تکذیب نکرد بلکہ تصدیق نمود لیکن مسئلہ فقہیہ بیان کرد
کہ مجرد ہبہ موجب ملک نمیشود تا وقتیکہ قبض متحقق نگردد و دریں صورت حاجت گواہ و شاہد
طلبیدن اصلا نبود جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا اوس پر قبضہ تھا۔ تب ہی حیثیت کے لیے
گواہ طلب کیا گیا۔ ورنہ اگر قبضہ نہوتا تو اسکی کیا ضرورت تھی یہی کہدیتے کہ جب قبضہ ہی نہیں
تو دعوی کیسا۔

غرض جناب سیدہ کی تقریر ایسی جامع و مانع ہے کہ کوئی جواب اوسکا ابن ابی الحدید سے
نہ ہو سکا اور یہی کہتے رہے کہ قبضہ نہیں ثابت ہوا حالانکہ معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے
کہ اگر قبضہ نہ تھا وہ قبضہ اوٹھایا نہ گیا تو مقدمہ کیونکر قائم ہوا کیونکہ کوئی مقدمہ بلا بنائے مخاصمہ نہیں
قائم ہو سکتا اور بنائے مخاصمہ یہی ہے کہ قبضہ وارث یا موہوب لہ اوٹھایا جائے جس پر مقدمہ دائر
کیا جاتا ہے۔

غور فرمایئے فدک مدینہ میں نہ تھا کہ ابوبکر اوس میں جاکر بیٹھ رہتے اور کہا جاتا کہ ابوبکر نے
قبضہ کر لیا بلکہ فدک مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے بس جبکہ وہاں سے عامل جناب سیدہ نکالا گیا تو

محمود نے جسنک کو خلعت لیکر قادر باللہ کے پاس بھیجدیا اور وہ بغداد میں جلا دیا گیا۔ (ابن اثیر)

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ابھی حاجی بغداد ہی میں تھے کہ محمود سبکتگین کا قاصد قادر باللہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ سلطان کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حاجیوں نے حاکم مصر کے خلعت جو بدمذہب ہے کیوں لے لئے۔ پس قادر باللہ کے حکم سے وہ خلعت حاجیوں سے چھینکر جلا دئے گئے ہونگے۔ روضۃ الصفا میں یہ واقعہ سنہ ۴۰۳ھ میں لکھا ہے اس سبب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ظاہر نے حاجیوں کو دو دفعہ خلعت دئے ہیں۔

سنہ ۴۱۶ھ میں ظاہر نے خود محمود غزنوی کو خلعت بھیجا محمود نے ایک مراسلہ کے ساتھ اُس خلعت کو قادر باللہ کے پاس بھیجکر دریافت کیا کہ اسے کیا کیا جائے۔ خلیفہ نے اسے بغداد میں جلوا دیا۔ اُس میں سے بہت سا سونا نکلا جو مفلس عباسیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

حالات شام

خلیفہ مصر کی طرف سے انوشتگین دزبری شام میں نائب تھا جسکے ماتحت دمشق۔ رملہ اور عسقلان وغیرہ کے علاوہ تھے بسنہ ۴۱۴ھ میں حسان بن مفرج امیر بنی طے اور صالح بن مرداس امیر بنی کلاب اور سنان بن علیان نے ملکر اتفاق کر لیا کہ حلب سے عانہ تک صالح لیلے۔ رملہ سے مصر تک حسان اور دمشق سنان لیلیوے۔ یہ اتفاق کر کے تینوں نے ایک ساتھ علم بغاوت بلند کر دیا۔ پس حسان نے آ کر رملہ میں دزبری کا محاصرہ کر لیا۔ دزبری تو عسقلان بھاگ گیا اور حسان نے رملہ فتح کر کے لوٹ لیا۔ اور باشندوں کو قتل اور شہر کو جلا کر برباد کر ڈالا (سنہ ۴۱۴ھ) اور اپنے فوجی دستے شام کے مختلف حصوں میں پھیلا دئے جو لوٹ مار کرتے ہوئے عریش تک جا پہنچے۔ اہل بلبیس اور اہل قرافہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور وہ قاہرہ کو بھاگ آئے۔ غرض حسان رملہ اور اسکے نواح پر قابض ہو گیا۔ اُدھر صالح بن مرداس نے اسی سال شہر حلب اور قلعہ حلب مصریوں سے چھین لیا۔ اور علاوہ حلب کے بعلبک سے عانہ تک کے تمام ملک پر قابض ہو گیا۔

سنہ ۴۲۰ھ میں ظاہر نے دزبری کے پاس بہت سی فوج روانہ کی کہ صالح بن مرداس اور حسان بن مفرج کی سرکوبی کرے۔ صالح اور حسان دونوں دزبری سے لڑنے پر متفق ہو گئے

اور صالح حلب سے چل کر طبریہ کے قریب حسان سے جا ملا۔ طبریہ کے قریب دریائے اردن پر بمقام اقحوانہ دزبری سے لڑائی ہوئی۔ صالح اور اسکا چھوٹا بیٹا مارا گیا دونوں کے سر مصر روانہ کیے گئے۔ صالح کا بڑا بیٹا ابو کامل نصر بھاگ آیا اور حلب میں اپنی حکومت جمالی اسکا لقب شبل الدولہ تھا۔ یہ ۴۲۹ھ تک حلب پر حکومت کرتا رہا مستنصر علوی کے زمانہ میں دزبری نے شبل الدولہ پر چڑھائی کی حماۃ کے قریب لڑائی ہوئی اور شعبان ۴۲۹ھ میں شبل الدولہ مارا گیا۔ اور رمضان ۴۲۹ھ میں دزبری نے حلب پر قبضہ کرلیا اور پھر رفتہ رفتہ دیگر بلاد شام پر قابض ہوگیا۔ اور اسکی شان اور قوت بہت بڑھ گئی۔ یہانتک کہ ۴۳۳ھ میں حلب ہی میں مرگیا۔

صالح بن مرداس کا ایک بیٹا معز الدولہ ابو علوان ثمال رحبہ میں تھا وہ دزبری کے مرتے ہی شہر حلب پر اور صفر ۴۳۴ھ میں قلعہ حلب پر قابض ہوگیا۔ اور ۴۴۹ھ تک آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اس نے ۴۴۰ھ اور ۴۴۱ھ میں مصری حملہ آور فوج کو شکست دی۔ تیسری دفعہ ۴۴۹ھ میں حلب انکے حوالہ کرکے صلح کرلی۔ مصریوں نے حسن بن علی بن ملہم کو حلب کا گورنر بناکر بھیجا اور مکین الدولہ خطاب دیا۔ اور ثمال بھی ۴۴۹ھ میں حلب مصریوں کے حوالہ کرکے مصر چلا آیا۔ اور اسکا بھائی عطیہ رحبہ چلا گیا۔ مگر اہل حلب نے ابن ملہم سے بغاوت کرکے شبل الدولہ کے بیٹے محمود کو بلا لیا اور اسنے جمادی الآخر ۴۵۲ھ میں حلب میں ابن ملہم کا محاصرہ کرلیا۔ اہل حلب محمود کے ساتھ ہوگئے۔ مصریوں نے ابن ملہم کو مدد بھیجی۔ مصری فوج قریب پہنچی تو محمود بھاگ گیا اور ابن ملہم نے حلب کے باغیوں کو گرفتار کرلیا۔ انکا مال چھین لیا۔ اور محمود کا تعاقب کیا۔ مگر محمود نے مار بھگایا۔ اور پلٹ کر پھر حلب کا محاصرہ کرلیا۔ اور شعبان ۴۵۲ھ میں شہر و قلعہ حلب پر قابض ہوگیا۔ اور ابن ملہم اور مصریوں کا سردار لشکر ناصر الدولہ حمدانی دونوں مصر کو واپس آئے محمود حلب کا مستقل حاکم بنگیا۔ ۴۵۳ھ میں ثمال کو فوج دیکر حلب پر روانہ کیا اسنے محمود کو بھگاکر حلب پر قبضہ کرلیا۔ ذیقعدہ ۴۵۴ھ میں ثمال مرگیا اور اپنے بھائی عطیہ کے لئے جو رحبہ میں تھا حکومت حلب کی وصیت کرگیا پس ثمال کے مرتے ہی عطیہ نے حلب پر

... کر کے عطیہ پر حملہ کیا اور عطیہ

۴۵۵ھ میں حلب پر قابض ہوگیا۔ عطیہ نے بھاگ کر رقہ پر قبضہ کرلیا مگر رقہ بھی اُس سے چھین لیا گیا اور وہ قسطنطنیہ جاکر رہنے لگا اور آخر ۴۶۵ھ میں وہیں مرگیا۔ ذیحجہ ۴۶۸ھ میں محمود بھی حلب میں حکومت کرتا ہوا مرگیا۔ اسنے ۴۶۳ھ میں حلب میں خلیفہ مستنصر علوی کا خطبہ قطع کرکے قائم عباسی کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ محمود کے بعد اُسکا بیٹا نصر حلب کا بادشاہ ہوا مگر ۴۶۹ھ میں ترکمان نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور نصر کا بھائی سابق حلب کا بادشاہ ہوا۔ ۴۷۲ھ میں شرف الدولہ مسلم بن قریش صاحب موصل نے اُس سے حلب کو چھینکر سلطنت موصل میں شامل کرلیا۔ ۴۷۹ھ میں حلب سلجوقیوں نے فتح کرلیا اور قسیم الدولہ اقسنقر کو وہاں کا گورنر بنایا اور تقریباً تمام شام پر اپنا تسلط بٹھالیا۔ حلب کے حالات ۴۲۷ھ تک خلیفہ ظاہر کے عہد سے متعلق ہیں اور بقیہ حالات خلیفہ مستنصر کے عہد میں گزرے ہیں۔ ہم نے تسلسل کے خیال سے یہاں ایک جگہ لکھکر ختم کردئے ہیں۔

صقلیہ ۴۱۴ھ میں رومیوں نے جزیرہ صقلیہ پر حملہ کرکے یہاں کے اکثر مقامات مسلمانوں سے چھین لئے۔ اور جزیرہ قلوریہ اُن سے بکلی خالی کرالیا۔ پھر رومیوں نے وہاں سکونت اختیار کرلی۔ اور اس انتظار میں رہے کہ بادشاہ کی بہن کے ساتھ اُنکے جنگی جہاز آجائیں تو اور نئے حملے شروع کردیں۔ معز بن بادیس کو یہ خبر ملی تو اُسنے چار سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا فوجوں اور مجاہدین سے بھر کر صقلیہ کی طرف روانہ کردیا۔ مگر افسوس یہ بیڑا ایک سخت بحری طوفان میں مبتلا ہوگیا اور جزیرہ قوصرہ میں پہنچکر ایسا تباہ ہوا کہ معدودے چند جہاز باقی بچے اور سب درہم برہم ہوگئے۔

وزارت خطیر ابوالحسن عمار ۷ ماہ تک ظاہر کا وزیر رہا۔ ربیع الاول ۴۱۲ھ میں قتل کردیا گیا۔ اور بدر الدولہ ابوالفتوح موسے بن حسین وزیر بنایا گیا۔ یہ بھی محرم ۴۱۳ھ میں معزول اور شوال ۴۱۳ھ میں پکڑ کر قتل کردیا گیا۔ اسکے پاس ۶ لاکھ ۲۰ ہزار دینار نکلے۔ اسکے بعد امیر شمس الملوک الملکین مسعود بن طاہر وزیر بنایا گیا۔ ۴۱۸ھ میں نجیب الدولہ ابوالقاسم علی بن احمد جرجرائی وزیر مقرر ہوا

ربیع الآخر سنہ ۴۰۴ھ میں اسکے دونوں ہاتھ حاکم نے کسی خیانت پر ناراض ہوکر کٹوا ڈالے تھے۔ جب ظاہر نے وزیر بنایا تو جرجرائی لکھنے کا کام علامہ قاضی ابو عبداللہ قضاعی سے لیتا تھا جو مصنف کتاب الشہاب کا ہے۔ جرجرائی اپنی وزارت کے زمانہ میں عفاف اور امانت زاہد اور احتراز اور تحفظ سے کام لیتا رہا۔ اور مسلسل ۱۷ سال ۵ ماہ ۱۵ دن فاطمیوں کا وزیر رہا۔ یہانتک کہ ۷ رمضان سنہ ۴۳۶ھ کو انتقال کرگیا۔ جرجرائی منسوب ہے جرجرایا سے جو عراق کا ایک قریہ ہے۔

قضاۃ

جب قاضی القضاۃ ابو العباس احمد بن محمد نے ربیع الاول سنہ ۴۱۸ھ میں انتقال کیا تو ابو محمد قاسم بن عبدالعزیز بن محمد بن نعمان اسکی جگہ مقرر ہوا اور جب وہ رجب سنہ ۴۱۹ھ میں معزول ہوا تو ابو الفتح عبدالحاکم بن سعید الفارقی مقرر ہوا جو مستنصر کے عہد میں ذیقعدہ سنہ ۴۲۹ھ میں معزول ہوا۔

سنہ ۴۲۷ھ (۸) ابو تمیم معد مستنصر باللہ سنہ ۴۸۷ھ

مختصر حالات

۱۵ شعبان سنہ ۴۲۷ھ کو ۷ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے جرجرائی بدستور وزارت پر قائم رہا۔ دزبری[1] شام کی گورنری پر بحال رہا۔ دزبری عادل، مدبر اور منتظم حکمران تھا۔ اس نے ملک شام کی بہت کچھ اصلاح کی ممالک غیر کے بادشاہ اسکی بڑی عزت و حرمت کرتے تھے اور رومی اس سے بہت ڈرتے تھے۔ مستنصر کے دل میں اسکی بڑی عظمت تھی۔ اس سبب سے وزیر جرجرائی اس سے جلتا تھا اور اسپر بغاوت کا الزام لگا کر سنہ ۴۳۳ھ میں جرجرائی نے دمشق پر فوج روانہ کردی۔ دزبری حماۃ کی طرف بھاگ گیا اور کچھ فوج بہم پہنچا کر حلب میں داخل ہوگیا مگر اسی سال نصف جمادی الاول کو انتقال کرگیا۔ دزبری نے سنہ ۴۲۹ھ میں شبل الدولہ پر چڑھائی کرکے اسے قتل کردیا اور حلب پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور سنہ ۴۳۳ھ میں حماۃ اور افامیہ کے درمیان رومیوں کو شکست دیکر انکا ایسا دھرّ توڑا کہ مدت تک مسلمانوں کو ستانے سے رک گئے۔

دزبری کے انتقال پر معز الدولہ ثمال نے صفر سنہ ۴۳۴ھ میں حلب کے تمام علاقہ اور حسان

---

[1] دزبری منسوب ہے دزبر جو حمیر کا ایک قبیلہ ہے ۱۲

ابن عمرح نے فلسطین پر اپنا تسلط جما لیا۔ حلب کے باقی حالات ظاہر کے عہد میں بیان ہو چکے ہیں۔

سنہ ۴۶۳ھ میں سلجوقیوں کے سردار اقسز نے رملہ اور بیت المقدس اور اُنکے قرب وجوار کے علاقے فتح کر لیے اور سنہ ۴۶۸ھ میں دمشق فتح کر کے مقتدی عباسی کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ اس وقت سے دمشق بھی خلفائے مصر کی حکومت سے نکل گیا۔ دمشق فتح کر کے اقسز نے شام کے اکثر اور علاقوں پر بھی اپنا تصرف جما لیا اور اذان میں سے حی علی خیر العمل نکلوا ڈالا۔ سنہ ۴۶۹ھ میں اقسز نے دمشق سے جا کر قاہرہ کا محاصرہ کر لیا مگر بدر الجمالی نے جو اس وقت مدبر سلطنت تھا اقسز پر حملہ کر کے ایسی بھاری شکست دی کہ وہ برے حالوں دمشق کی طرف واپس بھاگ گیا۔

سنہ ۴۸۲ھ میں مصری فوج نے حملہ کر کے شام کے ساحلی علاقے صور، صیدا، عکہ، جبیل وغیرہ پھر فتح کر لیے مگر باوجود کئی حملوں کے دمشق فتح نہ ہو سکا۔

افریقیہ (تونس) کے گورنر معز بن بادیس نے جو شیعوں سے بہت جلتا تھا سنہ ۴۴۳ھ میں مستنصر کے نام کا خطبہ قطع کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھ دیا۔ مستنصر نے وزیر یازوری کی صلاح سے عرب کے دو قبیلوں زغبہ اور ریاح کو معز کے پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے برقہ کی سکونت اختیار کی اور لوٹ مار مچانے لگے اور پھر اپنی تعداد بڑھا کر سنہ ۴۴۶ھ میں طرابلس فتح کر لیا۔ اور افریقیہ (تونس) میں گھس کر آگ لگانی شروع کر دی۔ اور قیروان سے تین منزل پر بمقام حیدران ان عربوں کی سو ہزار فوج نے معز کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست دی اور دو اور سخت لڑائیوں میں شکست فاش دیکر قیروان کے محلے میں آ اُترے۔ سنہ ۴۴۶ھ میں باجہ فتح کر لیا اور سنہ ۴۴۹ھ میں قیروان میں گھس گئے۔ معز مہدیہ بھاگ گیا عربوں نے اور بھی کئی مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔ یہاں تک کہ معز سنہ ۴۵۳ھ میں مر گیا اُسکا بیٹا تمیم بادشاہ ہوا۔ اُسنے سنہ ۴۹۱ھ میں عربوں کو شکست دیکر قیروان اور بعض دیگر علاقوں سے نکال دیا۔ اور سنہ ۴۹۲ھ میں باغیوں سے ملک کو پاک کر کے آزادانہ حکومت کرنے لگا اور سنہ ۵۰۱ھ میں مر گیا۔

سنہ ۴۴۲ھ میں علی بن محمد صلیحی نے یمن میں مستنصر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سنہ ۴۵۰ھ میں بساسیری
نے عباسی خلیفہ قائم کو قید کر کے اُسکے کپڑے اور عمامہ وغیرہ مصر بھیجدیا اور ایک سال تک
بغداد میں مستنصر کا خطبہ پڑھا۔ سنہ ۴۵۱ھ میں مستنصر کی دعوت بصرہ۔ واسط اور ان کے
مضافات میں قائم ہو گئی۔ مگر پھر طغرل بیگ سلجوقی نے آکر بساسیری کو قتل کروا ڈالا اور
قائم کو دوبارہ خلیفہ بنایا۔ سنہ ۴۶۲ھ میں مکہ اور مدینہ سے خلفائے مصر کا خطبہ منقطع ہو کر
پھر عباسیوں کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ سنہ ۴۴۲ھ میں بنی قرہ نے بغاوت کر کے جیزہ میں آکر
ڈیرے ڈالدیے بسخت لڑائی کے بعد بنی قرہ نے اطاعت قبول کی۔ سنہ ۴۴۴ھ میں عباسیوں نے
ان علوی خلفا کے قدح نسب میں محضر تیار کرا کر اُسکی نقلیں شہروں میں شائع کر دیں۔ سنہ ۴۵۶ھ
سے سنہ ۴۶۴ھ تک مصر میں ایسا سخت قحط پڑا اور بشیار مصری فاقہ سے مرگئے اور بشیار
ملک چھوڑ کر بھاگ گیے۔ اس وقت فاطمی سلطنت مصر کی کشتی گرداب فنا کے قریب آگئی تھی۔
مگر سنہ ۴۶۶ھ میں ایک بڑا مدبر اور منتظم سردار وزیر بنایا گیا جو بدر الجمالی کے نام سے مشہور ہے
یہ شخص ارمنی اور بڑا پکا امامی اثنا عشری تھا۔ مستنصر کے حق میں خوش نصیبی کا فرشتہ ثابت ہوا
اس نے اس کشتی کو ڈوبتے ڈوبتے بچالیا اور بربادی کے بعد مصر کو پھر آباد کر دیا۔ طرابلس شام
صور۔ عکہ وغیرہ جو مصر کی سلطنت سے نکل گئے تھے واپس لے لئے۔ مصر کی بغاوتوں کو فرو کیا
اور ملک کا انتظام بالکل درست کرلیا۔

مصر میں ترکی غلاموں کا زور بہت بڑھ گیا تھا اُنکا زور توڑنے کے لئے جدید غلام بھرتی
کئے گئے۔ ان دونوں میں رشک وحسد بڑھتے بڑھتے جنگ کی نوبت پہنچی۔ قائد القواد ناصر الدولہ
ابو علی حسین بن حمدان نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ کئی لڑائیوں کے بعد ترکوں نے فتح پائی
اور قاہرہ میں ناصر الدولہ اور ترکوں کا طوطی بولنے لگا۔ بادشاہ سے زبردستی بڑی بڑی رقمیں
وصول کرنے لگے۔ خزانے خالی ہو گئے۔ شاہی سامان واسباب فروخت ہوتے ہوتے بادشاہ [illegible]

لہ مگر سنہ ۴۳۵ھ میں معز کے پوتے یحییٰ ابن تمیم نے مصلحت وقت دیکھکر پھر مصر کے علوی خلیفہ کا خطبہ
جاری کر دیا۔ مصر سے خلعت وانعام اُسکو بھیجا گیا اس وقت سے یہ حکمرانان بنی زیری خلیفہ مصر
کا خطبہ پڑھتے رہے یہانتک کہ سنہ ۵۴۳ھ میں رجار (روجر) نصرانی بادشاہ صقلیہ نے مہدیہ فتح [illegible]

فقیر ہو گئے۔ چونکہ ناصر الدولہ جو رقمیں بادشاہ سے وصول کرتا تھا اُس میں سے ترکوں کو
بہت کم دیتا تھا اس سبب سے ترک اُس سے بگڑ گئے اور مستنصر سے کہکر ناصر الدولہ کو قاہرہ
سے نکلوا دیا۔ ناصر الدولہ نے آدمی جمع کرکے قاہرہ پر چڑھائی کی۔ بادشاہ خود ترکوں کے ساتھ
ہو کر ناصر الدولہ کے مقابلہ کو آئے اور اُسے شکست دیکر بھگا دیا۔ ناصر الدولہ نے پھر چڑھائی
کی۔ شاہی فوج نے جو اُسکے مقابلہ کو بھیجی گئی شکست کھائی۔ ناچار ترکوں نے ناصر الدولہ کو
صلح کا پیغام بھیجا اس شرط پر صلح ہوئی کہ تاج الملوک شادی ناصر الدولہ کا نائب قاہرہ میں
رہے وہ قاہرہ سے ناصر الدولہ کے پاس بھیجتا رہے اور اُسکے ساتھ اور اسکے مقابلہ میں کسی
کو حکم دینے کا اختیار نہو۔ شادی قاہرہ میں رہنے لگا مگر ناصر الدولہ کو کچھ مال نہ بھیجتا تھا
ناصر الدولہ نے چڑھائی کی شاہی فوج نے شکست دیکر بھگا دیا۔ ناصر الدولہ نے
اسکندریہ اور دمیاط پر قبضہ کرکے وہاں سے مستنصر کا خطبہ قطع کر دیا۔ پھر قاہرہ میں آگیا
اور مستنصر کے سو دینار روز مقرر کر دئے اور خود آزادانہ حکومت کرنے لگا۔ ناصر الدولہ کی
ان حرکتوں کی خاص وجہ یہ تھی کہ وہ سُنی ہو گیا تھا۔ اور بادشاہ سے مذہبی عناد رکھتا تھا
اور مغربی جو سُنی تھے اُسکے مددگار ہو گئے تھے۔ وہ قاہرہ میں قائم عباسی کا خطبہ پڑھوانا
چاہتا تھا۔

پس ناصر الدولہ اطمینان اور بیفکری سے مصر میں حکومت کر رہا تھا کہ ۴۶۵ھ میں اُسکی
عمر کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ چند ترک سرداروں نے اُسکے محل میں گھسکر اُسے قتل کر ڈالا اُسکی
بھائی فخر العرب اور تاج المعالی بھی قتل کر دئے گئے۔

۲۹ جمادی الاول ۴۶۶ھ کو بدر بن عبد اللہ جمالی قاہرہ میں داخل ہوا۔ بادشاہ نے
محل کے سوا تمام سلطنت کا سیاہ و سپید اُسکے سپرد کر دیا۔ سید الاجل امیر الجیوش
کافل قضاۃ المسلمین و داعی دعاۃ المومنین خطاب دیا گیا خلعت۔ جواہرات کی مالا
اور اپنی تلوار اُسکو عنایت کی۔

مصر کی بدنظمی کے ساتھ صقلیہ میں بھی بدنظمی پھیل گئی اور خانہ جنگی برپا ہو گئی تھی۔
آخر فرنگیوں نے یہ حالت دیکھکر ۴۶۴ھ میں سوائے علاقجات قصریانہ اور جرجنت کے

باقی سب جزیرہ پر قبضہ کرلیا۔ اور ۴۸۱ھ میں جبرجبت اور ۴۸۳ھ میں قصر یانہ بھی فتح کیا۔ ذیقعدہ ۴۸۷ھ میں بدرجمالی کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیٹا محمد ملک ابوالقاسم شاہنشاہ ملک الافضل کے خطاب سے وزیراعظم مقرر ہوا۔

مستنصر نے ۶۷ سال کی عمر میں ۶۰ سال ۴ ماہ حکومت کرکے ۱۸ ذی الحجہ ۴۸۷ھ کو انتقال کیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ مستنصر پر ایک وقت ایسا آیا تھا کہ سوائے سجادہ کے اُس کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ مقریزی لکھتا ہے کہ کھانا تک میسر نہ آتا تھا۔ ایک شریف زادی ایک قعب میں روٹی کے ٹکڑے بھیجتی تھی وہ ایک وقت کھاتے دوسرے وقت کچھ نہ کھاتے مگر اس حال میں بھی صابر وشاکر اور قانع رہتے۔ ناصر خسرو انکے عہد میں ایک سال تک مصر میں رہا۔ ۴۷۱ھ میں حسن بن صباح جو بعد میں نزاریہ اسماعیلیوں کا سرگروہ ہوا تاجروں کے لباس میں مستنصر کے پاس آیا تھا۔ ۲ برس تک مصر میں رہا۔ پھر مستنصر کی طرف سے خراسان وبلاد عجم میں داعی مقرر ہوا جسنے پہلے ستر اً باطنی طور پر اور پھر علانیہ بلاد عجم میں آکر اسماعیلیہ دعوت پھیلانی شروع کردی۔ اور قلعوں پر قبضہ کرکے اپنی حکومت قائم کرلی جبکہ وقت اُسنے مستنصر سے پوچھا تھا کہ آپکے بعد میرا امام کون ہے۔ مستنصر نے کہا تھا کہ میرا بڑا بیٹا نزار۔

مستنصر کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑا نزار منجھلا ابوالقاسم احمد مستعلی جو اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ چھوٹا محمد جو خود تو خلیفہ نہیں ہوا مگر بعد میں اُسکا بیٹا عبدالمجید میمون حافظ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔

اب ہم مستنصر کے عہد کے بعض واقعات کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

حالات شام

انوشتگین وزبری نے عدل وانصاف اور حسن انتظام اور رفق ومدارا سے ملک شام کی بہت کچھ درستی اور اصلاح کرلی تھی۔ اسنے ۴۲۹ھ میں مصری فوج کی مدد سے شبل الدولہ نصر کو شکست دیکر قتل کرڈالا اور حلب پر قبضہ کرلیا۔ ۴۳۲ھ میں مصریوں نے وزبری کی ماتحتی میں رومیوں کو حماۃ اور افامیہ کے درمیان شکست دی۔ بہت سے رومی مارے گئے

فہرست کتب موجودہ دفتر الشمس و اصلاح

حد السارق حصہ سوم جسمیں ان روایتوں کی تحقیقات کی گئی ہے جنمیں اثنا عشریہ نے شیعہ روایتوں سے ثبوت تحریف قرآن پیش کیا تھا۔ ہر اہلسنت کو پانچسو روپیہ کا انعام مقرر ہے اگر کوئی شخص معقول جواب دیسکے قیمت [illegible]

تقدیس القرآن حصہ اول و دوم و سوم جسمیں آریوں کا جواب دلیل عقلی سے [illegible] دیا گیا ہے جسکی تہذیب و متانت کا فریق مخالف کو بھی اقرار ہے قیمت ہر حصہ [illegible]

کشف الظلمات حصہ دوم جسمیں آیات بینات حصہ [illegible] کا جواب دیا گیا ہے یہ کتاب چند حصوں پر منقسم ہے۔
قیمت فی حصہ [illegible]

رد الملاحدہ ہر دو حصہ [illegible] (بجواب خلافت راشدہ) مکمل چھپ گئی ہے قابل دید کتاب ہے کہ اس طرح کی کوئی کتاب آجتک نہیں تصنیف ہوئی۔

الشمس جلد اول کامل، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم، جلد پنجم، جلد ششم، جلد ہفتم، جلد ہشتم، جلد نہم، جلد دہم اس کی جلدیں بہت کم رہ گئی ہیں اگر جلد نہ طلب کیا تو پھر ملنا اس کا مشکل بلکہ محال ہوگا۔

ذو الفقار حیدر جلد اول، جلد دوم، جلد سوم جسمیں مذہبی تحقیقات کا ذخیرہ سا جمع کیا گیا ہے مگر شاید ہی کہیں ملے یہ کتاب اصل میں دس جلد ہے صرف تین جلدیں چھپی ہیں وہ بھی نایاب تھی مگر دوبارہ طبع ہوئی اگر مومنین ہمت کریں تو بقیہ جلدیں بھی طبع ہوں۔

کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم جسمیں صرف اس کی تحقیقات ہے کہ نسبت عقد حضرت ام کلثوم بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ قیمت

مناظرہ امجدیہ حصہ اول حصہ دوم جسمیں وہ حالات درج ہیں کہ آجتک کسی کتاب میں نہیں جمع [illegible] آیات قرآنی احادیث رسول اللہ احادیث ائمہ اطہار اقوال حضرت عائشہ دیگر صحابہ و تابعین و مجتہدین سے جواز بلکہ ضرورت متعہ صراحت سے ثابت کیا گیا ہے [illegible] اسمیں شک ہے جسکی سند صحیح و کتاب سے مطبوع [illegible]

رسالہ وضو (۸) **الجمرہ** (کلوخ)

ارسال الیدین (۸) **البسملہ**

تاریخ الاذان حصہ اول

عقل و تہذیب اہلحدیث
صرف اس بحث میں ہے کہ جو طریقہ شیعوں میں جاری ہے وہی سنت رسول اللہ ہے اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ ناجائز ہے

تصحیح تاریخ
جس میں وہ تاریخی نکات بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تاریخی واقعات جو خلفا کے لکھے گئے ہیں اوس میں کسدرجہ خلاف [illegible] بیان کیا گیا ہے۔

مجالس عشرہ
جسمیں واقعات مصائب کربلا نہایت صحیح روایتوں سے لکھے گئے ہیں جس سے بہتر مجلسوں میں پڑھنے کو کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

مہتمم
علی حیدر اڈیٹر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

سید [illegible] حسین پرنٹر و پبلشر

رجسٹرڈ ڈی ۳۳

ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

الشمس

جلد ۱۲	مقاصد و قواعد الشمس	نمبر ۴-۵-۶

(۱) محض ترویج دین حق کے لئے یہ رسالہ شایع کیا گیا ہے۔

(۲) پہلا کام اسکا یہ ہے کہ لکھنؤ سے جو اخبار مخالف شیعہ شایع ہو رہا ہے جس میں خاص طور پر کتاب مستطاب استقصاء الافحام کا نام لیا جاتا ہے۔ اوس کا جواب۔

(۳) آیات بینات حصہ فدک جسپر سنیوں کو بڑا ناز تھا اس کے دو حصے شایع ہو چکے تیسرا حصہ زیر اشاعت ہے۔

(۴) امسال سے عرا الشیعہ کا دوسرا حصہ بھی شایع ہوگا

(۵) دنیا میں اگر مہذب مناظرہ کا وجود ہے تو صرف اسی الشمس میں جس میں سنی۔ آریہ مرزائی سب کے ساتھ نہایت مہذبانہ تقریر کی جاتی ہے۔

(۶) حجم اس رسالہ کا معمولاً ۴۸ صفحہ ہوتا ہے۔

(۷) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ

(۸) مراسلات میں نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے۔

(۹) نامہ نگار ایسے صرف ذی علم ہو سکتے ہیں جو کسی کتاب کا خاص طور پر جواب لکھیں۔

(۱۰) جملہ مراسلات بنام منیجر ہونا چاہیے نام کی ضرورت نہیں۔

(نوٹ) الشمس محض فن مناظرہ میں ہے لہذا اس کی امداد زیادہ تر کتابوں کے ذریعے ہونی چاہیے (۲) پانچ خریدار دینے پر ایک سال تک الشمس مفت جاری رہیگا۔ (۳) دس خریدار دینے والے کو اصلاح و الشمس دونوں مفت ملیگا۔

ایڈیٹر رسالہ ہذا — محمد حیدر

دفتر مرکز اشاعت اصلاح کھجوہ ضلع سارن

سے تجمل حسین نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۴ و ۵ و ۶ | بابت ماہ ربیع الثانی جمادی الاولیٰ جمادی الثانیہ | جلد ۱۲

عرضِ حال

(۱) الحمد للہ کہ الشمس جلد ۱۲ کے ۳ نمبر اور حاضر ہیں جس سے اس ۱۳۳۵ھ میں ۹ نمبر آپ کو مل گئے اور کیا عجب کہ محرم تک ۳ نمبر اور ملے۔

(۲) اگرچہ سابق نمبر میں عرض کر چکا ہوں کہ اس سال الشمس سہ ماہی روانہ ہوگا جس سے آپکو رجب تک ۶ نمبر ملنا چاہیے تھا مگر چونکہ نمبر ۱-۲-۳ تاخیر سے شایع ہوا لہذا اس تین نمبر میں بھی تاخیر ضروری تھی مگر دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ پرنٹر نے ۲۶ شعبان کو انتقال کیا اور ۳۱ جولائی کو مجسٹریٹ بہادر ضلع سے اجازت ملی اسوجہ سے یہ تین نمبر بجائے رمضان کے ذیقعدہ کو شایع ہوئے

(۳) روانگی ویلو کی خبر ہم گذشتہ نمبر میں دے چکے ہیں نتیجہ اسکا بہت خراب نکلا کیونکہ اکثر ویلو واپس آئے جس سے اور بھی پریشانی ہوئی کیونکہ نہ کاغذ کیجائی منگا سکے نہ روشنائی

(۴) آپ جانتے ہیں کہ کارخانہ دیہات میں ہے جہاں نہ کاغذ کی کوئی دکان ہے نہ روشنائی کی سب ہمکو کلکتہ سے یا لکھنؤ سے منگانا پڑتا ہے ورنہ ایک پیسہ کے چیز کیلئے ہفتوں کام رک جاتا ہے ایسے حالت میں اگر ویلو واپس آئے یا وصول نہ ہو تو فرمایئے ہم کیا کر سکتے ہیں

(۵) ترتیب مضامین میں سب ہی سلسلہ ہے جو پہلے تھا مگر ایک نیا اضافہ ہوا کہ تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ بجواب تحفہ اثنا عشریہ اس نمبر سے شروع کر دیا گیا۔

(۶) اگرچہ قوم کا عرصے سے اصرار تھا کہ جواب تحفہ شایع کیا جائے مگر چونکہ ہمکو معلوم تھا کہ شیعہ کانفرنس کے دار الترجمہ سے اسکا جواب شایع ہونے والا ہے لہذا ہم ساکت رہے کہ کیوں دوہری زحمت کیجائے مگر چونکہ ادھر سے امید کم ہو گئی اسلئے شروع کر دیا گیا کہ کم سے کم مومنین کی تسکین تو ہو جائے گی۔

(۷) یہ جواب کیسا ہوگا اس ۱۶ صفحہ سے معلوم ہوگا جو اس نمبر کے ساتھ شایع ہو رہا ہے کیونکہ فضل خدا سے

امید ہو کہ یہ جواب سب سے نرالا ہو۔

(۸) ہاں اگر وقت ہو تو کمی مال کی کیونکہ اولاً شیعہ ہر جگہ کم بضاعت ہیں ثانیاً اہل علم حضرات منہ ہوتے ہیں ثالثاً دفتر اصلاح تو آج تین برس سے زحمت ادھار رہا ہے جس سود دیتی ہے مقروض ہے ایسے حال میں کیا ہو سکتا ہے اور سپر طرہ یہ ہوا کہ کاغذ روشنائی کی قیمت تین گنی

(۹) سال گذشتہ جب اسکی تحریک شروع ہوئی تھی تو ہمنے لکھا تھا کم سے کم دو سو کا غذ آجاتا تو کام بہ آسانی شروع کیا جاتا کیونکہ سو رم کا غذ اس میں ملتا اب تو ہمیشہ مقدار بہم اسمیں آتا ہے تاہم اگر مومنین آمادہ ہوں تو کوئی بات نہیں۔

(۱۰) اب آخری صورت یہی رہ گئی ہے کہ ہر شخص مثل نماز کے اسکو واجب سمجھے کہ ایک خریدار جدید الشمس کا چندہ ضرور وصول کرکے دفتر میں روانہ کریں جواب تحفہ بھی ہو سکیگا اور دفتر بھی قائم رہیگا ورنہ مشکل ہے کہ کوئی کام ہو سکے۔

شکریہ معاونین

حضرات حسب ذیل نے خریداری الشمس منظور فرما کر امداد فرمائی جزاہم اللہ خیرا۔
(۶) جناب ملا محمد ابراہیم صاحب سکندر بمبئی (۷) جناب ملا غلام علی محمد علی صاحب ڈونگر پورنہ (۸) جناب نواب سید محمد مہدی صاحب (۹) جناب نواب مبارک علی صاحب پٹنہ (۱۰) جناب میر حیدر علیخانصاحب جاگیردار (۱۱) جناب نواب عباس علی صاحب پٹنہ (۱۲) جناب سید اصغر علی شاہ صاحب گجرانوالہ (۱۳) جناب سید احمد صاحب گھڑی ساز کوٹہ (۱۴) جناب سید محمد عقیل صاحب منیجر (۱۵) جناب مولوی خورشید علی صاحب حادلہ (۱۶) جناب مستری میاں محمد صاحب جہلم (۱۷) جناب ملا عیسیٰ بھائی صاحب برہانی منجملہ جناب ملا باقر علی صاحب اخر۔
اب فرمایئے کہ جب ۲ سو وی پی میں سے ۵۰ واپس آئے اور سال بھر میں کل ۱۷ خریدار ہوں تو پھر یہ رسالہ کیونکر باقی رہ سکتا ہے خدا ہی رحم کرے۔

حسن صحیح وقد روی من غیر وجہ عن ابن عباس صفحہ ۳۹۹

کہ یہ روایت حسن صحیح ہے یعنی محض صحیح نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ سے ابن عباس سے بھی روایت ہے۔ جس سے بھی معلوم ہوا کہ خود ابن عباس کی یہی روایت ہے کہ مراد اس سے اہلبیت رسالت ہیں پھر بتائیے آپ کو اس سے کیا فائدہ ملا۔

یہاں تک اڈیٹر صاحب کا استدلال صحاح ستہ سے تھا کہ ایک ہی حدیث بخاری کو مسلم نے بھی لکھا اور ترمذی نے بھی جسکے راوی بھی ایک ہی ہیں۔ یہ نہیں کہ متعدد طریقہ ہو کہ دوسرے کسی راوی نے بھی اسکی روایت کی ہو بخلاف اوس حدیث کے جس میں مودۃ قربیٰ سے مودت اہلبیت مراد لی گئی ہے کہ وہ متعدد طرق سے مروی ہے پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے کس جوش ناصبیت میں یہ سب الفاظ فرمائے

(۱) اصل چہارم سا انبیا علیہم السلام تبلیغ رسالت کی اُجرت یا بہ محبت کا معاوضہ بھی شاگردوں سے لیا کرتے تھے کیونکہ یہ الزام اگر ہو سکتا ہے تو صرف اشرف المرسلین خاتم النبیین پر جنکو خدا کا حکم قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کا ملا تھا نہ اور انبیا پر جنکا مقولہ خود قرآن مجید میں ہے وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری علی رب العالمین ملاحظہ ہو سورہ شعرا جس میں حضرت نوح ہود صالح۔ لوط شعیب کا کلام مذکور ہے اور بجز جناب رسالتمآب کسی نے طلب اجر نہیں فرمایا پھر آپ نے کل انبیا پر کیوں افترا کیا کہ انبیا تبلیغ رسالت کی اجرت لے لیا کرتے تھے حالانکہ کل انبیا کا انکار قرآن میں موجود ہے تو کیا قرآن کو بھی آپ نہیں مانتے جو جوش ناصبیت میں ایسا افترا کر رہے ہیں

(۲) اپنے شاگردوں سے لے لیا کرتے تھے" نہ معلوم کس بنیاد پر ارشاد ہوا کیونکہ قرآن میں تو صرف حکم سوال ہے کہ اے رسول تم اپنے امت سے مودت قربےٰ کو اجر رسالت میں طلب کرو پھر یہ کسطرح ارشاد ہوا کہ لے لیا کرتے تھے کیونکہ آپ کے صحابہ تو ایک جھنجھی کے بھی دینے والے نہ تھے بلکہ جو کچھ رسول اللہ کے پاس ہوتا اوسکو کھا جاتے۔

(۳) پھر یہ کیوں ارشاد ہوا" کہ اوس معاوضہ کو پہلے ہی طے کر لیا کرتے تھے کیونکہ رسول کی تعلیم تو مکہ ہی سے شروع ہوئی اور یہ حکم مدینہ میں آکر نازل ہوا بعد تعلیم تو نہ معلوم یہ پہلے سے طے کر لیا کرتے تھے آپ نے کہاں سے نکالا اور اگر اپنے تسلیم کردہ روایت کے بنیاد پر ارشاد ہوا جسمیں حضرت خود اپنے محبت کو اجر رسالت میں اون کافروں سے طلب کرتے تھے جنکی خونریزی آپ

کریں تھے تو بھی ایک عرصے کے بعد سوال ہوگا نہ قبل پھر اگر اس کلام میں آپنے افترا نہیں کیا تو کیا ہے

(۴) اسکی بھی بنیاد نہیں معلوم ہوئی اور کسی کو صدقی اللہ تعلیم نہ کرتے تھے" کیونکہ جب سوال اجرت بعد تعلیم ہے تو قبل کی تعلیم تو ضرور بلا اجرت ہوگی اور جب کسی نے ایک پیسہ بھی کبھی نہیں دیا تو پھر صدقی اللہ تعلیم نہ ہوئی تو کیا ہوئی

(۵) اس جملہ کا بھی منشا نہیں معلوم ہوا" آپ کے شاگرد نہیں ہو کوئی اس معاوضہ راضی ہوتا تھا تو بہت بگڑ رہے تھے" کیونکہ قرآن میں تو صرف حکم سوال اجر ہے نہ اور کچھ بات دوسری ہے کہ جو حکم خدا کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

(۶) شیعوں کی کتب تفاسیر دیکھو" کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کل تفاسیر اہل اسلام دست بردار ہو جائیں کیونکہ خود آپکے صحیح بخاری میں یہ موجود ہے کہ سعید بن جبیر نے یہی کہا اگرچہ ابن عباس نے بقول بخاری نہ مانا ہو

(۷) شیعوں کے دیکھا دیکھی ان کے اختلاط کے سبب سنیوں کی زبان پر بھی کلمہ ناپاک آجاتا ہے تو اب معلوم ہوا کہ صحیح بخاری میں جو قول ابو سعید بن جبیر ہے وہ شیعوں کی صحبت کا اثر ہے جس سے آپ کو تسلیم کرنا پڑا کہ ابن عباس بھی شیعہ تھے کیونکہ بتصریح ابن حجر عسقلانی ابن عباس سے وہ بھی روایت کرتے ہیں کہ یہ آیہ مودت اہلبیت کی بارے میں ہے تو جب بتصریح آپ کی خود بخاری میں یہ کلمہ ناپاک موجود ہے تو اب کونسی کتاب لائیگا جو اس کلمہ ناپاک سے خالی ہو۔

خدا لعنت کرے اس پر جو اسکو کلمہ ناپاک کہتا ہے اور وہ ناپاک یہ نہیں سوچتا کہ اس سے معاذ اللہ خود کلام اللہ ناپاک ہوا جاتا ہے اور نیز صحیح بخاری جس میں یہ کلمہ بروایت سعید بن جبیر موجود ہے

(۸) اہلسنت کہتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام پر یہ صریح بہتان ہے" تو اس سے آپ خود اہلسنت سے خارج ہو گئے کیونکہ کل انبیا پر اسکا اتہام لگانیوالے تو آپ ہی ہیں ورنہ شیعہ وسنی تو دونوں صرف رسول اللہ کو اسکا محکوم جانتے ہیں کہ وہ طلب اجر رسالت کریں تو آپ اہلسنت سے خارج ہو گئے جو کل انبیا پر اسکا الزام لگاتے ہو

(۹) وہ حضرات اس قسم کی آلودگیوں سے بالکل پاک تھے" نہ معلوم یہاں آپ شیعوں کو کیوں نکالتے کیونکہ عصمت انبیا کے قائل تو صرف شیعہ ہیں ورنہ اہلسنت تو وقت ولادت سے بلکہ قبل ولادت سے ہر قسم کی آلودگیوں میں انکو مبتلا جانتے ہیں دیکھو فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مولوی عبد العلی جنکو آپ لوگ بحر العلوم کہتے ہیں۔

ولا تصغ الی قول من یقول ان الانبیاء کیف تخطؤن فی احکام اللہ فان ھذا القول قد صدر من شیاطین اھل البدع کالروافض وغیرھم فان اھل الحق من اھل السنة والجماعة القامعین للبدعة کثرھم اللہ تعالی یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما ظھر فی اساری بدر من سید العالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ نولکشور

یعنی تم ان لوگوں کی بات نہ سنو جو کہتے ہیں کہ انبیا کیونکر خطا کرسکتے ہیں احکام خدا میں کیونکہ یہ قول صادر ہوا ہے شیاطین اہل بدعت سے مثل روافض وغیرہ کے کیونکہ اہلسنت والجماعت تو جائز رکھتے ہیں خطا کو انبیا علیہم السلام پر جیسا کہ خود سرور عالم سے یہ خطا صادر ہوئی اسیران بدر میں۔

اب نہ معلوم اڈیٹر صاحب بقول مولوی عبد العلی بحر العلوم شیاطین اہل بدعت میں داخل ہو گئے یا کیا جو اسکے قائل ہوئے کہ انبیا ان آلودگیوں سے پاک تھے

(۱۰) وہ کوئی کام اس نیت سے نہ کرتے کہ اسکا معاوضہ مخلوق سے مانگونگا" تو کیا اسکو بھی لازم ہے کہ وہ بحکم خدا طالب اجر رسالت ہوں کہ ہمارے اہلبیت سے مودت کریں کیونکہ یہ تو بہرحال مسلم ہے کہ حضرت نے اجر رسالت طلب کیا خواہ ہماری ذات کی مودت ہو یا اہلبیت کی مودت تو آپکا جو اعتراض ہے وہ قرآن پر۔

(۱۱) البتہ یہ مضمون کا متعدد قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے" صحیح ہے مگر ہمارے رسول کے نسبت تو یہی حکم ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی پھر اور انبیا کے مقولے سے آپ کو کیا تعلق ہے۔ رسول اکرم سے مقولہ کی تکذیب کیجیے جنپر ایمان لانیکے مدعی ہیں

(۱۲) آیہ مذکورہ کا جو مطلب شیعوں نے مراد لیا ہے کھلی ہوئی تحریف ہے" تو اسکا الزام رسول پر ہے جنھوں نے یہ معنی بتایا اور پھر ان صحابہ پر جنھوں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی مودت فرض ہوئی پس اگر تحریف ہے تو اسکے الزام رسول اللہ اور صحابہ اور کل وہ مفسرین اہلسنت ہیں جنھوں نے یہی تفسیر کی ہے تو محمد سعد وہاں بھی شیعہ تنہا نہ ہونگے بلکہ رسول اللہ کا ساتھ ہوگا۔

(۱۳) اور حضرت کا مطلب نکلتا یہ ہے کہ نبی کہہ دیتے ہیں" تو اس صورت میں بھی وہی الزام آیا کہ رسول تبلیغ رسالت کی اجرت مانگا کرتے کہ "میرے اجر رسالت سے باز آؤ اور خونکے پیاسے نہ ہو"

کیا اسپر وہ کفار نہ کہ سکتے تھے کہ جب آپ ایسے ہی بہادر ہیں کہ ہم سے امان مانگتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ خون کے پیاسے نہ نہیں تو آپ کو اس دردسری کی کیا ضرورت تھی کیا خوب اجر مانگتے ہیں کہ خون بہائیں ہمارا دین لیں ہمارا ملک لیں اور پھر طالب امن و امان ہوں سلے جناب تم بھی تو ہمکو قرابت مند تھے ہمارا خون کیوں جائز رکھا جو اب ہم بدلہ لینے چلے تو قرابت کا واسطہ دینے لگے واہ کیا اچھے نبی ہیں کہ ہمارے خونریزی میں تو انکو نہ صلہ رحم کا خیال رہا نہ قرابت کا اور ہم جو بدلہ لینے چلے تو قرابت کا واسطہ دینے لگے۔ یہ کیسی نبوت ہے کہ خدا تو کہے لم تقولون ما لا تفعلون اور رسول اوسکی مخالف کریں کہ قرابت کا واسطہ دیکر اپنا خون بچائے اور ہمارے خون میں کوئی خیال نہ ہو۔

کیوں صاحب خدا تو آپ کو کہتا ہے واللہ یعصمک من الناس کہ خدا آپکو بچائیگا اور آپکا دل ایسا مضطرب ہے کہ ہم سے پناہ مانگ رہے ہیں کہ شاید ہماری جان نہ مارے۔ ہمارے خون کے بیاسے نہ ہو ہم تو تمہارے قرابت مند ہیں۔

اڈیٹر صاحب کیا ایسے ہی خیالات کو آپ اہلبیت کیطرف منسوب کرنا چاہتے ہیں تو خیر اہلبیت کو جہنم جانے دیجئے خدا اور رسول کی نسبت تو ایسا نہ لکھو کہ وہ ایسے بیوقوف تھے جو کفار سے ایسی فرمائش کرتے۔

اڈیٹر صاحب نے جو لکھا تھا کہ انبیاء اجر تبلیغ رسالت لے لیا کرتے وہ شاید اسی بنیاد پر کہ رسول نے یہ معاہدہ کفار سے پہلے کر لیا تھا جس سے وہ تیرہ برس تک مکہ میں رہ سکے ورنہ جس وقت اعلان اسلام کیا تھا اوسی وقت وہ ہلاک کردیئے جاتے بہتر ہے کہ آپ باغ کی فصد میں اور عداوت اہلبیت میں ایسا بدحواس نہوں کہ نہ مسلمان رہیں نہ کافر کیونکہ رسول نے کسی وقت میں بھی کفار سے پناہ نہیں مانگی اور نہ یہ نہیں کہا کہ تم ہمارے جان کے خواہاں نہ ہو خونکے پیاسے نہ ہو کیونکہ یہ شان رسالت کے خلاف ہے جو کافر سے امان کا طالب ہو۔ وہ خود پناہ عالمیان تھا۔ کفار کو پناہ دیا کرتا۔ دور نہ جاؤ صرف واقعہ ہجرت ہی کو دیکھلو سراقہ گھوڑا دوڑائے آتا ہے کہ حضرت کا تعاقب کرے ابوبکر مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے ہیں اور روتے ہیں کہ اور کنا الطلب مگر وہ کوہ وقار رسول مڑ کر دیکھتا بھی نہیں اوسکی تائید غیبی ہوتی ہے سراقہ کے گھوڑے کا پیر زمین میں دھس جاتا ہے اور وہ رسول اللہ سے طالب امان ہوتا ہے آپ امان دیتے ہیں اور وہ لوٹ جاتا ہے تم ایسے رسول کریم پر یہ اتہام لگاتے ہو وہ کفار سے رو رو کر گڑگڑا کر کہتا ہے بچا ئیو!

ہماری جان نہ مارو جان کے خواہاں اور خون کے پیاسے ہو ہم تمہارے قرابتمند ہیں۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اب ہمارے دوسرے مفسر کا بیان ہے

قولہ (۴) امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں لکھتے ہیں۔

القول فی تاویل قولہ تعالیٰ ذلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا ان اللہ غفور شکور

یقول تعالیٰ ذکرہ ھذا الذی اخبرتکم ایہا الناس انی اعددتہ للذین آمنوا وعملوا الصالحات فی الآخرۃ من النعیم والکرامۃ البشریٰ التی یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا فی الدنیا وعملوا الطاعۃ فیہا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا۔ یقول تعالیٰ ذکرہ لنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قل یا محمد للذین یمارونک فی الساعۃ من مشرکی قومک لا اسئلکم ایہا القوم علی دعائکم الی ما ادعوکم الیہ من الحق الذی جئتکم والنصیحۃ التی انصحکم ثوابا وجزاء عوضا من اموالکم تعطونیہ الا المودۃ فی القربیٰ فقال بعضھم معناہ الا ان تودونی فی قرابتی منکم وتصلوا رحمی بینی وبینکم۔

ذکر من قال ذلک

حدثنا ابو کریب ویعقوب قالا اسماعیل

اللہ تعالیٰ کے قول ذلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا ان اللہ غفور شکور۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو یہ جو تمہیں بیان کیا کہ میں نے مومنین صالحین کیلئے آخرت میں نعمت اور بزرگی مہیا کی ہے یہ وہ خوشخبری ہے جو اللہ اپنے ان بندوں کو سناتا ہے جو دنیا میں ایمان لائے اور دنیا میں انہوں نے خدا کی طاعت پر عمل کیا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد ان لوگوں سے کہدیجیو جو آپ سے قیامت کے متعلق جھگڑتے ہیں یعنی اپنے قوم کے مشرکوں سے کہ اے قوم کے لوگو میں تم بعوض اسکے کہ تمکو حق کیطرف بلاتا ہوں جو میں لیکر آیا ہوں اور بعوض اس نصیحت کے جو تمکو کرتا ہوں کوئی بدلا اور اجر اور عوض تمہارے مال سے نہیں مانگتا کہ تم مجھے دو سوا مودت فی القربیٰ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مودت فی القربیٰ کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھ سے بوجہ اس قرابت کے جو مجھکو تم سے ہے دوستی کرو اور صلہ رحم کرو جو میرے تمہارے

کون لوگ اسکے قائل ہیں

ہے ابو کریب اور یعقوب نے بیان کیا وہ دونوں کہتے تھے کہ

بن ابراهیم عن داؤد بن ابی هند عن
الشعبی عن ابن عباس فی قوله قل لا اسئلکم
علیه اجراً الا المودة فی القربی قال لم یکن
بطن من بطون قریش الا وبین رسول
الله صلی الله علیه وسلم وبینهم قرابة فقال
قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی
الا ان تودونی فی القرابة التی بینی وبینکم
حدثنا ابوکریب قال نا اسامة قال نا شعبة
عن عبد الملک بن میسرة عن طاؤس
فی قوله قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة
فی القربی قال سئل عنها ابن عباس
فقال ابن جبیر هم قربی ال محمد فقال
ابن عباس عجلت ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم لم یکن بطن من بطون قریش
الا وله فیهم قرابة قال فنزلت قل لا
اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی قال
الا القرابة التی بینی وبینکم ان تصلوها۔
حدثنی علی قال نا ابو صالح قال ثنی معاویة
عن علی عن ابن عباس قوله قل لا اسئلکم
علیه اجراً الا المودة فی القربی قال کان
لرسول الله صلی الله علیه وسلم قرابة فی
جمیع قریش فلما کذبوه وابوان یبایعوه
قال یا قوم اذا ابیتم ان تبایعونی

ہمسے اسمٰعیل بن ابراہیم نے داؤد بن ابی ہند سے انھوں نے
شعبی سے اونھوں نے ابن عباس سے روایت کرکے بیان کیا
کہ اللہ تعالےٰ کے قول قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی کا
مطلب یہ ہے کہ کوئی خاندان قریش میں ایسا نہ تھا جس سے
رسولخدا صلعم کی قرابت نہ ہو اسی واسطے فرمایا کہ اے
نبی کہدیجو کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کچھ اجرت نہیں
مانگتا مگر محبت قرابت میں یعنی یہ کہ تم مجھسے محبت کرو بوجہ
اوس قرابت کے جو میرے تمھارے درمیان میں ہے۔
ہمسے ابوکریب نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہمسے ابواسامہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ
ہمسے شعبہ نے عبد الملک بن میسرہ سے انھوں نے طاؤس سے اللہ تعالےٰ کے قول
قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی کے متعلق روایت کرکے بیان کیا
کہ ابن عباس سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو ابن جبیر نے کہا کہ اس سے
مراد آل محمد کے اقربا ہیں ابن عباس نے کہا کہ انھوں نے جواب دینے میں
عجلت کی صحیح مطلب یہ ہے کہ رسولخدا صلعم کی قریش کے ہر
خاندان سے قرابت تھی اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ
اے نبی کہدیجو کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت نہیں مانگتا
سوا اسکے کہ جو قرابت میرے اور تمھارے درمیان میں ہے اوسکا صلہ کرو
ہمسے علی نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہمسے ابو صالح نے بیان کیا وہ
کہتے تھے مجھسے معاویہ نے علی سے انھوں نے ابن عباس سے روایت کرکے
بیان کیا کہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی کا مطلب یہ ہے کہ
رسولخدا صلعم کی قرابت تمام قریش کیساتھ تھی جب لوگوں نے آپکی تکذیب
کی اور آپسے بیعت کرنا منظور نہ کیا تو آپ نے فرمایا اے میری قوم
کے لوگو اگر تم مجھسے بیعت کرنا منظور نہیں کرتے تو خیر ۔

فاحفظوا قرابتي فيكم لا يكن غيركم من العرب
اولى بحفظي ونصرتي منكم۔
حدثني محمد بن سعد قال ثني ابي قال
ثني عمي قال ثني ابي عن ابيه عن ابن عباس
قوله قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى
يعني محمدا صلى الله عليه وسلم قال لقريش
لا اسئلكم من اموالكم شيئا ولكن اسئلكم
ان لا تؤذوني لقرابة ما بيني وبينكم فانكم
قومي واحق من اطاعني واجابني
حدثنا ابن حميد قال نا جرير عن مغيرة
عن عكرمة قال ان النبي صلى الله عليه
وسلم كان واسطا في قريش كان له في كل
بطن من قريش نسب فقال لا اسئلكم على ما
ادعوكم اليه الا ان تحفظوني في قرابتي
قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى۔
حدثني يعقوب نا هشيم قال اخبرنا حصين
عن ابي مالك قال كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم واسط النسب من قريش ليس
حي من احياء قريش الا وقد ولده فقال
الله عز وجل قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة
في القربى الا ان تودوني لقرابتي منكم
وتحفظوني
حدثنا ابو حصين عبد الله بن احمد بن

مگر میری قرابت کا جو تم سے ہے یہی خیال رکھو تمھارے سوا عرب کا کوئی اور
شخص میری حفاظت اور مدد کرنیکا تم سے زیادہ حقدار نہیں۔
مجھے محمد بن سعد نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے میرے باپ نے بیان کیا وہ
کہتے تھے مجھے میرے چچا نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی
قول قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے متعلق روایت بیان کی
کیا کہ خطاب محمد صلعم سے ہے اور انھوں نے قریش کو فرمایا کہ میں
تمھارا مال نہیں مانگتا بلکہ تم سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ
مجھے ایذا نہ دو بوجہ اس قرابت کے جو میرے اور تمھارے درمیان میں ہے کیونکہ
تم میری قوم کے لوگ ہو اور سب سے زیادہ مستحق میری اطاعت و فرمانبرداری کے ہو
ہم سے ابن حمید نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے جریر نے مغیرہ سے اور انھوں نے عکرمہ
سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ نبی صلعم کا تعلق تمام قریش سے
تھا قریش کے ہر خاندان سے آپکی رشتہ داری تھی آپنے فرمایا کہ میں
اس چیز کے جسکی طرف تمکو بلاتا ہوں تم سے کچھ نہیں مانگتا سوا اسکے کہ تم
میری حفاظت کرو بوجہ میری قرابت کے یہی مطلب ہے قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کا۔
مجھے یعقوب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے ہشیم نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے حصین نے
ابو مالک سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلعم تمام
قریش سے نسبی تعلق رکھتے تھے کوئی قبیلہ قریش کا ایسا نہ تھا جس سے
آپکو قرابت نہو پس اللہ عز و جل نے فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا
الا المودۃ فی القربیٰ یعنی صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم بوجہ اس کے
کہ تم سے میرا رشتہ ہے مجھ سے محبت کرو اور میری حفاظت کرو۔
ہمسے ابو حصین یعنی عبد اللہ بن احمد بن یونس نے بیان کیا
وہ کہتے تھے ہمسے عبثر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے حصین نے

یونس قال اخبرنا قال نا حصین عن ابی
مالک فی هذه الآیة قل لا اسئلکم علیه
اجرا الا المودة فی القربی قال کان رسول
الله صلی الله علیه وسلم من بنی هاشم وامه
من بنی زهرة وام ابیه من بنی مخزوم
فقال احفظونی فی قرابتی

حدثنا ابن المثنی قال نا حرمی قال نا
شعبة قال اخبرنی عمارة عن عکرمة فی قوله
قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی
قال تعرفون قرابتی وتصدقونی بما جئت به
وتمنعونی

حدثنا بشر قال نا یزید قال نا سعید عن
قتادة قوله قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة
فی القربی وان الله تبارک وتعالی امر
محمدا صلی الله علیه وسلم ان لا یسأل
الناس علی هذا القرآن اجرا الا ان یصلوا
ما بینه وبینهم من القرابة وکل بطون
قریش قد ولدته وبینه وبینهم قرابة

حدثنی محمد بن عمرو قال نا ابو عاصم نا
عیسی وحدثنی الحرث قال نا الحسن قال
نا ورقاء جمیعا عن ابی نجیح عن مجاهد
قوله الا المودة فی القربی ان تتبعونی وتصدقونی
وتصلوا رحمی۔

ابو مالک نے آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق
نقل کرکے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم بنی ہاشم سے تھے
اور آپ کی والدہ بنی زہرہ سے اور آپ کی دادی
بنی مخزوم سے دغرض قریش کی ہر شاخ سے آپکو
تعلق تھا لہٰذا آپ نے فرمایا کہ میری حفاظت کرو
بوجہ میری قرابت کے۔

ہمسے ابن مثنی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے حرمی نے بیان کیا وہ
کہتے تھے ہمسے شعبہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے عمارہ نے عکرمہ سے قل لا
اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق نقل کرکے خبر دی
عکرمہ کہتے تھے (مطلب یہ کہ) تم میری قرابت کا خیال رکھو اور
جو دین میں لایا ہوں اوسکی تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو
ہمسے بشر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے یزید نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے
سعید نے وہ قتادہ سے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے
متعلق نقل کرکے بیان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلعم کو
حکم دیا کہ لوگوں سے تعلیم قرآن کا معاوضہ طلب نہ کریں بلکہ یاد
وہ لوگ اس قرابت کا پاس کریں جو آپ کو اون لوگوں سے ہے یعنی
تو کچھ مضائقہ نہیں قریش کے ہر خاندان سے آپکو تعلق تھا آپسے
اور اون سے قرابت تھی

مجھسے محمد بن عمرو نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے ابو عاصم نے بیان کیا
وہ کہتے تھے ہمسے عیسیٰ نے بیان کیا نیز ہمسے حرث نے بیان کیا وہ
کہتے تھے ہمسے حسن نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے ورقاء نے بیان کیا
یہ دونوں ابن ابی نجیح سے وہ مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ
الا المودۃ فی القربی کا مطلب یہ کہ تم میری اتباع اور تصدیق کرو
اور میرے ساتھ صلہ رحمی کرو

حدثنا محمد قال ثنا احمد قال ثنا اسباط عن السدی فی قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ان تودونی لقرابتی منکم۔

ہم سے محمد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اسباط نے سدی سے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق نقل کرکے بیان کیا کہ مطلب یہ ہے کہ مجھسے محبت کرو بسبب اوس قرابت کے جو مجھسے تمسے ہے۔

حدثنا عن الحسین قال سمعت ابا معاذ یقول اخبرنا عبید قال سمعت الضحاک یقول فی قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی قریشا یقول انما انا رجل منکم فاعینونی علی عدوی واحفظوا قرابتی وان الذی جئتکم بہ لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ان تودونی لقرابتی منکم وتعینونی علی عدوی۔

مجھسے حسین نے نقل کرکے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم ابو معاذ کو کہتے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمیں عبید نے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے ضحاک کو سنا وہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق کہتے تھے کہ خطاب قریش سے ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں میں کا ایک شخص ہوں لہذا تم میری مدد کرو میرے دشمن کے مقابلہ میں اور میری قرابت کا لحاظ کرو اور جو دین میں لایا ہوں اوسپر کچھ معاوضہ تم سے نہیں چاہتا سوا مودۃ فی القربی کے کہ تم مجھسے محبت کرو بوجہ اوس قرابت کے جو مجھسے تم کو ہے اور میری مدد کرو میرے دشمن کے مقابلہ میں

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید فی قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی قال یقول الا ان تودونی لقرابتی کما توادون فی قرابتکم وتواصلون بها لیس هذا الذی جئت بہ یقطع ذلک عنی فلست ابتغی علی الذی جئت بہ اجرا آخذہ علی ذلک منکم

مجھسے یونس نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ابن وہب نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابن زید آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق کہتے تھے کہ مطلب یہ ہے کہ مجھسے محبت کرو بوجہ میری قرابت کے جسطرح تم اپنی قرابت والوں سے محبت کرتے ہو اور قرابت کا صلہ کرو جو دین میں لایا ہوں وہ میری قرابت کو قطع نہیں کرتا میں تم سے اوسکے معاوضہ میں کچھ اجرت نہیں لینا چاہتا

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرنی سعید بن ابی ایوب عن عطاء بن دینار فی قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا

مجھسے یونس نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ابن وہب نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے سعید بن ابی ایوب نے عطا بن دینار سے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق نقل کرکے بیان کیا کہ

الا المودۃ فی القربی قال کل قریش کانت
بینہا وبین رسول اللہ صلعم قرابۃ فقال
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا ان تودونی
بالقرابۃ التی بینی وبینکم۔

وقال اٰخرون بل معنی ذٰلک قل لمن
اتبعک من المؤمنین لا اسئلکم علی ما
جئتکم بہ اجرا الا ان تودوا قرابتی

ذکر من قال ذٰلک

حدثنی محمد بن عمارۃ قال ثنا اسمٰعیل
بن ابان قال ثنا الصباح بن یحیی المری
عن السدی عن ابی الدیلم قال
لما جیء بعلی بن الحسین رضی اللہ عنہما
فاقیم علی درج دمشق قام رجل
من اہل الشام فقال الحمد للہ الذی
قتلکم واستاصلکم وقطع قرنی الفتنۃ
فقال لہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہ اقرأت
القراٰن قال نعم قال اقرأت قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی قال وانکم
لانتم ہم قال نعم۔

حدثنا ابو کریب قال ثنا مالک بن
اسمٰعیل قال ثنا عبد السلام قال ثنا یزید
بن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس
قال قالت الانصار فعلنا وفعلنا فکانہم

وہ کہتے تھے تمام قریش سے رسول خدا صلعم کی قرابت تھی
لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہدیجیے کہ میں تم سے تعلیم
قرآن کا کچھ معاوضہ نہیں مانگتا بوجہ اس قرابت کے جو مجھمیں
اور تمہارے درمیان میں ہے۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلب کا یہ ہو کہ ان مسلمانوں سے
جو اگر پیرو ہیں کہدیجیے کہ جو دین میں لایا اسکا معاوضہ تم سے نہیں مانگتا
مگر یہ کہ میری قرابت والوں سے محبت کرو

کون لوگ اسکے قائل ہیں

مجھسے محمد بن عمارہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے اسمٰعیل بن ابان نے
بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے صباح ابن یحییٰ مری نے سدی سے اور انہوں نے ابو دیلم
سے روایت کرکے بیان کیا وہ کہتے تھے جب علی بن حسین ع
(زین العابدین ع) قید ہوکر آئے اور دمشق کے زینہ پر
کھڑے کئے گئے تو ایک شخص نے اہل شام میں سے کہا کہ خدا کا شکر ہے
جس نے تم لوگوں کو قتل کرا دیا اور تمہاری بیخ کنی کردی اور فتنہ کے
دونوں سرے کاٹ دیئے اوس سے علی بن حسین نے کہا کہ کیا
تو نے قرآن پڑھا ہے اوس نے کہا ہاں پھر کہا کیا تو نے آل حم
پڑھی ہے اوس نے کہا میں نے قرآن پڑھا مگر آل حم نہیں پڑھی انہوں نے
کہا کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربی اس نے کہا کیا قربیٰ تمہیں لوگ ہو انہوں نے کہا ہاں

ہمسے ابو کریب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے مالک بن اسمٰعیل نے بیان کیا
وہ کہتے تھے ہمسے عبد السلام نے بیان کیا اور انہوں نے کہا ہمسے یزید
بن ابی زیاد نے مقسم سے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کرکے بیان کیا
کہ انصار نے کہا ہم نے یہ کیا اور وہ کیا گویا وہ لوگ فخر کرتے تھے

فخروا فقال ابن عباس او العباس
شک عبد السلام لنا الفضل علیکم
فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فاتاھم فی مجالسھم فقال
یا معشر الانصار الم تکونوا اذلۃ
فاعزکم اللہ بی قالوا بلی یا رسول اللہ
قال افلا تجیبونی قالوا ما نقول یا
رسول اللہ قال الا تقولون الم یخرجک
قومک فاویناک او لم یکذبوک فصدقناک
او لم یخذلوک فنصرناک قال فما
زال یقول حتی جثوا علی الرکب وقالوا
اموالنا وما فی ایدینا للہ ولرسولہ
قال فنزلت قل لا اسئلکم علیہ اجرا
الا المودۃ فی القربی۔
حدثنی یعقوب قال ثنا مروان عن یحیی بن
کثیر عن ابی العالیہ عن سعید بن جبیر
فی قولہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربی قال ھی قربی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔
حدثنی محمد بن عمارۃ الاسدی ومحمد
بن خلف قال ثنا عبید اللہ قال
اخبرنا اسرائیل عن ابی اسحق قال
سألت عمرو بن شعیب عن قول اللہ

ابن عباس نے یا عباس نے کہا (راوی کو شک عبد السلام
کو ہوا ہے) کہ ہمکو تم پر فضیلت ہے یہ خبر رسول خدا صلعم کو ملی
تو آپ انصار کی مجلس میں گئے اور فرمایا کہ اے گروہ انصار
کیا تم ذلیل نہ تھے خدا نے میرے سبب تمہیں عزت دی
انصار نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تم گمراہ
نہ تھے خدا نے تمکو میرے ذریعے سے ہدایت کی انصار نے کہا ہاں
یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تم لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے انصار نے
کہا یا رسول اللہ ہم کیا جواب دیں آپ نے فرمایا تم کیوں نہیں
کہتے کہ آپکو آپکی قوم نے نکال دیا تھا ہم نے آپکو جگہ دی لوگوں نے
آپکی تکذیب کی ہم نے آپکی تصدیق کی لوگوں نے آپکا ساتھ چھوڑ دیا ہم نے آپکا
ساتھ دیا آپ اسی قسم کے کلمات کہتے رہے یہانتک کہ وہ گھٹنوں کے بل گر
پڑے اور کہنے لگے کہ ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ اور اسکے رسول
کا ہے اسی پر یہ آیت نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربی۔
مجھے یعقوب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمکو مروان نے یحیی بن کثیر سے خبر دی انہوں
نے ابو العالیہ سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے آیہ قل لا اسئلکم علیہ
اجرا الا المودۃ فی القربی کے متعلق روایت کرکے بیان کیا
کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
قرابت مراد ہے۔
مجھے محمد بن عمارہ اسدی نے اور محمد بن خلف نے بیان کیا وہ
دونوں کہتے تھے مجھے عبید اللہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں
اسرائیل نے ابو اسحاق سے روایت کرکے خبر دی وہ کہتے
تھے میں نے عمرو بن شعیب سے اللہ عزوجل کے قول

عز وجل قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة
فی القربی قال قدم النبی صلی الله علیه وسلم
فقال اخرون بل معنی ذلک قل لا اسئلکم
ایها الناس علی ما جئتکم به اجرا الا ان
تودوا الی الله وتقربوا بالعمل الصالح
والطاعة

ذکر من قال ذلک

حدثنی علی بن داؤد و محمد بن داؤد
اخوه ایضا قالا ثنا عاصم بن علی قال ثنا
قزعة بن سوید عن ابن ابی نجیح عن مجاهد
عن ابن عباس عن النبی صلی الله
علیه وسلم قل لا اسئلکم علی ما اتیتکم
به من البینات والهدی اجرا الا ان
تودوا الله وتقربوا الیه بطاعته

حدثنا ابن المثنی قال ثنا محمد بن جعفر
قال ثنا شعبة عن منصور بن زاذان
عن الحسن انه قال فی هذه الایة قل لا
اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی
قال القرب الی الله

حدثنی یعقوب قال ثنا هشیم قال اخبرنا
عوف عن الحسن فی قوله قل لا اسئلکم
علیه اجرا الا المودة فی القربی قال الا التقرب
الی الله والتودد بالعمل الصالح

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی کے متعلق پوچھا
تو انہوں نے کہا نبی صلعم کی قرابت مراد ہو۔
اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے لوگو
اے لوگو میں جو تمہارے پاس لایا ہوں اسکی اجرت تم سے نہیں مانگتا
سوا اسکے کہ عمل صالح اور طاعت کے ذریعہ سے اللہ سے محبت
اور تقرب حاصل کرو۔

کون لوگ اسکے قائل ہیں

مجھے علی بن داؤد اور انکے بھائی محمد بن داؤد نے بیان کیا
وہ دونوں کہتے تھے ہمسے عاصم بن علی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے قزعہ
بن سوید نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عباس
سے اونہوں نے نبی صلعم سے روایت کی ہے کہ مطلب آیت
کا یہ ہے کہ میں جو بینات اور ہدایت لایا ہوں اسکا معاوضہ
میں کچھ اجرت نہیں مانگتا سوا اسکے کہ اللہ سے محبت کرو اور تقرب
پیدا کرو بذریعہ اوسکی اطاعت کے

ہمسے ابن مثنی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے محمد بن جعفر نے بیان کیا
وہ کہتے تھے ہمسے شعبہ نے منصور بن زاذان اور انہوں نے حسن بصری سے
اس آیت یعنی قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی کے معنی
بیان کئے کہ اللہ کی طرف تقرب
مراد ہے۔

مجھے یعقوب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے ہشیم نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمسے
عوف نے حسن بصری رحمہ اللہ کے قول قل لا اسئلکم
علیه اجرا الا المودة فی القربی کے متعلق روایت کرکے خبر دی
کہ اللہ کی طرف تقرب اور عمل صالح کے ذریعہ سے محبت پیدا کرنا مراد ہے

حدثنا بشر قال ثنا يزيد قال ثنا سعيد
عن قتادة قال الحسن في قوله قل
لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى الا
ان تودوا الى الله فيما يقربكم اليه
وقال اخرون بل معنى ذلك الا ان
تصلوا قرابتكم

ذكر من قال ذلك

حدثنا بشر قال ثنا ابو عامر قال ثنا قرة
عن عبد الله بن قاسم في قوله
الا المودة في القربى قال امرت ان
تصلوا قرابتكم۔

واولى الاقوال في ذلك بالصواب
واشبهها بظاهر التنزيل ۔
قول من قال معناه قل لا اسئلكم عليه
اجرا الا المودة في القربى يا معشر
قريش الا ان تودوني في قرابتي منكم
وتصلوا الرحم التي بيني وبينكم وانما
قلت هذا التاويل اولى بتاويل الاية
لدخول في في قوله الا المودة في القربى
ولو كان معنى ذلك على ما قال الحسن
قال الا ان تودوا قرابتي او تقربوا
الى الله لم يكن لدخول في في الكلام
وجه معروف ولكان التنزيل الا

ہم سے بشر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے سعید نے قتادہ سے روایت
کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے ہم سے حسن (بصری) نے قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے متعلق کہا کہ مطلب یہ ہو کہ
اللہ سے محبت پیدا کرو اور ان اعمال کے ذریعے جو تمکو قریب کر دیں
اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنی
قرابت کا صلہ کرو۔

کون لوگ اسکے قائل ہیں۔

ہم سے بشر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابو عامر نے بیان کیا وہ کہتے تھے
ہم سے قرہ نے عبد اللہ بن قاسم کے الا المودۃ فی القربیٰ کے معنی نقل کر کے
بیان کیے کہ آپ نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی قرابت
کا صلہ کرو۔

مگر ان تمام اقوال میں سب سے زیادہ صحیح اور ظاہر
قرآن کے مناسب۔

اسی شخص کا قول ہے جنے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ کہدو کہ
اے گروہ قریش میں تمسے اسپر کچھ اجرت نہیں مانگتا سوا اسکے کہ تم
مجھسے محبت کرو بوجہ اس قرابت کے جو مجھ سے تمسے ہے اور اس قرابت
کا صلہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں ہے میں جو کہتا ہوں کہ
یہ معنی تفسیر آیت سے زیادہ مناسب ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ
الا المودۃ فی القربیٰ میں لفظ فی آیا ہے اور اگر معنی ہوتے جو حسن نے بیان کیے ہیں
یاد کرو یعنی کہ میری اہل قرابت سے محبت کرو یا اللہ کا قرب
حاصل کرو تو کلام میں لفظ فی کو داخل ہونیکی کوئی معقول وجہ
نہیں ہو سکتی اور عبارت یوں ہوتی الا مودۃ القربیٰ اگر اس سے
مراد قرابت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوتی یا

الا مودة القربى ان عنى به الامر بمودة قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم اما الا المودة فى القربى او خذا القربى ان عنى به التودد والتقرب وفى دخول فى فى الكلام اوضح الدليل على ان معناه الا مودتى فى قرابتى منكم وان الالف واللام فى المودة ادخلتا بدلا من الاضافة كما قيل فان الجنة هى المأوى وقوله الا فى هذا الموضع استثناء منقطع ومعنى الكلام قل لا اسئلكم الا المودة فى القربى فالمودة منصوبة على المعنى الذى ذكرت - وقد كان بعض نحوى البصرة يقول هى منصوبة بمضمر من الفعل بمعنى الا ان اذكر مودة قرابتى -	یا الا المودۃ فی القربیٰ یا ذا القربیٰ معنی اگر مراد اس سے تقرب الٰہی ہوتا لفظ فی کا کلام میں داخل ہونا ثابت نہ ہو دلیل اس بات کی ہے کہ معنی اسکے یہی ہیں کہ مجھ سے محبت کرو بوجہ اس قرابت کے جو مجھ سے تمہے ہے اور فی المودۃ میں جو لام ہے عوض مضاف الیہ کو ہے جیسا کہ کہا گیا ہے فان الجنۃ ھی الماوی میں ہوا ہے اور الا اس مقام میں استثنا منقطع ہے اور مطلب کلام کا یہ ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں تم سے تبلیغ قرآن پر کچھ اجرت نہیں مانگتا ولیکن تم سے درخواست کرتا ہوں بوجہ قرابت کے مجھ سے محبت کرو پس لفظ مودت اس مطلب کے اعتبار سے منصوب ہے اور بصرہ کے بعض نحوی کہتے تھے کہ وہ منصوب ہے ایک فعل مضمر سے یعنی میں تم کو اپنی قرابت کی محبت یاد دلاتا ہوں:-

mobilib.org

ف اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اہلسنت نے آیت کے وہی معنی اختیار کیے ہیں جو النجم میں لکھے گئے تھے اور اسکے سوا دیگر معانی غیر مختار و ناقابل التفات ہیں بوجوہ ذیل -

اوّل یہ کہ روایات صحیحہ میں اکابر مفسرین سے وہی معنی منقول ہیں جیسا کہ صحیح بخاری سے منقول ہوا

دوم یہ کہ امام طبری نے اس معنی کو سب سے پہلے لکھا

سوم یہ کہ اکابر ائمہ تفسیر سے وہی معنی نقل فرمائے -

چہارم یہ کہ اخیر میں خود مفسر نے صاف تصریح اور واضح فیصلہ اس بات کا کر دیا کہ مودت سے مراد رسول ہے اور استثنا منقطع ہے اور صاف لکھ دیا کہ یہی قول اولیٰ و عبارت قرآن کے

مناسب ہے لہذا النجم میں جو لکھا گیا تھا کہ اہلسنت کا یہ قول ہے وہ بالکل واضح ہوگیا اور امام ابن جریر طبری کی سب سے قدیم تفسیر ہے۔

اقول تعجب ہے کہ آپ ابن جریر کو امام اور مفسر جانتے ہیں حالانکہ اون بیچارے کی یہ حالت ہے کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا کیونکہ شیعہ تو اسوجہ سے اونکو ہمسر بخاری جانتے ہیں کہ حسب طرز بخاری حدیث غدیر کو نہیں لکھا حالانکہ ایک عالم نے اہلسنت کے اوسکے طرق روایت میں ۲۰ جلدیں لکھیں اور تواتر کا توصدہا علمائے اہلسنت کو اقرار ہے اوسی طرح ابن جریر نے بھی حدیث غدیر کو اپنی تاریخ سے اوڑا دیا پھر ایسے ایماندار مورخ پر کون اعتماد کرسکتا ہے۔

علمائے اہلسنت کو اس وجہ سے ناراضی ہے کہ اونھوں نے اصلی حدیث کو لکھدیا جس کے اخفا میں نہ معلوم کس قدر علمائے اہلسنت کوشاں رہے کیونکہ واقعہ دعوت عشیرہ کو پورے الفاظ میں لکھدیا ملاحظہ ہو ص‍۲۱۷ تاریخ ابن جریر جلد اول۔

عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ الآیہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباداھم بھذا الامر اری منھم ما اکرہ فصمت علیہ حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد انک الا تفعل ما تومر بہ یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ جب آیہ واندر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو جناب رسول خدا نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اے علی اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے کہ اوسکی نافرمانی سے اپنے رشتہ داروں کو ڈراوں مگر قوم کا حال دیکھکر میں اس بات میں متامل ہوا نظر بر آں کہ اون کے سامنے جب اس امر کو پیش کرونگا تو اونسے وہ جواب سنونگا جس سے مجھے کراہت ہے اسلیے میں نے سکوت اختیار کیا حتی کہ اس امر میں بہ نہایت تاکید کیگئی مجھپر وحی ہوئی لہذا اب تم ایک صاع طعام اور ایک ران بکری کی اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا مہیا کرنا اور بنی عبد المطلب کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں جس امر کے پہونچانیکے لیے مامور ہوں اونہیں پہونچادوں

اکلہم حاجتہم ما امرت بہ ففعلت
ما امرنی بہ ثم دعوتہم لہ وہم یومئذ
اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصون
فیہم اعمامہ ابو طالب وحمزۃ والعباس
وابو لہب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام
الذی صنعت لہم فجئت بہ فلما وضعتہ
تناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حذیۃ من اللحم فشقہا باسنانہ ثم القاہا
فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ
فاکل القوم حتی ما لہم لشیئ حاجۃ وما
اری الا موضع ایدیہم وایم اللہ الذی
نفس علی بیدہ وان کان الرجل الواحد
منہم لیاکل ما قدمت لجمیعہم ثم قال
اسق القوم فجئتہم بذلک العس فشربوا
منہ حتی رووا منہ جمیعا وایم اللہ ان
کان الرجل الواحد منہم لیشرب مثلہ
فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان یکلمہم بدرہ ابو لہب الی الکلام
فقال لقد سحرکم صاحبکم فتفرق
القوم ولم یکلمہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال الغد یا علی ان ہذا
الرجل سبقنی الی ما قد سمعت من
القول فتفرق القوم قبل ان اکلمہم

حضرت علی نے حسب الحکم سب سرانجام کیا اور
بنی عبد المطلب کو جو ایک اوپر یا ایک کم چالیس مرد
تھے، اور جن میں آپ کے اعمام ابو طالب
حمزہ، عباس اور ابو لہب بھی تھے جمع کیا جب
سب جمع ہو گئے اور کھانا حاضر کیا گیا تو آنحضرت
نے پہلے ایک ٹکڑہ گوشت کا لیکر اور
اپنے دانتوں سے پارہ پارہ کیا اور اطراف
ظرف میں ڈال دیا اور فرمایا شروع کرو
بسم اللہ پس سب نے سیر ہو کر کھایا پیا اور
اعجاز نبوی سے طعام و شیر میں کمی نہیں معلوم
ہوتی تھی باوجودیکہ وہ طعام و شیر اس قدر تھا
کہ اگر ایک شخص ان میں سے چاہتا تو سب
کھا پی لیتا غرضکہ بعد فراغ اکل و شرب کے آنحضرت
پیغمبر علیہ السلام نے قوم سے کلام کرنیکا قصد
کیا لیکن ابو لہب نے مبادرت کی اور
کہا کہ تمہارے صاحب نے تم پر جادو
کیا ہے یہ سنتے ہی تمام لوگ متفرق
ہو گئے اور آنحضرت کو کچھ کہنے کا
موقع نہ ملا جب دوسرا روز ہوا
تو آپ نے حضرت علی بن ابیطالب
سے فرمایا کہ اے علی چونکہ ابو لہب نے
سبقت کر کے قبل اس کے کہ میں کچھ
کہوں جمع منتشر کر دیا لہذا اب پھر

اوس وقت اس کی خبر جناب سیدہ کو ہو گی تب آپ نے مطالبہ کیا اور یہ سب قصہ ہوا بس اگر کوئی بھی روایت نہ تو یہی سمجھنے کو کافی ہے کہ اگر قبضہ جناب سیدہ نہ تھا وہ قبضہ اوٹھایا نہ گیا تو مطالبہ کیوں کیا۔

آپ نے کشف الظلمات حصہ سوم میں یہ ملاحظہ کیا ہے کہ جناب سیدہؑ اور ازواج نبی ذی اور حضرت عباس سب نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا ہے اور یہ بغیر اس کے کیسے ممکن ہے کہ اونلوگوں کا قبضہ اوس سے اوٹھایا گیا کیونکہ محض خلافت ہونیسے تو یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ ہمارے حقوق پامال ہونگے ہم ہر حق سے محروم ہونگے بغیر اس کے کہ جو حالت پہلی رہی ہو اوس میں انقلاب آئے اور وہ بدلا دے تب گمان ہو سکتا ہے کہ ہمارے حقوق پامال ہونگے۔ کیونکہ رسول کا متروکہ کچھ نقدی نہ تھا کہ خزانہ تھا اوٹھا لیا گیا جس سے مستحقین وراثت نے یہ سمجھا ہو کہ ہم محروم ہوئے بلکہ جو لوگ جس کام پر عہد رسول پر مقرر رہے تھے وہ جب معزول کیے گئے ہونگے تب سمجھا جایگا کہ ہم محروم ہوئے اسپر وہ طالب ہوں بس یہ مطالبہ بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ جسطرح کا قبضہ انلوگوں کا تھا اوس میں تغیر ہوا تب مطالبہ ہوا۔

بہرحال مولوی صاحب نے جو لکھا کہ "شافی یا تلخیص شافی یا کشف الغمہ میں کوئی سند متعلق ہبہ کے نظر نہیں آتی" تو یہ اوسی قسم کی تقریر ہے جو شاہ صاحب نے لکھا تھا "در کتب اہلسنت اصلا موجود نیست" کیونکہ شافی میں روایتوں کا حوالہ ہم دکھلا چکے ہیں اوسی طرح تلخیص شافی وغیرہ کو سمجھیے۔

وجہ تقدم وتاخر دعوی ہبہ ہاں چونکہ یہ بحث تمام ہو رہی ہے اور اب وہ بحث شروع ہوتی ہے جسکو مولوی صاحب نے معرکۃ الآرا بنایا ہے لہذا اس نکتہ کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ مولوی صاحب نے بتقلید اپنے اسلاف کے جو اسکی بحث کی ہے کہ دعوے ہبہ مقدم ہے یا دعوے وراثت۔ تو اسکی توجیہ علامہ ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے۔

فاما تعجب المرتضی من قول ابی علی ان دعوی الارث کانت متقدمۃ علی دعوے النحل وقولہ انا لا نعرف لہ غرضا فی ذلک کلہ لانہ لا یصح لہ بذلک مذھب ولا یبطل علی مخالفیہ مذھب فان المرتضی لم یقف علی مراد الشیخ ابی علی فی ذلک وھذا شیئ یرجع

الی اصول الفقہ فان اصحابنا استدلوا علی جواز تخصیص الکتاب بخبر الواحد باجماع
الصحابۃ لانھم اجمعوا علی تخصیص قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم بروایۃ ابی بکر
عن النبیؐ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا والصحیح فی الخبر ان فاطمۃ علیہا السلام طالبت بعد
ذلک بالنحل لا بالمیراث فلھذا قال الشیخ ابو علی ان دعوی المیراث تقدمت علی دعوی النحل
وذلک لانہ قد ثبت ان فاطمۃ انصرفت عن ذلک المجلس غیر راضیۃ ولا موافقۃ لابی بکر
فلو کانت دعوی الارث متاخرۃ وانصرفت عن سخط لم یثبت الاجماع علی تخصیص الکتاب
بخبر الواحد اما اذا کانت دعوی الارث متقدمۃ فلما روی لہا الخبر امسکت وانتقلت
الی النزاع من جھۃ اخری فانہ یصح ح الاستدلال بالاجماع علی تخصیص الکتاب بخبر الواحد
فاما انا فان الاخبار عندی متعارضۃ یدل بعضھا علی ان دعوی الارث متاخرۃ ویدل
بعضھا علی انھا متقدمۃ وانا فی ھذا الموضع متوقف۔

یعنی جناب سید مرتضے نے جو ابو علی کے اس قول سے تعجب کیا کہ دعوی ارث مقدم تھا
دعوے ہبہ پر اور اوس کے جواب میں یہ کہا تھا کہ اس دعوی سے نہ اوسکا کوئی مذہب ثابت ہوتا ہے
نہ اون کے مخالف کا مذہب باطل۔ تو افسوس کہ جناب سید مرتضے نے ابو علی کا مطلب نہیں سمجھا
کیونکہ ابو علی نے اس سے اشارہ کیا تھا مسئلہ اصول فقہ کے طرف وہ یہ ہے کہ ہمارے
معتزلہ اس کے قائل ہیں کہ قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ
آیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم کو بروایۃ ابوبکر خاص کر دیا ہے۔ جنھوں نے اس کی روایت کی کہ
لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اون لوگونکا دعوی ہے کہ جناب سیدہ نے اس کے بعد بذریعہ ہبہ
دعوے کیا نہ بذریعہ میراث۔ اسی لیئے شیخ ابو علی نے کہا کہ دعوی وراثت مقدم تھا دعوے
ہبہ پر کیونکہ یہ ثابت ہے کہ جناب سیدہ اس مجلس سے ناراض ہوکر اوٹھی تھیں جس میں ابوبکر کی
موافقت نہیں ہوئی تو اگر دعوے میراث موخر ہوا اور آپ ناراض ہوکر اوٹھی ہوں تو اجماع
صحیح نہوگا (کیونکہ اوس میں تو سب کے اتفاق کی ضرورت ہی) اور اگر ایسا ہو کہ دعوی ارث
مقدم ہوا اور بعد روایت ابوبکر آپنے سکوت کیا ہو اور دوسرے دعوی کیطرف رجوع کیا ہو یعنی
بحیثیت ہبہ تو اس صورت میں یہ استدلال درست ہوگا کہ تخصیص کتاب بہ خبر واحد جائز بالاجماع

مگر ہم اس بارے میں متوقف ہیں کیونکہ حدیثیں ایک دوسرے کے معارض ہیں بعض حدیثوں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعوے ارث مقدم ہی اور بعض حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ ہبہ مقدم ہے لہذا ہم اس بارے میں متوقف ہیں۔

اس تحریر نے اور بھی اس حقیقت کو واضح کردیا کہ بجز روایت موضوع ابوبکر اور کوئی دلیل اسکی نہیں کہ یہ آیہ منسوخ ہوا یا مخصوص اور ابوبکر کی حالت صاف ظاہر ہے لہذا کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر ہاں افسوس آسکتا ہے کہ ابن ابی الحدید نے بھی جناب سید کی جواب کو نہ سمجھا جو اونھوں نے کہا تھا کہ اس بحث تقدیم و تاخیر سے نہ مخالف کو فائدہ ہوتا ہے نہ ہمارا نقصان کیونکہ صحت اجماع کا مدار سکوت و رضائے جناب سیدہ پر ہے کہ اگر وہ خوشی سے اس بیان پر راضی ہو جائیں تو سب کچھ ممکن تھا اور حضرت کی رضامندی کا کوئی دعوی نہیں کرسکتا پھر اجماع صحیح کہاں ہو سکتا ہے جو آپ کے مفید مطلب ہو اسی پر جناب سید نے فرمایا کہ بحث تقدم و تاخر سے نہ تمھارا فائدہ سا سکے بعد ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔

وما ذکرہ المرتضی من ان الحال تقتضی ان یکون البدایۃ بدعوی النحل صحیح واما اخفاء القبر وکتمان الموت وعدم الصلوۃ وکل ما ذکرہ المرتضی فیہ هو الذی یظهر ویقوی عندی لان الروایات بہ اکثر واصح من غیرها وکذلک القول فی موجدتها وغضبها فاما المنقول عن رجال اهل البیت فانہ یختلف فتارۃ علی کل حال تمیل اهل البیت الی ما فیہ نصرۃ ابیهم وبنیهم وقد اخل قاضی القضاۃ بلفظۃ حکاها عن الشیعۃ فلم یتکلم علیها وهی لفظۃ جیدۃ قال قد کان الاجل ان یمنعها التکرم مما ارتکبها منها

یعنی جو کچھ جناب سید مرتضی نے ذکر کیا ہے کہ مقتضائے حال یہی ہے کہ جناب سیدہ نے پہلا دعویٰ ہبہ کیا ہو یہ صحیح ہے اوسیطرح یہ کہنا کہ قبر جناب سیدہ مخفی کردی گئی اور موت آپکی چھپائی گئی (یعنی ابوبکر کو بوقت تجہیز نہیں خبر دی گئی) اور نماز نہ پڑھوائی گئی تو جو کچھ جناب سید مرتضی نے لکھا ہے وہی ظاہر اور قوی ہے۔ کیونکہ بہت سے روایتوں میں یہی مذکور ہے اور وہ روایتیں زیادہ صحیح ہیں بہ نسبت دوسروں کی اسیطرح یہ کہنا کہ جناب سیدہ ناراض ہوئیں اور غضبناک ہوئیں یہی ہے لیکن جو منقول ہے رجال اہلبیت سے تو گرچہ اختلاف ہی مگر میل سب کا اسیطرف ہے کہ اپنے آبا کی

تفضلا عن الدين، وهذا الكلام لا جواب
عنه ولقد كان التكرم ورعاية حق رسول
الله وحفظ عهده يقتضي ان تعوض
ابنته بشيء يرضيها ان لم يستنزل المسلمون
عن فدك ويسلم اليها تطييبا لقلبها وقد يسوغ
للامام ان يفعل ذلك من غير مشاورة
المسلمين اذا رای المصلحة فيه وقد بعد
العهد الان بيننا وبينهم ولا نعلم حقيقة ما
كان والى الله ترجع الامور

نصرت کریں اور انکے قول کو صحیح کہیں اس دلیل
میں قاضی نے بہ قول شیعہ نقل کیا ہے جو نہایت
عمدہ ہے کہ ابوبکر کو مناسب تھا کہ بطور تکرم و
احترام جناب سیدہ کو دیتے کیونکہ یہ کلام ایسا
ہے جسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ تکرم جناب
سیدہ اور رعایت حق رسول اللہ اور حفظ عہد
کا مقتضی یہ تھا کہ جسطرح ہوتا جناب سیدہ کو
راضی کرتے اگر مسلمین نہ راضی ہوتے تو بھی
فدک کے معاوضہ میں کچھ دیدیتے جس سے اوس
معصومہ کا دل خوش ہو جاتا اور وہ راضی ہوتیں کیونکہ امام کو جائز ہے کہ بلا مشورہ مسلمین
ایسا کر سکتا ہے اگر مصلحت دیکھے اور چونکہ زمانہ بہت گذر چکا لہذا ہم نہیں جان سکتے کہ
حقیقت حال کیا ہے والے اللہ ترجع الامور

ہاں چونکہ قاضی صاحب نے قبضہ فدک سے انکار کیا ہے جسکے دلائل مرقوم ہو چکے
لہذا ایک روایت احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ کی لکھی جاتی ہے تاکہ قبضہ کی حالت معلوم ہو
ملاحظہ ہو احتجاج طبرسی قلمی صفحہ ۱۰۰۔

عن ابی عبد الله عليه السلم قال لما بويع
ابو بكر واستقام له الامر على جميع المهاجرين
والانصار بعث فدك من اخرج وكيل
فاطمة بنت رسول الله صلعم منها فجاءت
فاطمة عليها السلم الى ابی بكر فقالت له
يا ابا بكر لم تمنعني من ميراثي من ابی
رسول الله صلعم واخرجت وكيلي من فدك
وقد جعلها لی رسول الله صلی الله عليه واله

یعنی جناب امام جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ حضرت نے
فرمایا کہ جب ابوبکر کی بیعت ہو چکی اور مہاجرین و
انصار نے بیعت کر لیا تو ابوبکر نے ایک شخص کو
فدک بھیجا کہ وکیل جناب سیدہ کو وہاں سے نکالدے
جس پر جناب سیدہ ابوبکر کے یہاں آئیں اور فرمایا
کیوں تو میراث پدر سے ہمکو محروم کرتا ہے
اور ہمارے وکیل کو فدک سے نکالتا ہے حالانکہ
بحکم خداوند عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ

بامر اللہ تعالیٰ فقال ہات علی ذلک بشہود
فجاءت بام ایمن فقالت لا اشہد یا ابا بکر
حتی احتج علیک بما قال رسول اللہ صلعم
انشدک باللہ الست تعلم ان رسول اللہ صلعم
قال ام ایمن امرأة من اہل الجنة فقال بلی
قالت فاشہد ان اللہ عز وجل اوحی الی رسول اللہ
صلعم فآت ذی القربی حقہ فجعل فدک لہا
طعمة بامر اللہ وجاء علی علیہ السلام فشہد بمثل
ذلک فکتب لہا کتابا ودفعہ الیہا فدخل عمر
فقال ما ہذا الکتاب فقال ان فاطمة ادعت
ذلک فی فدک وشہدت لہا ام ایمن وعلی
فکتبتہ لہا فاخذ عمر الکتاب من فاطمة فمزقہ
فخرجت فاطمة علیہا السلام تبکی فلما کان بعد
ذلک جاء علی علیہ السلام الی ابی بکر وہو
فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار فقال
یا ابا بکر لم منعت فاطمة من میراثہا من رسول
اللہ وقد ملکتہ فی حیوة رسول اللہ صلعم فقال
ابوبکر ان ہذا فئ المسلمین فان اقامت
شہودا ان رسول اللہ صلعم جعلہ لہا والا
فلاحق لہا فیہ فقال امیر المومنین صلوات اللہ
علیہ یا ابا بکر اتحکم فینا بخلاف حکم اللہ فی
المسلمین قال لا قال فان کان فی ید المسلمین
شیء یملکونہ ادعیت انا فیہ من تسال البینة

نے ہمکو دیا تھا - ابوبکر نے کہا کہ گواہ لاؤ
جناب سیدہ ام ایمن کو گواہی میں لائیں ام ایمن نے کہا
جب تک ہم اونکو قائل نہ کر لینگے گواہی نہ دینگے - اے
ابوبکر ہم تمکو خدا کی قسم دیتے ہیں سچ کہو کہ آیا رسول اللہ
نے یہ ہمکو کہا تھا یا نہیں کہ ام ایمن بہشت کی عورت ہے؟
ابوبکر نے کہا ہاں - تب ام ایمن نے کہا میں
گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے وحی کی اپنے رسول پر
فآت ذا القربی حقہ پس رسول اللہ نے فدک
کو بحکم خدا جناب سیدہ کو دیا جناب امیر نے بھی گواہی
دی اسپر ابوبکر نے ایک نوشتہ لکھکر حوالہ جناب
سیدہ کیا اتنے میں عمر آئے اور کہا یہ کیسا نوشتہ ہے
ابوبکر نے کہا فاطمہ نے اسکا دعوی کیا اور ام ایمن
و علی نے گواہی دی لہذا ہمنے یہ نوشتہ لکھدیا
عمر نے اوس کتاب کو لیکر چاک کر دیا جناب سیدہ
دلہا نے روتی ہوئی گھر گئیں - اس کے بعد
جناب امیر تشریف لائے اور ابوبکر سے کہا تونے
فاطمہ کو میراث پدر سے کیوں محروم کر دیا حالانکہ
آنحضرت نے اپنے حیات میں اوسکا مالک کر دیا تھا
ابوبکر نے کہا یہ فئی ہے مسلمانوں کی پس اگر اسپر
گواہ لاؤ گے کہ رسول اللہ نے فاطمہ کو دیا تھا
تو انکو ملیگا ورنہ اونکا کوئی حق نہیں ہے جناب
امیر نے فرمایا اے ابوبکر کیا ہمارے بارے میں تو وہ
حکم دیتا ہے جو خلاف حکم خدا ہے دربارہ مسلمین

فهل كنت ايالك اسال البينة قال فما بال فاطمة
سالتها البينة على ما فى يديها وقد ملكته فى حيوة
رسول الله صلى الله عليه وآله وبعده ولم تسال
المسلمين على ما ادعوها شهودا كما سالتني
على ما ادعيت عليهم فسكت ابو بكر فقال عمر يا على
دعنا من كلامك فانا لا نقوى على حججك فان
اتيت بشهود عدول والا فهو فى للمسلمين لا حق
لك ولا لفاطمة فيه فقال امير المومنين على بن
ابى طالب عليه السلام يا ابا بكر اتقرات كتاب الله
قال نعم قال فاخبرنى عن قول الله عز وجل انما
يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و
يطهركم تطهيرا فيمن نزلت فينا ام فى غيرنا قال
بل فيكم قال فلو ان شهودا شهدوا على فاطمة
بنت رسول الله صلعم بفاحشة ما كنت صانعا بها
قال كنت اقيم عليها الحد كما اقيم على نساء المسلمين
قال كنت اذا عند الله من الكافرين قال ولم قال
لانك رددت شهادة الله لها بالطهارة وقبلت
شهادة الناس عليها كما رددت حكم الله وحكم رسوله
ان جعل لها فدك وزعمت وقبضته فى حيوته ثم
قبلت شهادة اعرابى بائل على عقبيه عليها واخذت
منها فدك وزعمت انه فى للمسلمين وقد قال
رسول الله صلعم البينة على المدعى واليمين على
المدعى عليه فرددت قول رسول الله صلعم البينة

بتاؤ تو اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضہ میں ہو اور ہم
اوسکے مدعی ہوں تو کس سے گواہ طلب کروگے کہا
تمسے۔ تو کہا جناب امیر نے پھر کیوں بنت فاطمہ کو
گواہ طلب کیا ایسے چیز پر جو اونکے قبضہ میں تھا
کیونکہ رسول اللہ نے اوسپر قبضہ دیدیا تھا اپنی
زندگی میں اور حضرت کے بعد بھی اونکا قبضہ رہا
پھر تو نے مسلمانوں سے کیوں نہ گواہ مانگا جیسا کہ
تمنے کہا ہم تم سے گواہ مانگینگے۔ ابو بکر یہ کلام
سنکر چپ ہورہے عمر نے کہا ہملوگوں میں اتنی
قوت تو نہیں ہے کہ آپ کے دلیلوں کا مقابلہ کریں
اگر گواہ لاؤگے تو ملیگا ورنہ وہ مسلمانوں کا مال
ہوگا اوس میں نہ تمھارا حق ہے نہ فاطمہ کا۔
جناب امیر نے فرمایا کیا تو نے قرآن میں اس
آیہ کو پڑھا ہو انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھرکم تطھیرا کس کے بارے میں
نازل ہوا ہملوگوں کے بارے میں یا دوسروں کی
ابو بکر نے کہا بیشک تمھارے باب میں۔ جناب
امیر نے فرمایا اب کہو اگر کوئی اس کی گواہی دے
کہ معاذ اللہ جناب سیدہ نے ارتکاب فاحشہ کیا تو
کیا کروگے کہا کہ ہم اونپر بھی اوسیطرح حد قائم
کرینگے جسطرح اور مسلمان عورتوں پر حد لگاتے
ہیں۔ جناب امیر نے فرمایا تم اس صورت میں
کافر ہو جاؤگے پوچھا کیوں کہا کہ تو نے

على المدعی والیمین علی من ادعی علیه فدمدم
الناس وانکر بعضهم وقالوا صدق والله علی ورجع
علی علیه السلم الی منزله ودخلت فاطمة علیها
السلم المسجد وطافت بقبر ابیها وهی تقول

انا فقدناک فقد الارض وابلها +
+ واختل قومک فاشهدهم ولا تغب
قد کان بعدک انباء وهنبثة +
+ لو کنت شاهدها لم تکثر الخطب
قد کان جبرئیل بالآیات یونسنا +
+ فغاب عنا فکل الخیر محتجب
وکنت بدرا ونورا یستضاء به +
+ علیک ینزل من ذی العزة الکتب
تجهمتنا رجال واستخف بنا +
+ اذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب
فسوف نبکیک ما عشنا وما بقیت +
+ منا العیون بتهمال لها سکب

قال فرجع ابو بکر وعمر الی منزلهما وبعث ابو بکر الی
عمر فدعاه ثم قال له اما رایت مجلس علی منا فی
هذا الیوم والله لئن قعد مقعدا مثله لیفسدن
امرنا فما الرأی فقال عمر الرأی ان تامر بقتله
قال فمن یقتله قال خالد بن الولید فبعثا الی
خالد فاتاهما فقالا له نرید ان نحملک علی امر
عظیم قال احملونی علی ما شئتم ولو علی قتل علی بن

خدا کی گواہی کو رد کیا جو اسکی شہادت دیتا ہے کہ
یہ لوگ طاہر ہیں اور قبول کیا تو نے شہادت
آدمیونکی جیسا کہ تو نے اس معاملہ (فدک)
میں حکم خدا اور رسول کو رد کر دیا کیونکہ حضرت نے
فدک دیدیا تھا جسپر قبضہ بھی ہو چکا تھا مگر تو نے
ایک اعرابی کے قول کو مان لیا جو اپنی پشت پا
پر پیشاب کرتا ہے اور فدک چھین لیا اور گمان
کیا کہ یہ مسلمانوں کا فی ہے حالانکہ رسول اللہ نے
فرمایا ہے کہ گواہ مدعی پر ہو اور یمین اوسپر جس پر
دعوے کیا جائے۔ اس گفتگو سے صحابہ میں
ایک جوش پیدا ہوا اور کچھ لوگ ابوبکر کے اس
فعل پر اعتراض کرنے لگے اور کہا کہ جو کچھ فرمایا
جناب امیر نے وہ سب درست ہے۔ بعد اس کے
جناب امیر پھر آئے اور جناب سیدہ داخل مسجد
ہو کر چند اشعار مرثیہ جناب رسالتمآب میں پڑھے
اس کے بعد ابوبکر نے عمر سے کہا اگر اسیطرح
جناب امیر گفتگو کرینگے تو سب امر فاسد ہو جائیگا
تو اب کیا کرنا چاہیے عمر نے کہا رائے یہ ہے
کہ اونکو قتل کر ڈالنا چاہیے چنانچہ
ابوبکر نے خالد کو حکم دیا کہ نماز کے حالت میں
جناب امیر کو قتل کر ڈالو مگر نماز ہی میں
اونکو اس حکم پر ندامت ہوئی اور حکم دیا کہ
اے خالد جس بات کا تمہیں حکم دیا ہے اوسکو نہ کرنا

ابیطالب قال افعلہ فہو ذاک قال خالد منی اقتلہ
قال ابوبکر احضر المسجد وقم بجنبہ فی الصلوٰۃ فاذا
سلمت فقم الیہ واضرب عنقہ قال نعم فسمعت اسماء
بنت عمیس وکانت تحت ابی بکر فقالت لجاریتہا
اذھبی منزل علی وفاطمہ علیہما السلم واقرأیہما
السلم وقولی لعلی ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک
فاخرج انی لک من الناصحین فجاءت فقال
امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ قولی لھا ان اللہ
یحول بینھم وبین مایریدون ثم قام وتہیأ
للصلوٰۃ وحضر المسجد وصلی خلف ابی بکر وخالد
بن الولید بجنبہ ومعہ السیف فلما جلس ابوبکر
فی التشہد ندم علی ما قال وخاف الفتنۃ وعرف
شدۃ علی وباسہ فلم یزل متفکرا لا یجسران حتی
ظن الناس انہ قد سہی ثم التفت الی خالد فقال
لا تفعلن ما امرتک السلم علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
فقال امیرالمومنین ع یا خالد ما الذی امرک
بہ قال بضرب عنقک قال او کنت فاعلا قال ای
واللہ لولا انہ قال لی لا تفعلہ قبل التسلیم لقتلتک
قال فاخذہ علی علیہ السلم فجلد بہ الارض فاجتمع
الناس علیہ فقال عمر یقتلہ ورب الکعبۃ فقال
یا ابا الحسن اللہ اللہ بحق صاحب القبر فخلی عنہ ثم
التفت الی عمر فاخذہ تبلابیبہ وقال یا ابن صہاک
واللہ لولا عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بعد نماز جناب امیر نے خالد سے پوچھا ابوبکر نے کیا حکم دیا تھا کہا کہ آپ کے قتل کا جناب امیر نے پوچھا تو کیا کرتا۔ اوسنے کہا ضرور قتل کرتے اگر ابوبکر منع نہ کرتے اسپر جناب امیر نے اوٹھا کر زمین پر دے مارا لوگ ہر طرف سے فریاد کرنے لگے کہ بحق صاحب اس قبر کے اسکو چھوڑ دیجئے جناب امیر نے چھوڑ دیا۔ اوس کے بعد عمر کے طرف متوجہ ہوئے اور اوسکا گلا دبایا اور فرمایا اگر رسول کا حکم اور قضائے الٰہی نہ ہوتا۔ تو تو دیکھ لیتا ہم میں کون ضعیف اور کون قوی ہے۔

یہ روایت شیعہ ہے جسکو ہمنے صرف اس غرض سے نقل کیا ہے کہ معلوم ہو جناب سیدہ کا قبضہ فدک پر کس طرح کا تھا کہ آپ کا وکیل وہاں معین تھا۔ اور یہ خود بدیہی بات ہے کہ جب تک کسی کا قبضہ اور دخل پایا نہ جائیگا صورت مخاصمت نہ پیدا ہوگی۔

اس روایت سے قاضی صاحب اوس قول کا فیصلہ بھی ہوگیا کہ اگر فدک حضرت کے قبضہ میں ہوتا وہی معاملہ کیا جاتا جو عام مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ اسکو تو خود جناب امیر نے پیش کیا کہ ہمارے ساتھ وہ

وَاللہِ دَکِتَابٌ مِنَ اللّٰہِ سَبَقَ لَعَلِمْتُ آیَتًا اَضعف ناصِحًا وَاَقَلَّ عَدَدًا وَاَخَلَّ مَنْزِلۃً | سلوک کیوں کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے عام سلوک کے خلاف ہے کہ باوصفیکہ ہمارا اوپر قبضہ ہے

پھر ہم سے گواہ لیا جاتا ہے اور ان لوگوں سے نہیں گواہ لیا جاتا جنکا حق قرار دیا جارہا ہے۔

بہرحال چونکہ مولوی مہدی علیخاں نے آیات بینات کے ذریعہ سے اپنی انصاف پسندی بھی دکھانا چاہا ہے کہ ہم تمامی کتب شیعہ سے استدلال کرتے ہیں اسلئے بھی ضرور تھا کہ اس روایت کو ہم لکھیں کیونکہ اس روایت سے تعرض نہیں کیا حالانکہ اس میں ہبہ اور قبضہ دونکا پورا ثبوت موجود ہے اور ہر تقریر کا جواب بھی اور چونکہ ہر امر کا اثبات کتب اہلسنت سے بھی کردیا گیا ہے لہذا زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں کیونکہ حکم قتل جناب امیر بھی خود کتاب الانساب سمعانی میں موجود ہے جس کی پوری عبارت کتاب سقی میں نقل ہوچکی ہے ملاحظہ ہو۔

اب تو کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ رہی کیونکہ آپ نے دیکھ لیا مدار سب کا روایت ابوبکر پر ہے اوسی پر اجماع کی دیوار بھی کھڑی کی جاتی ہے مگر کوئی اَمر نیک نیتی کا نہیں دکھائی دیتا کیونکہ آپکو آئندہ چلکر ہزاروں واقعات ایسے ملینگے جن میں شیخین نے اپنی رائے سے جو کچھ چاہا ہے کیا ہم بخشش و عطایا کی کوئی حد نہیں رہی ہے۔ پھر بجز بغض و عداوت اسکا باعث اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس طرح جناب سیدہ اور جناب امیر کو محروم کیا اب ہم اگر ابوبکر کی تصدیق کرتے ہیں تو قرآن و رسول کی تکذیب لازم آتی ہے اور اگر خدا و رسول کو صادق مانتے ہیں تو ممکن نہیں کہ تصدیق ابوبکر کرسکیں۔

قولہٗ طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے۔ روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم بنبیہم انہ لما فتح خیبر اصطفی لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبرئیل بہذہ الآیۃ فآت ذا القربی حقہ فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقہم قال فاطمۃ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علحدہ کرلیا پھر جبرئیل یہ آیت

اے کہ اپنے ذاالقربے کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرت نے پوچھا کہ ذاالقربی کون لوگ ہیں اور ونکا حق کیا ہے جبریل نے کہا کہ ذاالقربے فاطمہ ہیں پہر آپ نے فدک اونھیں دیدیا اور پہر عوالی یعنی چند باغات او رعطیے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کرتیں تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دیکھو طرائف صفحہ ۴۸ مطبوعہ بمبئی اسکے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ومن طریف مناقضاتھم مارووہ فی کتبھم الصحیحۃ عندھم برجالھم عن مشائخھم حتیٰ اسند وہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا یحیی السنطی الھمدانی عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت اٰیۃ واٰت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک کہ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جسکو اونھوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور وے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورۂ بالا یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک اونھیں دیدیا۔

اقول چونکہ مولوی صاحب مصنف آیات بینات کے امانت و دیانت کا حال ہم چندمرتبہ ظاہر کرچکے ہیں لہذا یہاں بھی اصل طرائف کے طرف رجوع کرنا پڑا تاکہ اوس سے معلوم ہو کہ کہانتک انھوں نے دیانت سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶ مطبوعہ ایران۔

ومن الطرائف العجیبۃ ما تجددت علی فاطمۃ بنت محمد نبیھم من الاذی والظلم وکسر حرمتھا وحرمۃ ابیھا والاستخفاف بتعظیمھا وتنزیھا لکما تقدمت روایاتھم عنہ فی حقھا من الشہادۃ بطھارتھا و	یعنی طرفہ تر امور سے جس میں جناب فاطمہ بنت رسول اللہ پر اذیت وظلم تازہ کیا گیا اور اون کی حرمت اور اون کے باپ کی حرمت ضایع کی گئی اور اونکی تعظیم واحترام میں فرق ڈالا گیا جیسا سابقا مذکور ہوا اونکی روایات سے اس بارے میں کہ کسطرح خداو

وجلالتها وشرفها على سائر النسوان
والعالمين حتى ان اهل الجمهور ذكر اصحاب
التواريخ في رسالة طويلة تتضمن قصة فدک
امر المامون الخليفة العباسي بانشائها
وقرائتها في موسم الحج وقد ذكر صاحب التاريخ
المعروف بالعباسي واشار الروحي الفقيه
صاحب التاريخ الى ذلك في حوادث سنة
ثماني عشرة ومائتين في جملتها ان جماعة
من ولد الحسن والحسين رفعوا الى المامون
الخليفة العباسي يذكرون ان فدک والعوالي
كانت لامهم فاطمة بنت محمد نبيهم وان
ابابكر اخرج يدها عنها بغير حق وسالوا
المامون انصافهم وكشف ظلامتهم فاحضر
المامون مائتي رجل من علماء الحجاز والعراق
وغيرهم وهو يؤكد في اداء الامانة واتباع
الصدق وعرفهم ما ذكره ورثة فاطمة
في قضيتهم وسالهم عما عندهم من الحديث
الصحيح في ذلك فروى غير واحد
منهم عن بشر بن الوليد والواقدي
وبشر بن غياث في احاديث يرفعونها
الى محمد نبيهم انه لما فتح خيبر اصطفى
لنفسه قرى من قرى اليهود فنزل
جبرئيل بهذه الآية فآت ذا القربى

رسول نے شہادت دی ہے اونکی طہارت
وجلالت وشرف پر بہ نسبت تمام عورتوں کے اور
یہ کہ وہ سیدۃ نساء العالمین ہیں۔ یہ واقعہ ہے
جسکو صاحب تواریخ نے کہ مامون رشید خلیفہ عباسی
نے ایک طولانی رسالہ لکھوایا اور حکم دیا کہ موسم
حج میں پڑھا جائے صاحب تاریخ عباسی نے
اس کو ذکر کیا ہے اور روحی فقیہ نے اپنے
تاریخ میں اسکا اشارہ کیا ہے۔ مدمل حوادث
سنہ ۲۱۸ ایک جماعت سادات حسنی اور حسینی نے
اس واقعہ کو خدمت خلیفہ میں پہونچایا اور انہوں
طالب فیصلہ ہوئے کہ فدک اور عوالی مال تھا
ہمارے مادر گرامی قدر جناب سیدہ کا اور ابوبکر نے
حضرت کا قبضہ اوس سے اوٹھا لیا بغیر حق۔
مامون نے اسی دو سو علماء حجاز و عراق
وغیرہ کو جمع کیا اور سب پر اس کی تاکید کی کہ
امانت کو ادا کریں اور حق کی پیروی کریں۔
اس کے بعد ورثہ فاطمہ کے دعوے کو بیان کیا
اور پوچھا کہ حدیث صحیح اس بارے میں تم لوگوں کے
پاس کیا ہے ان لوگوں کے علاوہ اور لوگوں نے
بشر بن الولید۔ واقدی۔ بشر بن غیاث
سے روایت کی ہے چند حدیثوں میں جو سب
مرفوع ہیں رسول اللہ کی طرف کہ حضرت نے
جب خیبر کو فتح کیا تو چند قریوں کو اپنے لیے

حقه فقال محمد من ذوي القربى وما حقه
قال فاطمة تدفع اليها فدك ثم اعطاها
العوالي بعد ذلك فاستغلتها حتى توفي ابوها
محمد فلما بويع ابوبكر تدفع اليها فدك فلما شكت
فلم تدفع اليك ابوك لا دان يكتب لها كتابا
فاستوقفه عمر بن الخطاب فقال انها امراة
فادعها بينة على ما ادعت فامرها ابوبكر ان
تفعل فجاءت بام ايمن واسماء بنت عميس مع
علي بن ابيطالب فشهدوا لها جميعا بذلك
فكتب لها ابوبكر فبلغ ذلك عمر فاتاه فاخبره
ابوبكر الخبر فاخذ الصحيفة قال ان فاطمة امراة
علي بن ابيطالب تدحها وهو جار على نفسه
ولا يكون شهادة امرتين دون رجل فارسل
ابوبكر الى فاطمة فاعلمها ذلك فحلفت بالله الذي
لا اله الا هو انهم ما شهدوا الا بالحق فقال
ابوبكر فلعل ان تكون صادقة ولكن احضري
شاهدا لا يجر الى نفسه فقالت الم تسمعا
من رسول الله ص يقول اسماء بنت عميس وام
ايمن من اهل الجنة فقالا بلى فقالت
امرأتان من اهل الجنة يشهدان بالباطل
فانصرفت صارخة تنادي اباها وتقول قد
اخبرني ابي باني اول من يلحق فوالله لاشكونهما
اليه فلم تلبث ان مرضت فاوصت عليا

خاصہ قرار دیا تو اوسپر حضرت جبرئیل یہ آیہ
وآت ذی القربی حقہ لائے تو حضرت نے
پوچھا ذوی القربے کون ہیں اور کیا حق ہے
اوسکا تو جبرئیل نے کہا فاطمہ پس حضرت نے
فدک کو حوالہ فاطمہ کیا پھر عوالی بھی دیا جسکو
جناب سیدہ نے بند و بست کیا اوسکو غلہ پر
جب تک رسول اللہ زندہ رہے یہی دستور رہا تم
ابوبکر جب تک خلیفہ ہوئے (عبارت یہاں
کی کچھ غلط ہے) تو چاہا نوشتہ لکھیں عمر مانع
ہوئے اور کہا کہ گواہ طلب کرو گواہی شاہدی
کے بعد ابوبکر نے لکھدیا اور عمر نے آکر مزاحمت کی
غرض ماموں نے اوسروز تو مجمع برخواست
کیا اور دوسرے روز ہزار آدمیوں کو اہل علم
سے جمع کیا اور اس واقعہ کو بیان کر کے
کہا خدا سے ڈر کر کے فیصلہ کرو چنانچہ اونمیں
دو فریق ہو گئے ایک نے کہا شوہر کی شہادت
جس سے جلب نفع ہو زوجہ کا اگرچہ قابل
اعتبار نہیں ہے مگر خود جناب سیدہ کا یمین
مع اون دو عورتوں کے گواہ کے کافی ہے
اثبات حق کے لیے دوسرے گروہ نے
کہا کہ یمین مع الشہادۃ اگرچہ موجب حکم
نہیں ہے مگر شوہر کی شہادت جائز ہے اور
اوسکے نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنا

ان لا یصلیا علیہا کلا ہجر تہا فلم تکلمہا
حتی ماتت فدفنہا علی والعباس علیہم
السلام لیلا فدفعہم المامون الجماعۃ عن
مجلسہ ذلک الیوم ثم احضر فی الیوم الآخر
الف رجل من اہل العلم والفقہ وشرح لہم
حال وامرہم بتقوی اللہ ومراقبتہ فتناظروا
واستظہروا ثم افترقوا فرقتین فقالت فرقۃ
منہم الزوج عندنا جار الی نفسہ فلا شہادۃ
لہ ولکنا نری یمین فاطمۃ قد اوجب لہا
ما ادعت مع شہادۃ الامرأتین وقالت
طائفۃ لا نری الیمین مع الشہادۃ لا توجب
حکما ولکن شہادۃ الزوج جائزۃ ولا نراہ
جارا الی نفسہ وقد وجب بشہادتہ مع
شہادۃ الامرأتین لفاطمۃ ما ادعت فکان
اختلاف الطائفتین اجماعا منہما علی استحقاق
فاطمۃ فدک والعوالی فسألہم المامون
بعد ذلک عن فضائل لعلی بن ابیطالب فذکروا
منہا طرفا جلیلۃ وقد تضمنہ رسالۃ
للمامون وسألہم عن فاطمۃ فرووا لہا عن
ابیہا فضائل جمیلۃ وسألہم عن ام ایمن
واسماء بنت عمیس فرووا عن نبیہم
انہما من اہل الجنۃ فقال لہم المامون یجوز ان
یقال او یعتقد ان علی بن ابیطالب مع ورعہ

جلب نفع چاہتا ہے لہذا جناب امیر کی شہادت
اور دو عورتوں کی شہادت سے جناب سیدہ کا حق
ثابت ہے تو دونوں فریق کے اختلاف کی وجہ
سے اجماع ہوا کہ حق جناب سیدہ صحیح و ثابت
ہے اسکے بعد مامون نے فضائل جناب
امیر کو پوچھا تو لوگوں نے بہت سے فضائل
بیان کیے پھر ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کے
فضائل کو پوچھا تو لوگوں نے بہت سے
فضائل بیان کر دیئے اور پھر مامون نے کہا
کیا یہ کہا جاسکتا ہے یا اسکا اعتقاد کیا
جاسکتا ہے کہ جناب امیر اس ورع و زہد کے
ساتھ گواہی دینگے ناحق فاطمہ کے لیے حالانکہ
خدا و رسول نے اون کے فضائل پر
اسطرح گواہیاں دی ہیں
کیا ایسے شخص سے علم و فضل کے ساتھ
یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسے گواہی میں کہ
جسکے حکم سے وہ جاہل ہوں اوسی کیا جناب
سیدہ کے نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ جو
طاہرہ اور معصومہ اور سیدۃ
نساء العلمین اور سیدہ نساء اہل الجنۃ ہیں
جیسا کہ تم لوگ روایت کرتے ہو وہ ایسے
حق کی طلبگار ہوں جس میں کسی طرح کا
اونکو حق نہ تھا بلکہ وہ جمیع مسلمین کا مال تھا

ورجل يشهد لفاطمة بغير حق وقد شهد
له الله ورسوله بهذه الفضائل ايجوز
مع علمه وفضله ان يقال انه يشهد في شيء
وهو يجهل الحكم فيها وهل يجوز ان يقال
ان فاطمة مع طهارتها وعصمتها وانها سيدة
نساء العالمين وسيدة نساء اهل الجنة كما رويتم
تطلب شيئا ليس لها تظلم فيه جميع المسلمين
وتقسم عليه بالله الذي لا اله الا هو او يجوز
ان يقال عن ام ايمن واسماء بنت عميس انهما
تشهدان بالزور وهما من اهل الجنة ان
الطعن على فاطمة وشهودها طعن على كتاب
الله والحاد في دين الله حاش لله ان يكون
ذلك كذلك ثم عارضهم المامون بحديث رووه
ان علي بن ابي طالب اقام مناديا بعد وفاة
محمد نبيهم ينادي من كان له على رسول الله
دين او عدة فليحضر فحضر جماعة فاعطاهم
علي بن ابي طالب عليه السلام ما ذكروه بغير
بينة وان ابا بكر امر مناديا ينادي بمثل ذلك
فحضر جرير بن عبد الله وادعى على نبيهم
عدة فاعطاه ابو بكر بغير بينة وحضر جابر
بن عبد الله وذكر ان نبيهم وعده ان
يحثو له ثلث حثوات من مال البحرين فلما
قدم مال البحرين بعد وفاته فيهم اعطاه

اور پھر وہ خدا کی قسم کھاتیں - اور کیا جائز
ہے کہ ام ایمن اور اسما بنت عمیس جھوٹی
گواہی دیں حالانکہ تم لوگ روایت کرتے ہو
کہ وہ اہل جنت سے تھیں طعن کرنا فاطمہ پر
یا انکے گواہوں پر طعن کرنا ہے کتاب اللہ میں
اور الحاد ہے دین خدا میں حاشا للہ کہ ایسا ہو
پھر مامون نے انسے یوں معارضہ کیا کہ
تم لوگ روایت کرتے ہو کہ جناب امیر نے منادی
کو حکم دیا کہ کہو جسکا دین ہو رسول اللہ پر
یا حضرت نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو حاضر
ہو چنانچہ بہت سے لوگ حاضر ہوئے اور حضرت
نے بغیر گواہ و شاہد لیے سب کو دیا جسقدر
انھوں نے مانگا ابوبکر نے بھی ایکبار اسیطرح
منادی کرایا جسپر جریر بن عبد اللہ اور جابر
بن عبد اللہ نے دعوے کیا اور ابوبکر نے
بغیر گواہ و شاہد لیے انکو دیا۔
عبد المحمود کہتا ہے کہ اس روایت کو حمیدی نے
جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے حدیث
تاسع میں افراد مسلم سے مسند جابر میں
جابر کا بیان ہے کہ ہمنے گنا تو وہ پانچسو
درہم تھا - ابوبکر نے کہا اسکے مثل دو دفعہ
اور لے لو (بندہ سو) صاحب رسالہ
کہتے ہیں کہ مامون کو اس سے اور بھی زیادہ

ابوبکر بعد وفاته الثلث الحجرات بدعواه
من غیر بینة قال عبد المحمود وقد ذکر
الحمیدی هذا الحدیث فی الجمع بین الصحیحین
فی الحدیث التاسع من افراد المسلم فی
مسند جابر وان جابر قال فعلا دفعها الی
خمسة فقال ابوبکر لجابر خذ مثلها ثلاث
عبد المحمود قال ان رسالة المامون من خراسان
وقال اما کانت فاطمة وشهد لها جمیعون
منهم جریر بن عبد الله وجابر بن عبد الله
ثم تقدم بسطر الرسالة المشار الیها وامر
ان تقرء بالموسم علی رؤس الاشهاد
وجعل فدک والعوالی فی ید محمد بن یحیی
بن الحسین علی بن الحسین بن علی ابن الحسین
بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیهم السلام
یعمرها ویستغلها ویقسم دخلها بین ورثة
فاطمة بنت محمد نبیهم ـ

تعجب ہوا اور کہا کہ کیا جناب سیدہ اور اونکے
گواہ اس قابل بھی نہ تھے کہ وہ جریر بن
عبد اللہ اور جابر بن عبد اللہ کے برابر ہوتے
پاتے اسکے بعد مامون نے حکم دیا کہ وہ رسالہ
موسم حج میں پڑھا جاوے اور فدک و عوالی
کو حوالہ اولاد جناب امام حسن و امام حسین ع
کیا۔ اگر مولوی صاحب کچھ بھی غور کرتے
تو اونکو معلوم ہوتا یہاں صرف روایت بشر
بن ولید واقدی بشر بن غیاث نہیں ہے
جکو وہ حدیثوں میں بیان کرتے ہیں بلکہ
بارہ سو علماء حجاز و عراق کی حدیث ہے کہ
جنہوں نے اس واقعہ کی حدیث بیان کی انکے
علاوہ یہ علماء المسنت ہیں جن کے فضائل
و مناقب کا احصا نہیں ہو سکتا جیسا کہ آئندہ
مذکور ہوگا۔

رد غصب المامون

بہرحال چونکہ وہ زمانہ علماء کا تھا انکار
بدیہیات کی جرأت کمتر ہوتی تھی لہذا طریقہ تحریر یہ تھا کہ یا خود روایت بیان کرتے
کہ ہمسے فلاں محدث نے یوں بیان کیا یا کتاب کا مختصر حوالہ دیتے کہ فلاں کتاب
میں اس طرح ہے جو طریقہ آج کل رائج ہے کہ ہر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور
صفحہ و مطبع وغیرہ لکھا جاتا ہے اوس زمانہ میں نہیں تھا بلکہ کتاب کا حوالہ یا راوی
کا نام کافی ہوتا تھا کیونکہ ایک محدث کے راوی صدہا نہیں ہزاروں ہوتے تھے وہ سب
اوس روایت کو سنتے اور یاد رکھتے تھے۔

قال المخاطب بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی

آیہ وآت ذا القربی حقہ کے شان نزول میں فرماتے ہیں روا کثیر من المفسرین و ورد ت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ کہ اس آیت کے شان نزول میں بہت روایتیں بہت سے مفسرین نے اہلسنت اور شیعہ کی بیان کی ہیں اور اس کے بعد لکھتے ہیں قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو ذا القربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسول سے ہے پھر اونھیں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اخبرنا السید مھدی بن نزار الحسنی باسنادہ ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبید اللہ بھذ الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمۃ انتھی کہ ہمکو خبر دی ہے سید مھدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھوں نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوس کے جواب میں اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک کو اولاد فاطمہ کو دیدیا اس روایت میں ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کردیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر میں جو سورہ بنی اسرائیل میں واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح پر ذکر کیا ہے واخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاھا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمسی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر سعید خثیم وابو علی القاسم الکندی

و یحیی بن یعلی و علی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ و آت ذا القربی حقہ الخ اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ونیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد اللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمسی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چوں آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل آنحضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمہ واعطاها فدک۔

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید بن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالی و آت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا فمنہا ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی و ھیثم بن خلف الدوری و عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمہ واعطاها فدک کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وات ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے اون میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن

سلیمان احمدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہو عباد بن یعقوب نے اور اونھوں نے علی بن عابس سے اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھوں نے علی بن عابس سے اونھوں نے فضیل بن مرزوق سے اونھوں نے عطیہ عوفی سے اور اونھوں نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وات ذاالقربے حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلاکر فدک دیدیا۔

قاضی نوراللہ شستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحہ عندھم ان النبی لما فتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود لخ

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہوئی یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک لفاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابوالفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابونصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک"

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا فرماتے ہیں "وفی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار"

یعنی کنز العمال شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابوسعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وات ذاالقربے حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ سے کہا اے فاطمہ

فدک انکا دے دیا ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ صرف اسے ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب میں تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے کما ہو فی الدر المنثور السیوطی فی تفسیر قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاها فدک۔

اور اوسی کتاب میں چوتھی روایت معارج النبوۃ سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں وکما فی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولنا الہروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ ۔ ودر مقصد اقصی مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد برآں نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشاں نکند و حوائط خواص از آں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالے میفرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را با دوده وانچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم با وبدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتے نوشت وآں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برائے من و حسن و حسین۔

ان چار روایتوں کو نقل کرکے آپ فرماتے ہیں۔ وقال السید المرتضی رح فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمہ و اعطاها فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتہی کلام السید

یعنی سید مرتضے شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابو سعید کے جسکا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انہیں دیدیا اور جب کہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اوس کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط لیکن نہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب

سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں اون روایتونکو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے خصوصاً جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا کہ لو اقدروی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوس کی بنسبت اپنے جواب میں یہ لکھا تھا **الجواب** عن ذلك ان اكثر ما يروون في هذا الباب غير صحيح کہ جواب شیعوں کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے۔

اقول ہم ابتدائے بحث میں دکھا آئے ہیں کہ جس زمانہ میں کتاب شافی بجواب مغنی تصنیف ہوئی تھی اوس زمانہ میں منقولی بحث کم ہوتی تھی کیونکہ صدہا نہیں ہزاروں حفاظ حدیث موجود تھے اس سے اس کی جرأت کم ہوتی تھی کہ کسی روایت کے صحت سے یا وجود سے انکار کیا جائے اس کے مروج اصلی شاہ عبد العزیز دہلوی ہیں جنھوں نے جس روایت کو بالکل صریح اور لاجواب پایا لکھدیا "درکتب معتمدہ اہلسنت اصلا نیست"

یہی وجہ ہے کہ کتاب مستطاب عبقات الانوار کا بڑا حصہ صرف منقولات میں صرف ہوا ایک ایک حدیث کو صدہا کتب اہلسنت سے نقل کیا اور اوس کتاب کی توثیق اور رواۃ کے جرح و تعدیل میں ہزارہا ورق لکھ ڈالے۔

ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ شاہ صاحب کے قبل ایسے بزرگ نہیں گذرے ہیں جنھوں نے انکار بدیہیات سے کام نہ لیا ہو صحیح روایتوں سے انکار نہ کیا ہو۔ نہیں اوس زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے مگر اسطرح کی جرأت کم تھی جو شاہ صاحب کے زمانہ میں پیدا ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں جو کچھ ہیں وہ جہال ہیں پھر اونکے سامنے کسی امر کا انکار کر دینا کیا مشکل ہے۔

دوسروں کو نہ جانے صرف ابن تیمیہ کو دیکھ لیجئے جس پر آج کل کے اہلسنت کس درجہ گرویدہ ہیں وہ بھی اسی طریقہ کے سالک تھے کہ جہاں ہوا انکار کر دیا جسپر جھنجھلا کر ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں جیسا سعی مشکور مولوی عبد الحی صاحب میں ہے صفحہ ۲۹۴

له اى للحلى كتاب فى الامامة رد عليه ابن تيميه بالكتاب المشهور بالرد على الرافضى وقد اطنب فيه ما جاد فى الرد الا انه تحامل فى مواضع عديدة ورد احاديث موجودة وان كانت ضعيفة بانها مختلقة

پھر لسان المیزان سے ناقل ہیں۔

يعنى طالعت الرد المذكور فوجدته كما قال السبكى فى الاستيفاء لكن وجدته كثير التحامل الى الغاية فى رد الاحاديث التى يوردها ابن المطهر الحلى وان كان معظم ذلك من الموضوعات والواهيات ولكن رد فى رده كثيرا من الاحاديث التى لم يستحضر حالة تصنيفه مظانها الثابتة لانه كان لاتساعه فى الحفظ اتكل على ما فى صدره والانسان عامد النسيان انتهى بیشک یہ ثابت ہے کہ ابن تیمیہ نے مبالغہ اور تساہل و تجاہل کیا ہے کہ احادیث جیدہ کو مردود کردیا ہے اور جو عذر بیان کیا ہے اوس سے نسبت مبالغہ و تساہل سے نجات نہیں ہوسکتی سعی مشکور صفحہ ۲۹۳۔

ہماری غرض یہاں رد ابن تیمیہ نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ جناب شیخ مفید اور سید مرتضے علیہ الرحمہ سے علمائے اہلسنت سے مناظرہ ہوتا تھا تو وہ کس طرح صحت احادیث کو تسلیم کر لیتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ جس حدیث کو اپنے خلاف مطلب پایا رد کردیا پھر وہ زمانہ آیا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے ہر مقام پر یہ نعرہ بے ہنگام بلند کیا "در کتب معتبرہ اہلسنت اصلا موجود نیست "

آپ جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ اور جناب علامہ صاحب عماد الاسلام نے اون طریقوں کو کیوں نہ لکھا تو اسکا جواب آپ کو معلوم ہو گیا کیونکہ خود صاحب مغنی کا قول آپ حاشیہ پر نقل کر رہے ہیں ولسنا ننکر صحة ما روى من ادعائها فدك کہ ہم اون روایات کے صحت کے منکر نہیں ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ جناب سیدہ نے فدک کا دعوے کیا۔

اب بتایئے کہ اس اقرار صحت روایت کے بعد اب کیا ضرورت تھی کہ اور بھی دلائل صحت روایت کو دیے جائیں۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے مناظرہ ہمیشہ اوسی اصول پر ہوتا ہے کہ جس

جس قاعدہ سے انکار کیا جائے اوسی قاعدہ سے وہ ثابت کیا جائے۔

جو عبارت قاضی صاحب نے لکھی ہے وہ خود بتا رہی ہے کہ اونھوں نے نہ شیعوں کے کسی کتاب سے نقل کیا ہے نہ روایت کو بحیثیت روایت لکھا جس میں حدثنا و اخبرنا ہوتا ہے بلکہ یہ لکھتے ہیں قالوا تدبر وی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ کہتے ہیں ابوسعید خدری سے روایت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود قاضی صاحب کو شیعوں کے اس قول پر ایسا اعتماد تھا کہ اونکو نہ کسی کتاب کے حوالہ کی ضرورت تھی نہ اوسکو سند دینے کی پھر مناسب تھا کہ آپ خود قاضی صاحب پر اعتراض کرتے کہ کیوں آپنے اسطرح پر اونکے مقولہ کو نقل کیا جس کی نہ سند ہے نہ کتاب کا نام۔

آہ ایک وہ زمانہ تھا اور اب یہ زمانہ آیا ہے کہ ہم جو عبارت اونکی کسی کتاب سے نقل کرتے ہیں تو اوسکے صفحہ یا مطبع یا قلمی کا حوالہ دیدیتے ہیں حالانکہ ہمارے مخالف کو اسکی ہمت نہیں ہے کہ اسطرح سے وہ صفحہ و مطبع کا حوالہ دیں۔

بہر حال قاضی صاحب نے جو یہ لکھا تھا کہ اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح تو اونکے ساتھ یہ بھی فرمایا ولسنا نتکفل صحۃ ما روی کہ ہم اس کے صحت کے متکفل نہیں ہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ ہر طریقہ کی صحت ثابت کیجائے کیونکہ مطلب تو صرف صحت تعلق سے تھا جو بقول قاضی صاحب ثابت ہو چکا۔

بحار الانوار کتاب الفتن میں یہ بحث صفحہ ۹۱ سے شروع ہوئی ہے اور صفحہ ۱۸۱ پر ختم ہے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنی روایتیں لکھی ہونگی مگر مخاطب نے صرف تین حدیثوں کو منتخب کیا حالانکہ پہلی روایت جناب امام رضا ع کی ہے دوسری روایت جناب امام زین العابدین ع کی جو بمقابلہ ایک مرد شامی آپنے اس آیہ کی تلاوت فرمائی تیسری حدیث یہی ہے جسے مخاطب نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے چوتھی روایت حضرت زینب کی ہے پانچویں روایت جناب امام محمد باقر ع کی ہے چھٹی روایت پھر ابوسعید خدری کی ہے ساتویں روایت عمر بن علی کی ہے آٹھویں روایت جناب امام جعفر صادق ع کی ہے نویں روایت پھر

عمر بن علی کی ہے دسویں روایت ابوالطفیل صحابی کی ہے۔

اسیطرح صدہا روایتیں ہیں جن کو جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مختلف کتب شیعہ وسنی سے روایت کی ہے بخوف طوالت ہم نہ پوری عبارت لکھ سکتے ہیں نہ پورا ترجمہ نقل کر سکتے ہیں۔

مخاطب کا مقصود اصلی یہ ہے کہ جسطرح ہو سکے اس روایت کو صرف ابوسعید کے سلسلہ تک پیش کرکے یہ ثابت کریں کہ اس سے مراد ابوسعید خدری نہیں ہیں جو صحابی ہیں بلکہ مراد اس سے محمد بن سائب کلبی ہے جس کی کنیت ابوسعید تھی لہذا اصلی راوی کو مجروح کرکے اپنا کام بنالیں حالانکہ خود کلام قاضی صاحب مغنی سے نقل کرتے ہیں اکثر ما یوردون فی هذا الباب غیر صحیح اکثر روایتیں اس بارہ میں غیر صحیح ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بہت سے طریقوں سے منقول ہو اگرچہ بعض طرق سے غیر صحیح ہی کیوں نہ ہو پھر خود کلام جناب علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ یعنی اس روایت کو بہت سے مفسرین نے لکھا ہے اور حدیثیں اس بارہ میں بکثرت ہیں جو طریقہ عامہ و خاصہ سے منقول ہیں پھر کتاب سعد السعود سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں بتصریح مذکور ہے روی حدیث فدک فی قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا کہ بیس طریقوں سے یہ روایت منقول ہے تو ایسے مشہور ومعروف بلکہ متواتر حدیث کو صرف ایک روایت قرار دینا اور ابوسعید خدری کو محمد بن سائب کلبی بنانا کس درجہ کی ایمانداری ہے حالانکہ ہم آگے چلکر بتائینگے کہ اگر بفرض محال اس روایت کا راوی صرف کلبی ہو تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ بتصریح علمائے اہلسنت اگر اسکی روایت رد کردیا تو ایک بڑا حصہ حدیث و تفسیر کا ہاتھ سے جاتا ہے۔

انہیں انکاروں کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ ایک طرف واقعہ کربلا کا انکار کیا جاتا ہے دوسری طرف واقعہ غدیر کا مگر کیا اس سے حق مٹ جائیگا اب بہت قریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ حضرت کے رسالت سے انکار کیا جائے کیونکہ خاتم النبیین ہونیکا تو انکار ہو چکا اور ایک فرقہ اہلسنت نے اچھی طرح دکھا دیا کہ حضرت خاتم النبیین نہیں ہیں نہ حضرت

عیسی زندہ ہیں وہ مر چکے ہم عیسی ہیں پھر جس مذہب کا یہ حال ہو کہ ایک خلافت کو کیا لیا سب پر اوکا قبضہ ہے ادن سے اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ ایسی مشہور بلکہ متواتر حدیث کو ایک راوی میں منحصر کرکے اوسکی جرح و قدح کردیں۔

اصل یہ ہے کہ محدثین و مورخین کا عام قاعدہ ہے کہ جو روایات متواترہ ہوتے ہیں تو اونکی اسناد کو نہیں لکھتے اگر لکھتے ہیں تو بہت کم ہے مثل اسکے کہ حضرت کے دعوی رسالت کو یا جنگ بدر و احد اور فتح مکہ کو تفصل اس حیثیت سے کسی نے نہیں لکھا کہ اس واقعہ کے راوی فلاں فلاں صحابی ہیں بلکہ ادن واقعات غیر مشہورہ کیلئے اس کی روایت کی جو اسکے اندر ہوئی مثل اسکے کہ فتح کا رکنا تھا۔ شیخین نے کیونکر فرار کیا جناب امیر نے کیونکر فتح کیا۔ علم کس کے ہاتھ میں تھا حضرت حمزہ کیونکر شہید ہوئے ہندہ نے جگر خوارہ کیونکر شکم چاک کیا۔ انہیں واقعات کے لیے اسناد کی ضرورت ہوتی ہے اور روایتیں بسند لکھی جاتی ہیں نہ اسلیے کہ جنگ احد کا ہونا کن کن صحابیونکے بیان سے ثابت ہے۔

جناب سیدہ کا مطالبہ فدک بحیثیت ہبہ اور میراث اور ابوبکر و عمر کا رکنا اور نہ دینا بھی ادنہیں واقعات متواترہ سے ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اب روایت کی ضرورت ہے تو اس بارے میں کہ فریقین میں کیا کیا گفتگو ہوئی اور کس کس طرح سے یہ کارروائی ہوئی اس میں کون راوی ضعیف ہے کون مجروح ہے کون عادل ہے کون ثقہ ہے جس سے اصل واقعہ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو بتواتر ثابت ہے کہ ایسا ضرور ہوا۔ اب آپکو اختیار ہے کہ جسطرح حضرت ابوبکر و عمر نے شہادت جناب امیر و ام ایمن و اسماء بنت عمیس کو ایک شق لگا کر رد کردیا اوسی طرح آپ ان روایتوں کو رد کردیں مگر اس سے حق نہیں ہٹ سکتا کیونکہ ہم اہلسنت کے چھبیس کتابوں سے اسکا ثبوت پیش کرچکے ہیں کہ جناب سیدہ نے بحیثیت ہبہ دعویٰ کیا اور ابوبکر نے رد کردیا۔

قال آگے چلکر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الھبہ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہ کے قبضے میں ہونا چاہیئے تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے ایسی حالت میں جناب علم الہدیٰ کا

اور بادشاہ روم کے چچا کا بیٹا پکڑا گیا اوسکے فدیہ میں رومیوں نے بہت سا روپیہ دیا اور بہت سے مسلمان قیدیونکو رہا کیا اور اس کے بعد اونھوں نے مسلمانونکو ستانا چھوڑ دیا۔ وزیری بڑا صاحب لیاقت مدبر اور منتظم حکمران تھا ملکونکے بادشاہ اُسکی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور رومی اُسکی ہیبت بہت مانتے تھے مستنصر کے دل میں بھی بڑی اوسکی عظمت تھی۔ اس سبب سے وزیر ابو القاسم جرجرائی اوس سے جلتا اور حسد کرتا اور اوسے ضرر پہونچانا چاہتا تھا۔ مگر موقعہ نہ پاتا تھا آخر اوسکو یہ چھیڑ نکالی کہ اپنے کاتب ابو سعد کو نکالدو کیونکہ وہ تم کو بغاوت پر آمادہ کرتا ہے وزیری نے اسکا کچھ جواب نہ دیا جرجرائی کو بہانہ ہو گیا سنہ ۴۳۳ھ میں ایک فوج دمشق پر روانہ کیا۔ وزیری بعلبک کی طرف بھاگ گیا۔ برے وقت کا کوئی ساتھی نہیں بعلبک کے حاکم نے اوسکو گھسنے نہ دیا۔ حماۃ آیا وہاں بھی داخل نہو سکا۔ آخر اپنے دوست مقلد بن منقذ حاکم کفر طاب کو لکھا اور وہ ۲۵ ہزار آدمیوں کے ساتھ اوس کی مدد کو آ گیا وزیری ان آدمیوں کے ساتھ **حلب** میں داخل ہو گیا مگر اسی سال ۱۵ رجمادی الاول کو انتقال کر گیا امیر الجیوش اسکا لقب تھا۔

وزیری کے انتقال پر شام کا انتظام بگڑ گیا حسین بن احمد جسے جرجرائی نے دمشق کا گورنر کرکے بھیجا تھا اوس نے شام کو قبضہ میں کرنے اور رکھنے کی از حد کوشش کی مگر معز الدولہ ثمال بن صالح بن مرداس کلبی والی رحبہ نے صفر سنہ ۴۳۴ھ تمام علاقہ حلب پر قبضہ کر ہی لیا۔ اور حسان بن مفرج فلسطین پر قابض ہو گیا۔

جمادی الآخر سنہ ۴۴۰ھ میں مصری فوج نے حلب پر حملہ کیا تین دن کی سخت لڑائی پر بھی معز الدولہ نہ ہارا اسوقت بارش اس شدت کی ہوئی کہ بہ جانیکا اندیشہ ہوا لہذا مصری فوج شام کے بالائی حصہ کی طرف چلی گئی آخر سنہ ۴۴۹ ہجری میں مصریوں نے حملہ کرکے حلب فتح کر ہی لیا۔ اور معز الدولہ صلح کرکے مصر چلا آیا

سنہ ۴۵۲ ہجری میں شبل الدولہ کے بیٹے محمود نے حلب پر قبضہ کرکے مستنصر کا خطبہ جاری رکھا۔ مگر سنہ ۴۶۳ ہجری میں قائم عباسی کا خطبہ جاری کر دیا۔

اسی زمانہ میں سلجوقیوں اور اونکی لشکری غزوں نے خراسان و عراقین و بغداد پر قبضہ پالیا تھا اور اونکا لشکر دور دور پھیل گیا تھا ملک شاہ سلجوقی کے ایک امیر نے جسکا نام اتسز بن اوق تھا اور جسے شامی اقسیس کہتے تھے ترکوں کو جمع کرکے سنہ ۴۶۳ھ میں فلسطین پر چڑھائی کی اور شہر رملہ کو فتح کرکے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا بیت المقدس بھی مصریوں سے چھین لیا اور سوائے عسقلان کے اوس تمام علاقہ پر جو رملہ اور بیت المقدس کے جوار میں واقع تھا قابض ہوگیا اسکے بعد اتسز نے دمشق کا محاصرہ کیا اور اوسکے نواح کو لوٹ مار کرکے برباد کردیا۔ اہل دمشق کیلئے جو رسد آتی اوسے لوٹ لیتا اہل دمشق بہت تنگ ہوئے مگر اونھوں نے صبر کیا اور شہر پر اوسکو قبضہ نہ کرنے دیا ناچار دمشق سے اوٹا پھر گیا مگر سنہ ۴۶۷ھ تک فوجیں بھیجا کیا اسوقت معلی بن حیدرہ مستنصر علوی کی طرف سے دمشق کا گورنر تھا۔ رمضان سنہ ۴۶۷ھ میں خود اتسز نے دمشق پر حملہ کیا اور محاصرہ کرلیا لیکن شوال سنہ ۴۶۷ھ میں ناکام واپس پھرا۔ اسوقت ایک تو دمشق کے باشندے اتسز کے حملوں سے تنگ آرہے تھے دوسرے معلی باشندوں پر ظلم شدید کرتا تھا۔ دق آکر اونھوں نے معلی کو نکال دیا وہ مصر بھاگ آیا وہاں قید کردیا گیا اور قید ہی میں مرگیا دمشق کے مصمودیوں نے معلی کو نکالکر اپنے سردار انتصار بن یحیی مصمودی کو برزین الدولہ کا لقب دیکر دمشق کا حاکم بنالیا۔ اتسز نے بیت المقدس سے آن کر سنہ ۴۶۸ھ میں پھر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ اہل دمشق غلہ کے قحط سے کمال مضطرب ہوئے اور امان مانگ کر اتسز کی اطاعت قبول کرلی۔ اتسز نے برزین الدولہ کو قلعہ بانیاس اور یافا دیدیا اور خود ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۶۸ھ میں دمشق میں داخل ہوکر مقتدی عباسی کے نام کا خطبہ پڑھدیا۔ اسوقت سے دمشق خلفائے مصر کی حکومت سے نکل گیا

دمشق فتح کرکے اتسز نے شام کے اکثر اور علاقوں پر بھی اپنا تصرف بڑھالیا اور اذان میں سے حی خیر العمل نکالڈالا۔ وہاں کے لوگ بہت خوش ہوئے مگر اتسز باشندوں پر بڑا ظلم کرتا تھا اور اونسے بری طرح پیش آتا تھا۔

سنہ ۴۶۹ھ میں اتسز نے دمشق سے جاکر قاہرہ کا محاصرہ کرلیا باشندوں کو بہت تنگ کیا اور قریب تھا

کہ فتح کرے اسوقت مصر کے باشندے ابن الجوہری واعظ کے ساتھ جامع مسجد میں جمع
ہوئے اور بڑے گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگی اور بدر الجمالی نے جو مستنصر کا دبیر سلطنت
تھا عربوں وغیرہ کی فوج جمع کرکے اتسز پر حملہ کیا اور شکست دی اوس کو اکثر اصحاب
مارے گئے اوسکا ایک بھائی بھی کام آیا اور دوسرے بھائی کا ہاتھ کٹ گیا اور اتسز بھاگ
کر بری حالوں دمشق واپس آیا اوس کے بقیہ اصحاب متفرق ہوگئے اتسز کی عدم موجودگی
میں اہل دمشق نے دمشق کا انتظام درست رکھا اور اوس کے مال کی حفاظت کی تھی
اتسز نے اس کے شکریہ میں انکا ایک سال کا خراج معاف کردیا پھر بیت المقدس آیا
یہاں کے باشندوں نے اوسکے اصحاب کے ساتھ بدسلوکی کی تھی اور اونکو محراب داؤد
میں گھیر لیا تھا پس جب اتسز شہر کے قریب پہونچا تو وہ متحصن ہوگئے اور اتسز کو گالیاں
دیں آخر اتسز نے شہر کو بزور شمشیر فتح کرلیا اور قتل عام کرایا یہاں تک نوبت پہونچی کہ جن
لوگوں نے مسجد اقصی میں پناہ لی وہیں قتل کردیا گیا۔ فقط وہ چھوڑے گئے جو صخرہ کے قریب تھے۔
سنہ ۴۷۰ھ میں سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اپنے بھائی تاج الدولہ **تتش** کو ملک شام اور
وہ علاقے جو اس نواح میں فتح کیے تھے جاگیر میں دیدیے **تتش** نے ترکوں کی جماعت کثیر کو
ساتھ لیکر حلب کا محاصرہ کرلیا مگر اسی موقع پر **بدر الجمالی** نے نصیر الدولہ کے ساتھ ایک
فوج بھیجکر دمشق میں اتسز کو گھیر لیا اور بہت تنگ کیا **اتسز** نے **تتش** سے مدد مانگی وہ حلب کا
محاصرہ چھوڑ کر **اتسز** کی کمک پر روانہ ہوا اوسکے آمد کی خبر سنکر مصری فوج مثل شکست یافتہ
کے پیچھے ہٹ گئی **اتسز** شہر پناہ کے قریب نکلکر **تتش** سے ملا **تتش** بہت ناراض ہوا۔
اور کہا کہ دور تک آکر میرا استقبال کیوں نہیں کیا اوس نے بہتیرے عذر کیے ایک نہ مانا
اتسز کا سر قلم کرادیا اور دمشق میں داخل ہوگیا یہ سنہ ۴۷۱ھ کا واقعہ ہے۔
ربیع الاول سنہ ۴۷۸ھ میں امیر الجیوش بدر الجمالی نے مصر سے فوج لیکر دمشق پر حملہ کیا اسوقت
تتش دمشق ہی میں تھا بدر الجمالی خوب لڑا اور نہایت تنگ کیا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اور
ناکام واپس پھرا۔

سنہ ۴۷۹ھ میں ملک شاہ نے حلب فتح کرکے سنہ ۴۸۰ھ میں قسیم الدولہ آقسنقر کو حلب کا گورنر بنایا اور سلجوقیوں نے تقریباً تمام شام پر اپنا تسلط جمالیا۔

طرابلس کا قاضی ابوطالب بن عمار جو طرابلس الشام پر قابض ہوگیا تھا سنہ ۴۶۴ھ میں میں مرگیا تھا اور اوسکا بھتیجا جلال الملک ابوالحسن بن عمار جو اوسکے جگہ مقرر ہوا تھا۔ اوسنے ایسا عمدہ انتظام رکھا کہ اوسکے چچا کا مرنا معلوم بھی نہوا۔

قاضی عین الدولہ بن ابی عقیل نے صور میں اپنی جدا آزادانہ حکومت قائم کرلی تھی سنہ ۴۸۲ھ میں مصری فوج نے حملہ کرکے اوسکی اولاد سے جو صور پر قابض تھی صور کو چھین لیا اور پھر صیدا۔ عکہ۔ اور جبیل فتح کرلیئے امیرالجیوش نے اس ملک کا انتظام کرکے والی مقرر کئے چنانچہ صور کا گورنر منیرالدولہ کو بنایا۔

سنہ ۴۸۵ھ میں ملک شاہ نے حلب کے گورنر آقسنقر اور رہا کے گورنر بوزان کو لکھا کہ تاج الدولہ تتش کے ساتھ ہوکر مستنصر علوی کے تمام وہ علاقے جو ساحل شام پر واقع ہیں فتح کرلو اسکے بعد مصر فتح کرلینا یہ سب ملکر چڑھ گئے اور حمص۔ عرقہ اور افامیہ کو فتح کرلیا اسکے بعد ان تینوں میں طرابلس کے فتح کرنے میں اختلاف ہوا جہاں ابن عمار کی اولاد حکمران تھی اور اپنے اپنے علاقہ کو واپس چلے گئے۔

جمادی الآخر سنہ ۴۸۶ھ میں صور کے گورنر منیرالدولہ نے مستنصر اور امیرالجیوش کی اطاعت چھوڑدی یہ امر خود صور کے باشندوں کو ناگوار گذرا پس جب امیرالجیوش نے صور پر فوج روانہ کیا اور صور کا محاصرہ کیا تو باشندوں نے مستنصر اور امیرالجیوش کی طرفداری کا نعرہ مارا اور شہر کو مصری فوج کے حوالہ کردیا مصری فوج بلامزاحمت صور میں داخل ہوگئی منیرالدولہ اور اوسکے طرفدار قید کرکے مصر بھیجدیئے گئے اور وہاں اوسکے سر اوتار دیئے گئے۔

مغرب کے حالات معز بن بادیس نہایت متعصب سنی تھا شیعوں سے سخت جلتا تھا علوی سلطنت کی کمزوری کو دیکھکر اوس نے موقع پایا اور سنہ ۴۴۳ھ میں مستنصر کا خطبہ قطع کرکے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھدیا اور عباسی خلیفہ نے قسطنطنیہ کے راستے

اوس کے لیے فرمان امارت اور خلعت ونشان ارسال کردیا۔ مستنصر کو یہ سن کر سخت غصہ آیا جواب طلب کیا معز نے جواب سخت دیا۔

وزیر جرجرائی کا ۴۳۶ھ میں انتقال ہوگیا تھا اوسکی جگہ چار وزیر یکے بعد دیگرے مقرر ہو کر معزول ہوئے اور شوال ۴۴۱ھ میں قاضی ابو محمد حسن بن علی یازوری وزیر بنایا گیا وہ جرجرائی کے رتبہ کا نہ تھا کیونکہ وہ ایک معمولی باغبان کا بیٹا تھا لہذا معز بن بادیس نے اپنے مکاتبت میں یازوری کا القاب اوس سے گھٹیا لکھی جو پہلے وزیروں کو لکھا کرتا تھا اور یازوری کو صنیعۃ (آپ کا در آوردہ یا کارگذار) لکھا اس وجہ سے وزیر تو معز سے جلتا ہی تھا خطبہ بند کردینے سے بادشاہ بھی سخت ناراض ہوئے۔ علاوہ یہ کہ سخت جوش آیا مستنصر نے یازوری کی صلاح سے عرب کے دو قبیلوں زغبہ اور ریاح کو بہت کچھ انعام واکرام دے کر اور اون کو مدد دیتے رہنے کا اقرار کرکے اور یہ قرار دیکر کہ جو کچھ فتح کرو وہ تمھارا ہے ۴۴۲ھ میں افریقیہ میں لوٹ مار کرنے کے لیے روانہ کردیا اور معز بن بادیس کو لکھا کہ تیرے جواب الجواب میں بہادر سوار دنکی فوج تیری طرف روانہ کیجاتی ہے تاکہ خدائے تعالے اوس امر کو پورا کرے جو ہونے والا ہے غرض عرب کی یہ فوج برقہ میں آئی۔ برقہ کو خالی پایا کیونکہ معز بن بادیس نے وہاں کے باشندے بنی زناتہ کو اوجاڑ دیا تھا پس یہ عرب برقہ میں جا رہے اور گرد و نواح کے علاقہ میں لوٹ مار کرنے لگے معز نے اونکو حقیر سمجھکر کچھ پروا نہ کی مگر برقہ میں رہ کر ان عربوں نے جدید غلام خرید خرید کر اونکی تعداد تیس ہزار کر لی۔ اب بنی زغبہ نے چڑھائی کرکے طرابلس فتح کرلیا اور بنی ریاح اور بنی اثبج اور بنی عدی افریقیہ میں گھس گئے اور آگ لگانی شروع کردی اس کے بعد اونکے امیر جنکا سردار مونس بن یحیی مرداسی تھا معز بن بادیس کے پاس پہونچا معز ان کے ساتھ انعام واکرام سے پیش آیا مگر اس سے اونپر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے اوسی فساد کی حالت وخرابی میں لوٹ مار کرتے ہوئے واپس چلے گئے اور افریقیہ میں سخت بلا نازل کی ناچار معز اپنی جمعیت لیکر اون کے مقابلہ کو چلا۔ تیس ہزار کے قریب صنہاجی اور سوڈانی غلام تھے اور بروایت ابن اثیر

کل تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے تھے عرب کل تین ہزار تھے قیروان سے تین
منزل پر بمقام جندران جنگ ہوئی عربوں نے مغربی فوجوں کو مار بھگایا صنہاجیوں کو
خوب قتل کیا اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ مغر بھاگ کر قیروان میں
داخل ہوا۔ عید اضحیٰ کے روز جب کہ عرب نماز عید میں مصروف تھے مغر نے ۲۷ ہزار
سوار ساتھ لیکر اُن پر حملہ کر دیا اس مرتبہ عربوں نے پہلے سے بھی بھاری شکست دی مغر نے
پھر زناتہ کو جمع کر کے تیسری دفعہ حملہ کیا اور پھر شکست کھائی اور اوس کی فوج میں
سے تین ہزار تین سو مارے گئے اور عرب مارتے ہوئے قیروان کے مصلے تک
جا پہنچے وہاں قیام کیا اور برابر مغر کی فوج کو شکستیں دیتے رہے اور بہت سے
آدمی وہاں کے قتل کیے۔ اس کے بعد مغر نے مجبور ہو کر عربوں کو دانہ چارہ
لینے کے لیئے قیروان کے اندر آنے کی اجازت دیدی جب وہ قیروان میں آنے
جانے لگے تو شہر والوں نے اون سے سختی کا برتاؤ کیا عربوں نے اون میں سے بہت سے
قتل کر ڈالے مغر نے سنہ ۴۴۴ھ میں قیروان کے گرد فصیل بنوائی اور سنہ ۴۴۵ھ میں
اپنے بیٹے تمیم کو مہدیہ کا گورنر مقرر کیا سنہ ۴۴۶ھ میں مونس بن یحییٰ نے شہر باجہ پر
قبضہ کر لیا اور مغر نے اہل قیروان کو حکم دیا کہ مہدیہ چلے جاؤ اور وہاں محفوظ اور
متحصن ہو جاؤ میں عربوں سے تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا اور شعبان سنہ ۴۴۹ھ میں
خود بھی قیروان چھوڑ کر مہدیہ چلا گیا۔ رمضان سنہ ۴۴۹ھ میں عربوں نے قیروان اور
وہاں کے تمام قلعوں اور دیہات پر لوٹ اور بربادی کا ہاتھ دراز کیا اور سنہ ۴۵۰ھ میں
زناتہ کو مار بھگایا۔ سنہ ۴۵۳ھ میں قبیلہ ہوارہ کو شکست دی اور خوب قتل کیا اور اسی
سال متوقہ میں گھسگئے اسی سال مغر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا اور اپنے ولی نعمت سے
بغاوت کا نتیجہ اچھی طرح بھگت گیا اور اوس کی وفات پر ہر شہر کا حاکم خود سر ہونے
کی کوشش کرنے لگا اور سلطنت بنی زیری کا زوال شروع ہو گیا۔ اس کا بیٹا تمیم
بادشاہ ہوا تو صرف دار الملک کی شہر پناہ کے اندر رہی اوسکی سلطنت کا انحصار رہا

مگر بعد میں اوسنے چالاکی سے اپنے مخالفین کو آپس میں لڑا کر کمزور کر دیا اور پھر رفتہ رفتہ تونس ۔ موسہ اور بعض اور بڑے بڑے شہر افریقیہ کے فتح کر لیئے اور ۴۸۰ھ میں مہدیہ کے قریب عرب جنگ آوروں کو شکست دیکر قیروان سے باہر نکالدیا ۴۸۴ھ میں تیس ہزار باغیوں نے تین سو جہازوں کے بیڑے میں مہدیہ پر حملہ کیا تمیم نے اونکو شکست دی جہازوں پر قبضہ کر لیا تمیم ۵۰۱ھ تک آزادانہ حکومت کرکے ۷۹ سال کی عمر میں سو لڑکے لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کر گیا اور اوسکا بیٹا یحیی بادشاہ ہوا اس نے مصلحت وقت دیکھکر پھر علوی خلفائے مصر کی طرفداری اختیار کی اور علویوں کا خطبہ افریقیہ میں جاری کر دیا ۔ مصر سے خلعت و انعام اوسکو بھیجا گیا اسوقت سے بنوزیری برابر خلیفہ مصری کا خطبہ پڑھتے رہے ۔ یہاں تک کہ ۵۴۳ھ میں رجار دروجر بادشاہ صقلیہ نے مہدیہ فتح کر لیا ۔

سکّین کا خروج

ماہ رجب ۴۳۴ھ میں ایک شخص سکّین نامی نے جو حاکم بامر اللہ سے بہت مشابہ تھا دعوٰے کیا کہ میں حاکم ہوں بعد موت کے رجعت کرکے آیا ہوں بہت سے لوگ جو حاکم کی رجعت کا اعتقاد رکھتے تھے اوسکے ساتھ ہو گئے اونکو لیکر وہ مصر کے شاہی قصر پر حملہ آور ہوا محل کے سپاہیوں سے جنگ ہوئی سکّین پکڑا گیا ۔ اوسکے بہت سے ساتھی مارے گئے بہت پکڑے گئے اور مع اوسکے دار پر کھینچدیے گئے اور بہت سے نیزوں اور تیروں سے ہلاک کر دیے گئے ۔

بنی قرہ کی بغاوت

۴۴۳ھ میں مستنصر نے بنی قرہ کا حاکم اونھیں میں سے ایک شخص کو بنا دیا اونھوں نے اوسے ناپسند کیا اور معزولی کی درخواست کی ۔ مستنصر نے اوسے معزول نہ کیا لہذا بنی قرہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور مصر کے مقابل جنیزہ میں آکر ڈیرے ڈالدیئے اور فساد برپا کر دیا جو فوج اونکی سرکوبی کو بھیجی گئی اوسے اونھوں نے مار بھگایا اور دریا عبور کرکے دوسرے طرف آ اترے مستنصر کو بڑی مشکل پیش آئی ۔ مگر بنی طی اور بنی کلب وغیرہ عربوں کی ایک جمعیت اونکے مقابلہ میں

پھر بھیجی گئی ماہ ذیقعدہ میں بمقام جنیزہ سخت لڑائی ہوئی بنی قرہ نے شکست کھا کر اطاعت قبول کی اور پھر بغاوت نہ کی۔

مصر میں قحط عظیم سنہ ۴۵۷ھ سے سنہ ۴۶۴ھ تک سات سال مصر میں ایسا سخت قحط پڑا کہ حضرت یوسف کے زمانہ سے کبھی ایسا قحط نہ پڑا تھا آدمی کو آدمی کھانے لگا ایک روٹی پچاس دینار کو بکنے لگی۔ بادشاہ سوار ہوئے تو خواصوں تک کی سواری کو گھوڑے نہ تھے پیدل ساتھ جاتے مارے بھوک کے گر گر پڑتے چتر بردار کی سواری کیلئے ابن ہبۃ اللہ صاحب دیوان سے خچر مستعار منگایا جاتا سنہ ۴۶۲ھ میں مستنصر کی والدہ فاقہ کشی سے بچنے کیلئے کچھ دنوں اپنے بیٹوں کو لیکر بغداد جا رہی۔ مصر والے دور دراز ملکوں میں منتشر ہوگئے سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ اس قحط میں لوگ مردار کھانے لگے تھے چوپائے نایاب ہوگئے تھے کتا پانچ دینار کو بلی تین دینار کو بکتی تھی خلیفہ کے پاس صرف تین گھوڑے رہگئے تھے (اور پھر فقط ایک ہی رہ گیا کیونکہ چتر بردار تک کے لیے گھوڑا نہ تھا) ایک دن وزیر اپنے خچر سے اترا غلام نے بھوک کے ضعف میں اوس کی طرف سے غفلت کی۔ تین آدمی اوس خچر کو پکڑ ذبح کر کے کھا گئے صبح ہوئی تو اونکی صرف ہڈیاں باقی تھیں گوشت لوگ کھا گئے تھے ایک شخص عورتوں بچوں کو پکڑ کر اونکا گوشت بیچتا تھا اور سر اور ہاتھ پاؤں کا پتہ نہ دیتا گاڑ دیتا تھا۔ آخر اوسکا بھید کھلا تو قتل کر دیا گیا ایک انڈہ ایک دینار کو بکتا تھا دو من انگریزی گیہوں سو اشرفی کو اور پھر تو گیہوں بالکل نایاب ہی ہوگیا یہاں تک کہ ایک عورت ایک مد (۸ ۴ ۳ تولہ) جواہر لیے ہوئے یہ آواز لگاتی ہوئی قاہرہ سے نکلی کہ کوئی کون ہے جو اس ایک مد جواہر کو ایک مد گیہوں سے بدل دے کسینے اوس کی طرف التفات نہ کی قرمانی لکھتا ہے کہ پھر اوس عورت نے مایوس ہو کر وہ جواہر پھینکدیے چلی گئی اور مرگئی سنہ ۴۶۲ھ میں اس قدر شدت ہوئی کہ گھر کے گھر سونے رہگئے ایک عورت نے ایک ہزار میں ایک روٹی بہم پہنچائی تھی حبشی لوگ گلی کوچے چھوڑ کر عورتوں کا شکار کرتے اور اونکا گوشت کھاتے تھے ابو الفدا لکھتا ہے کہ اس قحط میں سنہ ۴۶۲ھ میں مستنصر اپنا اسباب بیچنے پر مجبور ہوگئے تھے

اپنے خزانہ سے اسی ہزار بڑے بڑے قطعہ بلور اور پچھتر ہزار قطعہ دیبا اور گیارہ ہزار کز غند[1] (قزاگند) اور بیس ہزار مرصع تلواریں فروخت کر ڈالیں ان میں سے بعض چیزیں سوداگر بغداد میں بھی بیچنے لائے تھے غرض قحط کی یہی شدت اوس وقت تک رہی کہ بدر جمالی ۴۶۶ھ میں عکہ سے مصر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے تمام امور سلطنت اوسکی تحویل میں دیدیئے۔ جسنے ملک مصر کو تباہی سے نکالا اور علوی سلطنت کی کشتی کو ڈوبتے ڈوبتے بچایا۔

بدر جمالی بدر اصل میں ارمنی موالی مصر سے تھا تمام رسوخ اسکو اسی سلطنت کی بدولت حاصل ہوا ابن خلکان لکھتا ہے کہ "بدر کو بدر جمالی اس سبب سے کہتے ہیں کہ جمال الدولہ ابن عمار نے اسے خرید کر اپنے پاس تربیت کیا تھا بدر معدودے لوگوں میں سے تھا بڑا صاحب رائے صاحب شہامت اور قوی الارادہ تھا مستنصر کے حق میں خوش نصیبی کا فرشتہ ثابت ہوا" پہلے صاحب دمشق نے اسے اپنا صاحب بنایا تھا اپنے دروازے کے باہر تمام کاروبار اسکے سپرد کر دیئے تھے جب وہ مر گیا تو اوس وقت تک کہ ۴۵۵ھ میں مستنصر کے طرف سے ابن منیر دمشق کا گورنر بنایا گیا بدر ہی دمشق کی گورنری کرتا رہا پھر وہ مصر چلا آیا اور آخر ۴۶۶ھ میں عکہ کا گورنر بنا دیا گیا بڑا مدبر اور منتظم تھا جب ترکوں کے غلبہ سے مستنصر کا حال تباہ ہو گیا اور اونھوں نے بہت تنگ کیا تو بادشاہ نے بدر الجمالی کو حضور میں طلب کیا بدر الجمالی نے عرض کی کہ مجھے ان سرکشوں کے دبانے کے لیئے دوسری فوج بھرتی کرنے کی اجازت دیجائے بادشاہ نے اوسے اجازت دیدی اور وہ عکہ سے جہازوں میں بہت سا سامان اور بہت سی فوج ارمنیوں کی لیکر ۲۸ جمادی الاول ۴۶۶ھ کو قاہرہ میں خلیفہ کی خدمت میں آ حاضر ہوا بدر کے آتے ہی اہل دربار میں سے ایک شخص نے آیہ "ولقد نصرکم اللہ ببدر" کی تلاوت کی بادشاہ نے اپنے محل کے سوا تمام امور کا والی و مختار کر دیا خلعت عطا فرمایا اور بیجا طوق کے جواہرات کی ایک مالا عنایت کی۔ مثل والی دمشق کے اسکو بھی سید الاجل امیر الجیوش کا خطاب دیا بلکہ اسکے ساتھ کافل قضاۃ المسلمین وداعی دعاۃ المؤمنین بھی زیادہ کیا وزیر اعظم بنایا اپنی تلوار بھی اوس کو عنایت کی تمام امور اوسی کی معرفت بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتے تھے داعیوں اور قاضیوں کا تقرر بھی اوسی کے سپرد تھا مستنصر لاشئی محض رہ گیا۔

[1] ایک قسم کا جنگی لباس جو کچے ریشم کا بنایا جاتا ہے اور جسپر تلوار اثر نہیں کرتی ۱۲

بادشاہی بدر کرتا تھا بدر جمالی مذہب امامیہ کا بڑا پکا ماننے والا تھا اور اوس میں بڑا مبالغہ کرنے والا تھا اس نے بربادی کے بعد مصر کو پھر آباد کر دیا۔

اس عظیم الشان عہدے پر مامور ہونیکے بعد بدر جمالی نے امرائے مصر کے گھر و نیز اپنے آدمی مقرر کر کے تمام امیر ونکو اپنے قبضہ میں کر لیا اور مفسدوں کو قتل کرا دیا اور تمام وہ علاقے واپس لے لیے جنپر اہل نواحی نے تغلب کر لیا تھا مثلاً ابن عمار نے طرابلس پر ابن معرف نے عسقلان پر اور ابن عقیل نے صور پر قبضہ کر لیا تھا اوس نے یہ سب علاقے واپس لے لیے اس کے بعد مصر کے قائدوں اور امیروں نے وہ تمام مال و متاع واپس لیا جو اونہوں نے ایام فتنہ میں خلیفہ سے چھین لیا تھا دمیاط پر عرب وغیرہ مفسدوں کی ایک جماعت نے تغلب کر لیا تھا بدر جمالی نے چڑھائی کر کے لواتہ کو قتل و غارت کر کے اُن کی عورتوں کو اسیر کر لیا اور اون کے گھوڑے ونکو چھین لیا پھر جہنہ کیطرف آیا اُن کے ساتھ بنی جعفر کا بھی ایک گروہ تھا سنہ ۴۶۹ھ میں انکو بھی شکست دی اور اون کے مال و اسباب لوٹ لیے پھر دمواز کیطرف آیا جسے کنز الدولہ محمد چھین بیٹھا تھا اور اوسے قتل کر کے اسواز پر قبضہ کر لیا بدر جمالی نے رعایا پر بڑے بڑے احسان کیئے اونکا تین سال کا خراج معاف کر دیا اون کے حالات کو بہت کچھ درست کیا اور سلطنت کو پھر اوسی عمدہ حالت پر کر دیا جیسی اس انقلاب سے پہلے تھی۔

بدر جمالی سنہ ۴۸۷ھ میں بیمار ہوا اپنے بیٹے افضل کو اپنی جگہ بادشاہ کا وزیر بنایا اور آخر اسی مرض میں اسی سال انتقال کیا۔

ابن خلکان لکھتا ہے کہ عسقلان میں امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کا مقبرہ بھی بدر جمالی ہی نے تعمیر کرایا تھا مگر ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ سر مبارک جو مدتوں خزانہ بنی امیہ میں رکھا رہا اور بعد میں کسی طرح عسقلان میں دفن کر دیا گیا تھا ایک مکان کہنہ و بوسیدہ میں دفن تھا بدر جمالی کا بیٹا ملک افضل شاہنشاہ جب بیت المقدس فتح کر کے ماہ شعبان سنہ ۴۹۱ھ میں عسقلان میں آیا تو ایک مقبرہ عالیشان تیار کرا کے سر مبارک کو اوس بوسیدہ مکان میں سے نکلوا کر مشک و عنبر سے خوشبو کیا اور سینہ سے لگا کر پیادہ پا مقبرہ میں لا کر دفن کیا پھر کفار کے غلبہ کے وقت خلیفہ فائز کے عہد میں طلائع بن رزیک نے مصر میں

لا کر دفن کیا اور قلائد الجواہر میں لکھا ہے کہ ۸ رجمادی الآخر ۵۴۸ھ کو کفار کے غلبہ کے وقت فائز خلیفہ مصر نے سر مبارک مصر میں منگالیا اوس روز تمام شہر ماتم کدہ بن گیا سر مبارک قصر زمرد میں دفن کر دیا گیا دفن کے وقت سر مبارک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی قطع ہوا ہے چہرہ شریف منور اور خون تر اور تازہ معلوم ہوتا تھا اور ایسی خوشبو آتی تھی کہ کبھی کسی نے نہ سونگھی تھی یہ مقبرہ مشہد راس الحسین کے نام سے مشہور ہے سلطنت فاطمیہ کا خاتمہ ہو گیا مگر احترام مدفن سر مبارک کا اب تک ویسا ہی چلا آتا ہے لوگ زیارت کو جاتے ہیں والی مصر کی طرف سے وہاں کے خدام مقرر ہیں ہر شب روشنی اور اکثر عزاداری ہوتی ہے **سٹینلین اسلام** اور مرے کی ہینڈ بک فور ایجپٹ میں ہے کہ صالح بن رزیک ۵۴۸ھ میں سر مبارک عسقلان سے اس اندیشہ میں مصر لایا تھا کہ عیسائی اوسکی بے ادبی نہ کریں۔

ناصر الدولہ بن حمدان کا قتل

مستنصر کی والدہ امور سلطنت پر حاوی تھی[1] اوسنے ابو سعد ابراہیم تستری یہودی کو اپنا وزیر بنا رکھا تھا اوسنے والدہ مستنصر سے سفارش کرکے ابو نصر صدقہ بن یوسف الفلاحی کو بھی جو یہودی سے مسلمان ہوا تھا کار وزارت میں شریک کر لیا مدت تک یہ دونوں ملکر کاروبار کو سرانجام دیتے رہے پھر فلاحی تنہا کام کرنے لگا اور دونوں میں نزاع و وحشت قائم ہو گئی فلاحی نے اپنی بنیاد مستحکم کرنے کے لیئے ترک غلاموں کو عروج دیا اور اونکا روزینہ بڑھا دیا اور اس طرح اپنا گرویدہ کر لیا اور اپنی جڑ مضبوط کرکے فلاحی نے یہودی وزیر کو مروا دیا مستنصر کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا اور اوسنے حکمت عملی سے اس کے نو مہینے کے بعد فلاحی کو قتل کرا دیا اب ۴۳۹ھ میں ابو البرکات حسین بن محمد بن احمد الجرجرائی جو وزیر صفی الدین ابو القاسم علی بن احمد جرجرائی کا بھتیجا تھا وزیر بنایا گیا اور اوسیکو ترک غلاموں کی قوت گھٹانے کا حکم دیا گیا اوسنے ترک غلاموں کا حال بہت کچھ خراب کر دیا

[1] مقریزی لکھتا ہے کہ مستنصر کی والدہ کنیز تھی خلیفہ ظاہر نے اوسے تاجر یہودی ابو سعد سہل بن ہارون التستری سے خریدا تھا جب مستنصر ۷ سال کی عمر میں خلیفہ ہوئے تو اونکی والدہ نے ابو سعد کو بڑے عہدہ پر ممتاز کیا ۱۲

اور مستنصر کے واسطے نئے غلام خریدنے شروع کر دیئے جب اون کی بہت کثرت ہو گئی تو والدہ
مستنصر نے ابو البرکات سے کہا کہ ان غلاموں کو ترکوں سے بھڑا دو۔ وزیر نے اس خیال سے
کہ خانہ جنگی قائم ہو جائیگی اور بہت کچھ فتنہ و فساد برپا ہوگا اس حکم کی تعمیل میں لیت و لعل کیا
اس پر والدہ مستنصر نے ناراض ہو کر سنہ ۴۵۴ھ کے آخر میں ابو البرکات کو قید کر لیا اور ابو محمد حسن
بن علی یازوری[1] کو وزیر بنایا اوسے بھی یہی حکم دیا اوسنے بھی اسکی تعمیل نہ کی اور تمام امور
حسن و خوبی سے انجام پاتے رہے یہانتک کہ سنہ ۴۵۰ھ میں یازوری بھی کسی سازش کے جرم
میں قتل کر دیا گیا اور محرم سنہ ۴۵۵ھ میں ابو عبید اللہ حسین بن محمد البابلی[2] وزیر بنایا گیا اوس نے
اس حکم کی تعمیل کی اور ترکی اور جدید غلاموں میں کھٹ پٹ کرا دی انہیں دنوں میں اتفاق
ہوا کہ مستنصر جا جونکو کچھ دور پہونچانے کے لیئے سوار ہوئے ایک ترک اون کے گھوڑے کی
لگام پکڑے ساتھ تھا راستہ میں بادشاہ جدید غلاموں کی ایک جماعت میں سے گذرے جو بادشاہ
کے گرد جمع ہو گئے اور اوس ترک کو ایسا مارا کہ وہ زخمی ہو گیا ترکونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا
جدید غلاموں پر آپڑے جنگ ہوئی اور آخر کش اس شرط پر صلح ہو گئی کہ زخمی کرنیوالا ترکوں کے
حوالہ کر دیا جائے مگر اس وقت سے ترکی غلاموں اور جدید غلاموں میں عداوت مستحکم ہو گئی
یہ حالت دیکھکر وزیر نے جدید غلاموں سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ پس وہ اپنے محلہ میں جمع ہو گئے
ترکوں کو یہ معلوم ہوا تو وہ بھی اپنے سرداروں کے پاس جمع ہوئے اور ناصر الدولہ ابو علی حسین
بن حمدان کے پاس جا کر جو مصر میں سب سے بڑا قائد تھا شکایت کی اور مصمودیوں اور کتامیوں
کو اپنے سے ملا لیا ان سب نے آپس میں عہد و پیمان کر لیئے۔ اسطرح ترکوں کی قوت زبردست
اور غلاموں کی کمزور ہو گئی پس جدید غلام قاہرہ سے نکلکر سعید میں آئے اور اون کے پاس بہت
سی خلقت سوار پیادے جو تعداد میں پچاس ہزار سے زیادہ تھے آملے ترک صرف چھ ہی ہزار تھے

[1] یازور طلام میں رملہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ یازوری حنفی مذہب تھا یہ بغداد سے خط کتابت
رکھتا تھا کسی تحریریں اوس کے پاس سے نکلیں پس گرفتار کر لیا گیا اور اوس کو
اور اوس کے اصحاب سے اموال عظیمہ وصول کیئے گئے [2] حسن المحاضرہ میں ابو الفرج
عبد اللہ بن محمد البابلی لکھا ہے جو دیگر مورخین کے خلاف ہے ۱۲

یہ حالت دیکھکر ترکوں نے مستنصر سے جا شکایت کی مستنصر نے جواب دیا کہ مجھے جدید غلاموں کی معاملہ کی کچھ خبر نہیں کہ اونھوں نے کیا کیا ترکوں نے اس جواب کو حیلہ پر محمول کیا اتنے میں ترکوں کو خبر پہونچی کہ غلام اپنی کثرت کیساتھ ہمپر چڑھے چلے آتے ہیں بس ترکوں کتامیوں اور مصمودیوں کی یہ چھ ہزار کی جمعیت بسرعت تمام مقابلہ کو روانہ ہوئی کوم الریش پر مقابلہ ہوا ترک اور اون کے ساتھی شکست کھاکر قاہرہ کی طرف بھاگ آئے مگر پانچ سو ترک سوار گھاتیں میں بیٹھ گئے تھے جب ترک بھاگے تو ان گھاتیوں نے غلاموں کے ساقہ پر جان توڑ کر حملہ کر دیا اور بوق بجادیے غلاموں پر ہیبت طاری ہو گئی اور سمجھے کہ یہ مستنصر کی مکاری ہے اور یہ کہ بادشاہ خود باقی فوج لیکر آگیا ہے بس وہ بھاگے اور ترکوں نے پلٹ کر غلاموں کو تلوار کے گھاٹ اوتارنا شروع کیا اسطرح غلام اور اون کے ہمراہیوں میں سے چالیس ہزار قتل اور غرق ہوے یہ جنگ بھی ایک یادگار لڑائی تھی اس سے ترکوں کے دل قوی ہو گئے اور جان گئے کہ بادشاہ کا خیال ہمارے طرف سے اچھا ہے اب اونھوں نے اپنی جمعیت کو بڑھا لیا اور اونکا خرچ اور وظیفہ بھی بڑھ گیا جو خزانہ کے خالی ہو جانے اور امور سلطنت کے بگڑ جانیکا باعث ہوا۔

اس شکست کے بعد شام وغیرہ کے کچھ فوجی صعید میں غلاموں سے آملے اس طرح اون کی تعداد پھر پندرہ ہزار سوار پیادوں کی ہو گئی اور وہ جیزہ میں آ اترے ترک بھی ناصر الدولہ بن حمدان کو ساتھ لیکر نیل کو عبور کر کے اوسی طرف جا اترے جدھر غلام تھے لڑائی ہوئی غلام شکست کھاکر صعید کیطرف بھاگ گئے اور ناصر الدولہ اور ترکوں نے مظفر و منصور معاودت کی اس کے بعد غلاموں نے پھر صعید میں پندرہ ہزار سوار پیادوں کی جمعیت اکٹھی کر کے جنگ کی تیاری کی ترکوں کو اندیشہ ہوا اور اون کے سردار قصر شاہی پر اون کے شکایت و فریاد کرنے کو حاضر ہوئے مستنصر کی والدہ نے قصر کے غلاموں کو حکم دیا اور اونھوں نے اون فریادی سرداروں پر ہجوم کر کے اونہیں قتل کر ڈالا ناصر الدولہ یہ خبر سنکر قاہرہ سے بھاگ گیا اور ترکوں کو اپنے پاس جمع کر لیا اور ترکوں اور غلاموں اور اون لوگوں میں جو مصر و قاہرہ سے اون کے پیچھے آئے تھے جنگ واقع ہوئی۔ ناصر الدولہ نے قسم کھائی کہ جب تک کہ کل فیصلہ نہ ہو جائیگا نہ گھوڑے سے اترونگا اور نہ کھانا کھاؤنگا تین دن متواتر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر

ناصر الدولہ نے فتح پائی۔ دشمنوں کو خوب قتل کیا جو بچے بھاگ گئے اور قاہرہ سے انکا زور جاتا رہا اور مستنصر کی عظمت و وقعت ترکوں کی نگاہ سے گر گئی۔

سکندریہ میں بھی غلاموں کی جمعیت کثیر تھی اس شکست کو بعد اونھوں نے امان طلب کی ناصر الدولہ نے امان دیکر سکندریہ اونسے لیلیا اب صرف وہ غلام باقی رہگئے جو صعید میں تھے۔

ترکوں نے غلاموں سے میدان خالی پاکر مستنصر کو دبانا اور مال طلب کرنا شروع کیا۔ اسطرح خزانے خالی ہوگئے اور مستنصر کے پاس کچھ نہ رہا ترکوں کے مطالبے روز بروز بڑھتے جاتے تھے آخر مستنصر نے کہا کہ اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا مگر ناصر الدولہ نے قصر کا مال و متاع نکالنے پر مجبور کیا اور وہ سستی قیمت پر فروخت کرکے ترکوں میں تقسیم کیا گیا سلہ

یہ حالت دیکھکر صعید کے غلاموں نے رہزنی شروع کردی راستہ چلنے والے اونسے خوف کرنے لگے ناصر الدولہ نے ابن جعفائی کی غلام ثم صعید اعلی کی طرف چلے گئے ناصر الدولہ وہیں پہونچا لڑائی ہوئی۔ ناصر الدولہ شکست کھاکر بھاگا اور جیزہ میں آکر دم لیا۔ اوسکے اصحاب جو سلامت نبچے تھے اوس کے پاس جمع اور مستنصر پر بہت ہی برانگیختہ ہوئے اور بادشاہ پر غلاموں کا طرفدار ہونے اور اون کی مدد کرنے کی تہمت لگائی اور ناصر الدولہ نے پھر ایک فوج تیار کرکے ان صعید کے غلاموں پر حملہ کیا اور شکست دیکر اونہیں قتل کیا اس شکست سے غلاموں کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور ناصر الدولہ کی قوت و شوکت بہت بڑھ گئی اور وہ بغیر ترکوں نے رائے لیے جو چاہتا کر نیلگا یہ امر ترکوں کو سخت ناگوار گذرا او وہ مانع ہوئے اون کے خیالات اون کی طرف سے فاسد ہو گئے اور وزیر سے آکر شکایت کی کہ جو مال خلیفہ کے پاس آتا ہے اوس میں سے زیادہ تر اپنے اور اپنے حواشی کیواسطے لیلیتا ہے اور ہمیں بہت کم دیتا ہے وزیر نے کہا کہ یہ تم اپنے ہاتھوں کرتے ہو اگر تم اوس سے الگ ہو جاؤ تو وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ یہ بات ترکوں کی سمجھ میں آگئی اور سب ترکوں نے ناصر الدولہ کے نکالدینے پر اتفاق کرلیا اور مستنصر سے درخواست کی کہ ناصر الدولہ کو ہم میں سے نکالدیجیے مستنصر نے ناصر الدولہ کو حکم بھیجدیا کہ فوراً نکلجاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا بس ناصر الدولہ قاہرہ سے نکلکر جیزہ میں چلا آیا اوسکے اور اوس کے حواشیوں کے گھر لوٹ لیے گئے

سلہ ابن اثیر لکھتا ہے کہ پہلے ترکوں نہیں بیس ہزار دینار ماہوار صرف ہوا کرتا تھا اب انکا خرچ چار لاکھ دینار ماہوار یعنی بیس گنا ہوگیا

رات ہوئی تو ناصر الدولہ چھپ کر قائد تاج الملوک **شادی** کے پاس آیا اور منت سماجت کرکے اسے ترکوں کے سردار دکز اور وزیر خطیر الملک کو کسی ترکیب سے قتل کرنے پر آمادہ اور راضی کرلیا اور راتوں رات جنیزہ واپس چلا آیا دوسرے دن شادی اپنے جمعیت کو لے کر دونوں قصروں کے درمیان آکھڑا ہوا۔ دکز جب سوار ہوکر قصر شاہی کیطرف آیا تو یہ حال دیکھا اور آنکھ بچا کر بسرعت تمام قصر میں داخل ہوگیا اسطرح شادی کے ہاتھ سے نکل گیا پھر وزیر خطیر الملک اپنی جلو کے ساتھ آیا شادی نے اوسے قتل کر ڈالا یہ ۴۶۵ھ کا واقعہ ہے۔

وزیر کو قتل کرکے شادی نے ناصر الدولہ کو لکھا کہ آپ سوار ہوکر تشریف لائیے۔ ناصر الدولہ باب القاہرہ پر آگیا اسوقت دکز نے بادشاہ سے کہا کہ اگر اسوقت آپ سوار نہونگے تو آپ اور ہم سب ہلاک ہوجائینگے مستنصر ہتھیار لگا کر سوار ہوا بہت سی خلقت اور فوج اونکے ساتھ ہولی۔ صف آرائی ہوئی ترکوں نے ناصر الدولہ کو شکست دی اوس کے بہت سے اصحاب مارے گئے اور وہ اپنے بقیہ آدمیوں کو ساتھ لیکر بھاگا چلا گیا یہانتک کہ بنی سنبس میں پہونچکر قیام کیا اور اون کے ساتھ رشتہ دامادی قایم کرکے اپنی قوت بڑھائی۔ شاہی فوج اون کے دفع کرنے کے لیے بھیجی گئی اس فوج کی تین ٹکڑیاں تھیں پہلے ٹکڑے کے سردار نے دریا عبور کرکے ناصر الدولہ پر حملہ کیا لڑائی ہوئی۔ ناصر الدولہ نے شکست دیکر سردار کو گرفتار کرلیا اور بہت سے آدمی قتل کیے اب دوسرے ٹکڑے نے جسے اب تک معلوم نہ تھا کہ پہلے ٹکڑے کا کیا حشر ہوا دریا عبور کیا ناصر الدولہ نے اوسپر حملہ کیا اور پہلے ٹکڑے کے مقتولوں کے سر نیزوں پر بلند کر دیے جس سے ان کے دلوں پر رعب بیٹھ گیا وہ بھاگے اور ان میں سے اکثر مارے گئے تیسرے ٹکڑے دریا عبور کرکے آئے اونکا بھی یہی حشر ہوا۔ اور سردار پکڑا گیا۔ اب کیا تھا ناصر الدولہ نے ریف کو لوٹ لیا اور خشکی و تری دونوں طرف سے مصر کی رسد روک دی قحط پڑ گیا کثرت سے لوگ فاقہ کرکے مرنے لگے ایک عورت کو ایک ہزار دینار خرچ کرکے ایک روٹی میسر آئی تھی ساتھ ہی وبا اس کثرت سے پھیلی کہ ایک رات میں گھر کے گھر سوئے رہ گئے ادھر ناصر الدولہ نے خشکی اور تری میں رہزنی شروع کردی ایک عالم ہلاک ہوگیا مستنصر کے بہت سے آدمی مرگئے اور اکثر متفرق ہوگئے مجبور قاہرے سے ترکوں نے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور اس

شرط پر صلح ہو گئی کہ تاج الملوک شادی مصر میں ناصر الدولہ کا نائب رہے جو ناصر الدولہ کے پاس
مال روانہ کرتا رہے اور اوس کے ساتھ اور اوس کے مقابلہ میں کسیکو حکم دینیکا اختیار نہو
جب تاج الملوک شادی ناصر الدولہ کا نائب بنکر قاہرہ میں رہنے لگا تو مال کو جس طرح
چاہتا صرف کرتا اور ناصر الدولہ کو کچھ نہ بھیجتا یہ حالت دیکھکر ناصر الدولہ جیزہ میں آیا اور
ترکوں کے دیگر سرداروں کو بلایا۔ تھوڑے سردار اوس کے پاس آگئے اور انکو اوسنے
قید کرلیا اور مصر کے دونوں اطراف لوٹ لیے اور انکا اکثر حصہ جلا دیا مستنصر نے فوج بھیجی
جسنے ناصر الدولہ کو شکست دیکر بھگا دیا مگر ناصر الدولہ نے پھر جمعیت بہم پہونچاکر مستنصر کی
فوج کو شکست دی اور سکندریہ اور دمیاط اور تمام علاقہ ریف سے مستنصر کا خطبہ قطع کردیا۔
ان علاقوں نے ناصر الدولہ کا ساتھ دیا۔

اس کے بعد ناصر الدولہ نے بغداد کے عباسی خلیفہ کو لکھا کہ اگر آپ میرے لیے خلعت
ارسال کردیں تو آپ کے نام کا خطبہ پڑھ دوں۔ ایک تو قحط پڑ رہا دوسرے ملک کی خانہ جنگی
مستنصر کی حکومت چراغ سحری کیطرح ٹمٹما رہی تھی لوگ قاہرہ کو چھوڑ کر متفرق ہو رہے تھے
اسی حالت میں ناصر الدولہ نے مستنصر کے پاس قاصد بھیجکر روپیہ طلب کیا قاصد پہنچا تو دیکھا
کہ بادشاہ بورئے پر بیٹھے ہیں اور تین خادموں کے سوا اون کے پاس کچھ نہیں ہے کوئی علامت
مملکت اور بادشاہی کی نہ پائی قاصد نے پیغام دیا تو بادشاہ نے کہا کیا ناصر الدولہ کو
یہ کافی نہیں ہے کہ ایسے مکان میں ایسے بورئیے پر بیٹھنے کی نوبت پہونچگئی ہے قاصد بادشاہ
سے یہ سنکر اور یہ حالت دیکھکر رونے لگا اور واپس آکر ناصر الدولہ سے کل ماجرا بیان کیا
ناصر الدولہ نے بادشاہ کے سو دینار روز مقرر کردیئے اور قاہرہ چلا آیا اور قاہرہ میں
حکومت کرنے لگا بادشاہ اور اون کے اصحاب پر اپنے فوقیت رکھتا تھا ناصر الدولہ کی
ان تمام حرکتوں کی وجہ یہ تھی کہ اوس نے اہل سنت کا مذہب اختیار کرلیا تھا اور اس
سبب سے مستنصر کو عیب لگاتا اور برا سمجھتا تھا مغربی بھی سنی تھے اس لیے اوس کے
ارادوں میں اوس کے مددگار رہے اس کے بعد ناصر الدولہ نے مستنصر کی والدہ کو گرفتار
کرکے پچاس ہزار دینار جرمانہ کیا اور مستنصر کی اولاد اور کنبہ میں جو تھے انکو ملک مغرب

بھیجد

کیطرف متفرق کردیا۔ وہاں اون میں سے بہت سے مرگئے اسطرح ۴۶۳ سنہ اور ۴۶۴ سنہ ھ بھی فتنوں ہی میں گذرے ۴۶۵ سنہ ھ میں ناصر الدولہ نے بادشاہ کے اصحاب کو بھی ظاہر اً مختلف علاقوں کا حاکم بنا بنا کر قاہرہ سے نکالنا شروع کیا اور جب وہ اون علاقوں میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ صرف بہانہ سے نکالا گیا تھا پھر اونکو واپس آنے کی اجازت بھی نہ دی اور اس سے اسکا مطلب یہ تھا کہ قاہرہ میں قائم عباسی کا خطبہ پڑھدے اور اون اصحاب کی موجودگی میں یہ امر ممکن نہ تھا۔ ناصر الدولہ کے اس ارادہ اور ترکیب کو قائد وکز سمجھ گیا اونے ترکوں کے دوسرے قائدوں سے اسکا یہ منشا بیان کیا چنانچہ اونھوں نے خفیہ ناصر الدولہ کے قتل پر اتفاق کرلیا اور اوس کے قتل کرنے کی تاریخ مقرر کرلی۔ ناصر الدولہ اپنی قوت کی زیادتی اور ظاہراً کوئی دشمن نہونے کے سبب مطمئن تھا مقررہ تاریخ کے صبح ہوتے ہی وہ اوسکے محل کے دروازے پر آئے جو دریائے نیل کے کنارے واقع تھا اور بغیر اذن طلب کیئے اوسکے صحن میں گھس گئے ناصر الدولہ کو چونکہ اون کی طرف سے اطمینان تھا چادر اوڑھے ہوئے اون کے پاس آیا۔ ناصر الدولہ کا آنا تھا کہ اونھوں نے اوس کو تکا بوٹی کرڈالا اور سر اوتار لیا اور ایک سردار کوکب الدولہ نامی نے ناصر الدولہ کے بھائی فخر العرب کو سلام کے بہانہ جا کر قتل کیا اور سر اوتار لیا اور اوس کی بیش قیمت تلوار لیکر اور اوس کی ایک کنیز کو اپنے پیچھے بٹھا کر قاہرہ کا راستہ لیا ناصر الدولہ کا بھائی تاج المعالی بھی مارا گیا۔ اور اس طرح حمدانیہ کا دفتر مصر سے بالکل ہی گاؤخورد ہوگیا۔

۲۰ جمادی الاول ۴۶۶ سنہ ھ کو بدر بن عبد اللہ جمالی بادشاہ کے حسب الطلب قاہرہ میں داخل ہوا مصر کے تمام انتظام کا متولی مقرر ہوا۔ بادشاہ نے محل کے سوا تمام سلطنت کا سیاہ وسپید اوسکے سپرد کردیا وکز اور وزیر ابن کدینہ قتل کردیئے گئے

صقلیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا ۴۸۴ سنہ ھ

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ خلیفہ عزیز کیطرف سے ابو الفتوح یوسف صقلیہ کا گورنر تھا وہی ۳۸۸ سنہ ھ میں فالج ہوگیا تھا جس سے اوسکی بائیں جانب بیکار اور راست جانب کمزور ہوگئی تھی۔ اس لیئے یوسف نے اپنے بیٹے جعفر کو اپنا نائب بنالیا تھا جعفر ۴۰۵ سنہ ھ تک خوبی او عمدگی سے

صقلیہ پر حکومت کرنا رہا باشندے بھی اوس سے خوش رہے مگر اسی سال جعفر کے بھائی علی نے بربریوں اور غلاموں کی ایک جماعت کو ملاکر جعفر سے بغاوت کی جعفر نے بلرم سے ایک فوج اوسکی سرکوبی کو روانہ کی ۷ رشعبان ۴۰۵ھ کو جنگ ہوئی بہت سے بربری اور غلام مارے گئے باقی بھاگ گئے۔ علی گرفتار ہو کر آیا جعفر نے اوسے قتل کرادیا۔ باپکو بہت صدمہ ہوا علی کے خروج و قتل میں صرف ۵ دن لگے اب جعفر نے تمام بربریوں کو افریقیہ کیطرف بھگادیا اور تمام غلاموں کو قتل کرادیا صرف اہل صقلیہ کو فوج میں رکھا۔ اس طرح صقلیہ میں فوج کی تعداد بہت گھٹ گئی اور صقلیہ کے باشندوں نے امیروں اور حاکموں کو دبانا شروع کیا اور تھوڑی ہی دنوں بعد جعفر کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کردیا اوسکو خلع کرکے نکالدیا اور اوسکے قتل کے درپے ہوئے بات یہ ہوئی کہ اوس نے انپر ایک شخص کو مقرر کیا تھا جسنے انپر ڈنڈ ڈالا تھا اونکے غلہ سے عشر لیا تھا اور اون کے سرداروں اور شیوخ سے حقارت سے پیش آتا تھا اور جعفر نے اپنے بھائیوں پر قہر اور دست تطاول دراز کیا تھا پس جعفر کو خبر بھی نہوئی اور محرم ۴۱۰ھ میں شہر کے چھوٹے بڑوں نے جا کر جعفر کو اوسکے قصر میں گھیر لیا۔ اور قریب تھا کہ اوسے پکڑلیں اسوقت اوسکا باپ یوسف ایک محفہ میں باہر نکل آیا یہ لوگ یوسف کو بہت دوست رکھتے تھے یوسف اونسے بڑے ملاطفت اور مہربانی سے پیش آیا وہ اوسکی حالت کو دیکھکر رونے لگے اور جو مصیبت اوسکے بیٹے سے اونہیں پہنچی تھی اوس سے بیان کی اور درخواست کی کہ اپنے دوسرے بیٹے تایید الدولہ کو جسے اکحل کہتے تھے ہمارا حاکم بنا دیجیے یوسف نے ایسا ہی کیا اور اونکے خوف سے جعفر کو سوار کرکے مصر روانہ کردیا۔ اور بعد میں خود بھی مصر چلا آیا دونوں باپ بیٹے اپنے ساتھ چھ لاکھ ستر ہزار دینار لیکر آئے یوسف کے اصطبل میں خچروں وغیرہ کے علاوہ ۱۳۰۰ ہزار گھوڑے تھے مگر جب مصر آیا تو اوسکے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

غرض اکحل صقلیہ کا گورنر مقرر ہوا اور حزم و احتیاط کیساتھ حکومت کرنیلگا فوج جمع کرکے کفار کے ملک میں دستے بھیجنے لگا جو آگ لگاتے لوٹتے قید کرتے اور ملک کو برباد کرکے واپس آتے صقلیہ کے تمام اسلامی قلعوں نے اوسکی اطاعت قبول کی۔

اکحل کا ایک بیٹا تھا اوسکا نام بھی جعفر تھا اکحل جب سفر کو جاتا اوسے اپنا نائب کرکے چھوڑ جاتا مگر وہ اپنے باپ کی سیرت کے خلاف تھا کچھ عرصہ حکومت کرنیکے بعد اکحل نے اہل صقلیہ کو جمع کیا

اور کہا کہ میں افریقیوں پر جو تمھارے ملک میں تمھارے شریک ہو گئے ہیں تمکو غلبہ دینا چاہتا ہوں۔ تیری رائے یہ ہو کہ تم اونکو مار کر نکالدو اونھوں نے جواب دیا کہ ہم میں اون میں رشتہ ناطہ ہو گیا ہے اور اب ہم دونوں ملکر ایک ہو گئے ہیں۔ اکحل نے یہ سنکر اونکو رخصت کر دیا اور افریقیو نکو بلا کر کہا کہ میں تمکو اہل صقلیہ پر غلبہ دینا چاہتا ہوں اونہیں مار کر مغلوب کر لو۔ افریقیوں نے منظور کر لیا پس اوسنے افریقیو نکو اپنے پاس جمع کیا اہل صقلیہ سے خراج لیتا اور اہل افریقیہ کے املاک کی حمایت کرتا یہ حالت دیکھکر اہل صقلیہ کی ایک جماعت معز بن بادیس کے پاس آگئی اپنے اس حال کی اوس سے شکایت کی اور کہا کہ ہم آپ کی اطاعت وحمایت میں آنا چاہتے ہیں آپ اپنا گورنر بھیجدیں ورنہ ہم ملک رومیوں کے حوالہ کر دینگے سنہ ۴۲۶ھ کا واقعہ ہے معز نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو ایک فوج دیکر اون کے ساتھ کر دیا یہ لشکر بلرم میں داخل ہو گیا اور اکحل کا خالصہ میں محاصرہ کر لیا اسوقت اہل صقلیہ میں باہم اختلاف واقع ہو گیا اور بعض نے اکحل کی مدد کرنی چاہی۔ اُن لوگوں نے جو عبد اللہ بن معز کو لائے تھے غلبہ پایا اور اکحل کو مار ڈالا اب صقلی آپس میں لڑنے لگے طرفداران اکحل نے طرفداران عبد اللہ سے کہا کہ تم غیر کو اپنے اوپر لے آئے واللہ اس میں تمھاری کبھی بہتری نہ ہوگی اور اونھوں نے معز کی فوج سے لڑنے کا قصد کیا۔ جمع ہو کر اُنپر حملہ کیا اور اونکو شکست دی اس افریقی فوج کے ۸ سو آدمی مارے گئے اور باقی کشتیوں میں بیٹھکر افریقیہ واپس چلے گئے اور اہل صقلیہ نے اکحل کے بھائی حسن صمصام الدولہ کو اپنا والی بنالیا۔ اسطرح صقلیہ میں بدانتظامی پھیل گئی رذیلوں نے غلبہ پالیا پھر اہل بلرم نے بغاوت کر کے حسن کو نکالدیا اور ابن الثمنہ راس الاخیار کو اپنا حاکم بنالیا اوسنے قادر باللہ لقب اختیار کر کے بلرم پر قبضہ کر لیا تو پھر ہر شہر کا حاکم آزاد ہو گیا چنانچہ قائد عبد اللہ بن منکوت مازر اور طرابنش وغیرہ میں اور قائد علی بن نعمت المعروف بابن الحواس قصریانہ وجرجنت وغیرہ میں دم استقلال بھرنے لگے ابن الثمنہ کی حکومت میں بلرم سرقوسہ اور قطانیہ وغیرہ کے علاقے تھے اسنے ابن الحواس کی بہن سے شادی کر لی۔ مگر زن وشوہر میں جھگڑا ہو گیا زوجہ جب اپنے بھائی کے گھر ملنے آئی تو اپنے شوہر کی بدسلوکیاں بیان کیں اوسنے اوسے روک لیا بلانے پر بھی نہ بھیجا ابن الثمنہ نے ابن الحواس کا قصر یانہ

میں محاصرہ کرلیا ابن الحواس نے اوسے ابھگایا اور قطانیہ تک اوسکا تعاقب کیا اور
اوس کے بہت سے اصحاب کو قتل کر کے مراجعت کی ابن الثمنہ یہ دیکھکر کہ میرا لشکر برباد ہوگیا
کفار سے مدد لینے مالطہ آیا جو ۴۶۲ھ سے فرنگیوں کے قبضہ میں تھا اور اوسوقت رجار فرنگی
وہانکا بادشاہ تھا اور رجار سے کہا کہ میں جزیرہ صقلیہ تمکو دلوائے دیتا ہوں رجار اور اوسکے
اصحاب نے کہا کہ صقلیہ میں فوج بہت ہے ہم میں اوسنے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ابن الثمنہ نے
کہا کہ اون میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے اور اکثر لوگ میرا کہا مانتے ہیں اور میرے حکم سے مخالفت
نہیں کرتے پس فرنگی ۴۴۴ھ میں اوسکے ساتھ روانہ ہوگئے اونکو کوئی روکنے والا نہ ملا۔
راستہ میں جو جو علاقے ملے اُن اون پر قبضہ کرتے بڑھے چلے گئے یہانتک کہ قصریانہ کا
محاصرہ کرلیا ابن الحواس نے نکلکر جنگ کی فرنگیوں نے شکست دی اور ابن الحواس نے قلعہ میں پناہ
لی اس کے بعد فرنگیوں نے یہاں سے ہٹ کر جزیرہ میں دورہ کیا اور مواضع کثیرہ پر قابض
ہوگئے بہت سے علما و صلحا صقلیہ سے نکل گئے اور ایک گروہ صقلیہ کا معز بن بادیس کے
پاس آیا اور اہل صقلیہ کی حالت اور فرنگیوں کے غلبہ کی کیفیت بیان کی معز نے ایک بیڑا
تیار کیا اور آدمیوں سے بھر کر روانہ کردیا جاڑے کا موسم تھا جب یہ بیڑا قوصرہ کے قریب پہنچا
سمندر میں طوفان آیا اس میں سے اکثر جہاز غرق ہوگئے تھوڑوں نے نجات پائی۔
اس بیڑے کی تباہی نے معز کو کمزور کردیا اور عربونکو اوسپر غالب کردیا تھا یہانتک کہ آخر
اونھوں نے اوس سے ملک ہی چھین لیا اب فرنگیوں نے اطمینان سے بلا مزاحمت صقلیہ کے
اکثر شہروں کو فتح کرلیا معز صاحب افریقیہ اپنے عربوں کے خرخشہ میں پھنسا ہوا تھا ادھر کا
رخ نہ کرسکا ۴۵۳ھ میں معز مرگیا اور اوسکا بیٹا تمیم افریقیہ کا بادشاہ ہوا اوس نے
ایک بیڑا فوج سے بھر کر صقلیہ کیطرف روانہ کیا اس بڑے پر اوس کے بیٹے **ایوب** اور
علی بھی سوار تھے صقلیہ پہونچکر ایوب تو لشکر لیکر بلرم میں اُترا اور علی جرجنت میں
پھر علی بھی جرجنت میں چلا آیا۔ علی ابن الحواس نے ہدایائے کثیرہ ارسال کیئے اور کہا کہ
ہمارے قصر میں نزول فرمایئے جب ایوب نے وہاں قیام کیا تو وہاں کے باشندے اُس سے
محبت کرنے لگے ابن الحواس کو حسد ہوا اور باشندوں کو لکھا کہ اوسے نکالدو مگر اونھوں نے نہ مانا

ابن الحواس فوج لیکر ایوب سے لڑنے آیا اہل جرجنت نے ایوب کا ساتھ دیا لڑائی ہو رہی تھی کہ ابن الحواس کے ایک تیر آ لگا جس سے وہ مر گیا اور ایوب کی فوج شہر پر قابض ہو گئی

اس کے بعد اہل بَرم اور غلامان تمیم میں جھگڑا ہو تا جنگ کی نوبت پہنچی اور فتنہ و فساد بہت بڑھ گیا یہ حالت دیکھ کر ایوب اور علی اپنے آدمیوں کو جہازوں میں بٹھا کر ۴۶۲ھ میں افریقیہ واپس چلے آئے اعیان صقلیہ کی ایک جماعت بھی اونکے ساتھ افریقیہ چلی آئی۔

فرنگیوں نے میدان خالی پا کر سوائے قصریانہ اور جرجنت کے جو اونکے مقابلہ میں مدت تک ڈٹے رہے ۴۶۴ھ تک کل جزیرہ پر قبضہ کر لیا اور پھر ان دونوں شہروں کا محاصرہ کر لیا یہانتک کہ ۴۸۴ھ میں قصریانہ نے دروازے کھولدیئے اور اپنے شہر فرنگیوں کے حوالہ کر دیئے اسطرح تمام جزیرہ پر رجار کا تسلط ہو گیا رومی اور فرنگی مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگے کسی مسلمان کے پاس حمام یا دوکان یا آسیہ خانہ نچھوڑا۔ رجار ۴۹۴ھ میں مر گیا اور اوسکا بیٹا بادشاہ ہوا اوسکا نام بھی رجار ہی تھا۔ اسنے اپنے دربار کا کل طریقہ مسلمانوں کا سا رکھا وہی آداب اسی نام کی محکمی اور عہدی حجاب۔ جامداریہ۔ سلاحیہ وغیرہ۔ فرنگیوں کیطرح کوئی ڈھنگ نختیار نکیا اپنے لیئے دیوان مظالم بنایا جس میں ٹھیکر انصاف کرتا تھا غیر کے مقابلہ میں اپنے بیٹے تک کو سزا دیتا تھا۔ مسلمانوں کا اکرام کرتا اونکو عہدے دیتا فرنگیونکو اونپر سختی کرنے روکتا اس کے اس برتاؤ سے مسلمان بھی اوس سے محبت کرنے لگے شریف ادریسی اسکی دربار کا ایک رکن تھا ادریسی نے اپنا جغرافیہ نزہۃ المشتاق اسیکے نام پر لکھا ہے صقلیہ پر تسلط بیٹھانے کے بعد رجار نے مہدیہ اور صقلیہ کے درمیان تمام جزیروں قوصرہ جیرہ قرقنہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور ساحل افریقیہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔

وزارت مستنصر کے شصت سالہ حکومت میں ۴۳ مرتبہ وزارت میں تبدیلی ہوئی ۲۷ وزیر ہوئے جن میں سے بعض صرف چند روز اور بعض کئی کئی مرتبہ معزول اور بحال ہوئے چنانچہ حسن بن ابی کدینہ چھٹی دفعہ وزیر بنایا گیا تھا جبکہ ۴۶۰ھ میں قتل ہوا۔

قضاۃ مستنصر کے عہد میں وزارت کیطرح قضاۃ میں بھی جلدی جلدی تغیر ہوتا رہا ۱۶ قاضی القضاۃ مقرر ہوئے جن میں سے بعض صرف تھوڑے دنوں مامور رہے

اور بعض بارہ بارہ مرتبہ تک بعد معزولی بحال ہوئے ان میں سے بعض ایسے تھے جو وزیر بھی تھے اور قاضی القضاۃ بھی مستنصر کے زمانہ کے مشہور قاضی القضاۃ یہ لوگ ہوئے ہیں۔ ابو الفتح عبدالحاکم بن سعید الفارقی۔ ابو محمد قاسم بن عبد العزیز بن محمد بن نعمان۔ ابو محمد حسن بن علی بن عبدالرحمن الیازوری الحنفی۔ ابو علی احمد بن عبدالحاکم بن سعید الفارقی۔ ابو القاسم عبدالحاکم بن وہیب بن عبدالرحمن الملیجی۔ ابو محمد حسن بن یحیی ابن ابی کدینہ۔ جلال الملک احمد بن عبدالکریم بن عبدالحاکم بن سعید الفارقی۔ خطیر الملک بن وزیر یازوری۔ جلال الدولہ ابو القاسم علی بن احمد بن عمار۔

بدر کی وفات ماہ ذیقعدہ ۴۸۷ھ میں بدر نے اسی سال کی عمر میں انتقال کیا ابن خلدون نے اسکی وفات ماہ ربیع الاول میں لکھی ہے اسکے دو آزاد غلام بڑے صاحب فوج تھے ایک امین الدولہ لاویز اور دوسرا نصیر الدولہ الپتگین (جسے عرب کی مورخین نے افتکین لکھا ہے) بدر کی وفات پر لاویز کو اوسکی جگہ دی گئی مگر الپتگین نے مخالفت کی اور فوج لیکر مستنصر کے قصر کو گھیر لیا اور بدر کے بیٹے افضل کو (جسے بدر نے اپنی جگہ اپنے مرض الموت میں مقرر کیا تھا) اوسکی جگہ مقرر کرنے پر مجبور کیا پس بدر کا بیٹا ملک ابو القاسم شاہنشاہ ملک الافضل کے خطاب سے وزیر اعظم اور ابو القاسم ابن المقری جو بدر کا نائب تھا افضل کا نائب مقرر ہوا۔

۴۸۷ھ۔ ابو القاسم احمد مستعلی باللہ ۴۹۵ھ

مختصر حالات مستنصر نے اپنی حیات میں نزار کو ولیعہد کیا تھا مگر افضل نے اُسے خلع[1] کر دیا اور احمد کو مستعلی کے لقب سے بادشاہ بنایا۔ نزار اسکندریہ کو بھاگ گیا جہاں ناصر الدولہ الپتگین گورنری کر رہا تھا اہل سکندریہ نے نزار کی بیعت کر لی نزار نے مصطفے لدین اللہ لقب اختیار کیا اور خطبہ پڑھکر افضل پر لعنت کی۔ اسکندریہ کے قاضی جلال الدولہ ابن عمار نے بھی اوسکی اعانت کی۔ افضل نے چڑھائی کر کے نزار کو سکندریہ میں گھیر لیا مگر شکست کھاکر

[1] افضل نزار سے اسوجہ سے دشمنی رکھتا تھا کہ ایک دفعہ افضل سوار ہو کر مستنصر کے پاس گیا اور باب الذہب کے دہلیز تک سواری سے نہ اترا نزار باہر نکلا تھا اندھیرا تھا افضل نے نہ دیکھا۔ نزار نے بلند آواز سے کہا کہ اے ارمنی کتے تو کیسا بے ادب ہے اتر گھوڑے سے ۔۱۲

تھا پس آیا دوبارہ فوج جمع کرکے پھر حملہ کیا اور نزار افتگین اور قاضی جبنوں کو گرفتار کرلیا افتگین اور قاضی ابن عمار اور نزار کے طرفدار قتل کردیے گئے۔ نزار مستعلی کے حوالہ کردیا گیا مستعلی نے اوسے دیوار میں چنوا دیا[۱]۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ افضل نے مستعلی اور نزار کی پھوپھی کو بھی اس اقرار پر اپنے ساتھ ملا لیا تھا کہ وہ مستعلی کی سرپرست رہیگی پس اوسنے بھی گواہی دی کہ مستنصر نے قاضی اور داعی کے سامنے مستعلی کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔

اس وقت سے اسماعیلیوں کے دو فرقہ ہوگئے ایک نزاریہ جو نزار اور اونکی اولاد کو برحق مانتے ہیں اور وہ حسن بن صباح کے مقلد اور ہندوستان کے آغا خانی خوجے ہیں دوسرے وہ جو مستعلی اور اون کے اولاد کو برحق سمجھتے ہیں اور مستعلویہ کہلاتے ہیں ہندوستان کے بوہرے ہیں۔

مستعلی ۱۸ یا ۲۰ سال کی عمر میں دیار مصر و شام کے بادشاہ ہوے ابن خلکان لکھتا ہے کہ اونکے عہد سے علویوں کی سلطنت ضعیف ہوگئی۔ بلاد شام سلجوقیوں اور فرنگیوں میں تقسیم ہوگئی چنانچہ فرنگیوں نے سنہ ۴۹۲ھ میں معرۃ النعمان اور بیت المقدس[۲] سنہ ۴۹۳ھ میں حیفا اور سنہ ۴۹۴ھ میں قیساریہ اور ساحل شام کی اور بہت سی شہر فتح کرلیے۔

۲۵ صفر سنہ ۴۹۵ھ کو ۷ سال ۲ ماہ خلافت کرنیکے بعد مستعلی نے کچھ کم ۲۶ یا ۲۸ سال کی عمر میں انتقال کیا ملک الافضل ابو القاسم محمد شاہنشاہ مستعلی کے تمام دوران حکومت میں مدبر سلطنت اور تمام امور ملکی و مالی و جنگی پر حاوی رہا افضل کے آگے مستعلی کا کوئی حکم نہ چل سکتا تھا۔ مستعلی کی وفات پر افضل نے ابو علی منصور بن مستعلی کو آمر باحکام اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا اور آمر کی کمسنی کے زمانہ میں نہایت خوبی سے ملک کا انتظام کرتا رہا۔

فخر الحکام ابو الفضل محمد بن حاکم ملیحی۔ حسن بن علی بن احمد بن المکرمی۔ ابو طاہر محمد بن رجاء ابو الفتح

[۱] بعض مورخین لکھتے ہیں کہ مستعلی کے پاس گرفتار ہوکر آنیکے بعد نزار کا خبر کسی کو معلوم نہیں ہوا مگر نزاری اسماعیلی کہتے ہیں کہ نزار یا اونکا بیٹا ہادی قید سے بھاگ کر بلاد عجم میں چلا آیا تھا۔ یہاں اوس سے الموت کے اسماعیلیوں کے امام پیدا ہوے ۱۲

[۲] جسے افضل نے سنہ ۴۹۱ھ میں سلجوقیوں سے چھین لیا تھا ۱۲۔

محمد بن جوہر بن ذکا النابلسی حسین بن یوسف اور ابوالنجم بدر بن بدر الحرانی مستعلی کے زمانہ کے قاضی القضاۃ تھے

شام کے حالات

شام کا حاکم کتیلہ باغی ہوگیا تھا مصر سے فوج بھیجی گئی جس نے صور کو بعد محاصرہ بزور شمشیر فتح کرلیا کتیلہ مصر میں لاکر قتل کردیا گیا۔

صفر ۴۸۸ھ میں تتش برکیارق[1] سے لڑتا ہوا مارا گیا اسکے دو بیٹے تھے رضوان اور دقاق تتش نے مرنے سے پہلے رضوان کو اپنا ولیعہد بنایا تھا مگر تتش کے بعد دونوں بھائیوں میں جھگڑا ہوا جسکا انجام یہ ہوا کہ دقاق دمشق کا اور رضوان حلب کا حاکم ہوگیا رضوان نے تھوڑے دنوں مستعلی کا خطبہ حلب میں جاری رکھا پھر عباسیوں کا خطبہ پڑھنے لگا ۴۹۰ھ میں دمشق سے بھی مستعلی کا خطبہ قطع ہوگیا اور وہاں بھی عباسیوں کا خطبہ پڑھا جانے لگا تاج الدولہ تتش نے بیت المقدس امیر سلیمان بن ارتق ترکمان کو جاگیر میں دیا تھا ۴۹۰ھ میں صلیبی مجاہدین قسطنطنیہ ہوتے ہوئے شام پر حملہ آور ہوئے اول سلجوقیوں کے امیر باغیان کے ہاتھ سے انطاکیہ فتح کرلیا اور باغیان کا سر کاٹ لیا اور لشکر شام پر بڑی مصیبت نازل کی یہ حالت دیکھکر موصل کا حاکم کربوقا مرج دابق میں آ اُترا اور اوسکے پاس دقاق بن تتش اور سلیمان بن ارتق اور طغتگین اتابک صاحب حمص اور صاحب سنجار اور جو جو ترک وعرب اوس علاقے میں تھے آکر جمع ہوگئے اور فرنگیوں کے انطاکیہ پر قابض ہونیکے تیرہویں دن انطاکیہ جا پہنچے یہاں فرنگیوں کی جو بادشاہ جمع ہوئے تھے انکا سردار بیمنڈ تھا فرنگیوں کے صف آرا ہوتے ہی مسلمانوں کی فوج بغیر لڑے قبل اس کے کہ تلوار تیر یا نیزہ کا کوئی زخم لگتا بھاگ کھڑے ہوئے صرف مجاہدین بیچارے جو حسبۃ للہ شہادت حاصل کرنیکی غرض سے آئے تھے مقابلہ میں ڈٹے رہے اور بیشمار مارے گئے فرنگیوں نے آن کر تمام مسلمانوں کی چھاونی کو لوٹ لیا۔

اس کے بعد فرنگی معرۃ النعمان کیطرف بڑھے یہاں کے مسلمان ایسے لڑے کہ فرنگیوں کی چھکے چھوٹ گئے مگر ایک رات کو مسلمان ایک طرف کے فصیل کی حفاظت چھوڑ کر گھروں کی حفاظت

[1] ملک شاہ سلجوقی کا بیٹا جو ملک شاہ کے بعد بادشاہ ہوا ۱۲۔

میں لگ گئے اُسی مقام سے فرنگی چڑھ کر شہر میں اُتر گئے مسلمان گھبرا کر گھروں میں گھس گئے فرنگیوں نے تین دن تک شہر میں قتل عام رکھا ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے۔

چالیس دن معرۃ النعمان میں قیام کر کے فرنگی عرقہ میں آئے چار ماہ کے محاصرہ کے بعد اوسکی فصیل میں کسی جگہ نقب لگائی مگر اوس کے فتح پر قادر نہ ہوئے اور شیزر کے حاکم منقذ نے اون سے مراسلت کر کے صلح کر لی اس کے بعد فرنگیوں نے حمص کا محاصرہ کر لیا یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کر لی پھر عکہ کا محاصرہ کیا مگر ناکام رہے۔

جنگ انطاکیہ میں جب سلجوقیوں کے اہل فوج (قوم غز) کا پتلا حال ہو گیا اور سلجوقیوں کی قوت ضعیف ہو گئی تو ۴۸۹ھ مصریوں نے شام پر فوج کشی کی اور افضل بن بدر نے بہت سی فوج سے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا جہاں اسوقت ارتش کے بیٹے سقمان اور ایلغازی اپنے رشتہ دار امیروں کے ساتھ حکومت کر رہے تھے افضل نے کچھ اوپر چالیس منجنیق لگا دیئے اور کچھ اوپر چالیس دن کے محاصرہ کے بعد ۴۹۱ھ میں بیت المقدس امان کے ساتھ فتح کر لیا اور سقمان۔ ایلغازی اور اون کے ہمراہیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا اُن کو بہت کچھ انعام و اکرام دیکر رخصت کر دیا پس سقمان تو رہا کی طرف چلا گیا اور ایلغازی عراق کی طرف۔ افضل نے افتخار الدولہ کو اپنے طرف سے بیت المقدس کا گورنر بنا کر مصر کی طرف مراجعت کی افضل نے اسی مراجعت کیوقت عسقلان میں مشہد حسینی تعمیر کرایا تھا۔

۴۹۲ھ میں فرنگیوں نے عکہ کے محاصرہ کے بعد رملہ فتح کر لیا اور بیت المقدس کا کچھ اوپر چالیس دن تک محاصرہ رکھا اور آخر ۲۳ شعبان ۴۹۲ھ کو فرنگی مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے شہر میں گھس گئے اور مسجد اقصے کے قریب ستر ہزار سے زیادہ آدمی قتل کیے جن میں مسلمانوں کے بہت سے امام عالم۔ عابد و زاہد تھے اور صخرہ کے قریب سے کچھ اوپر چالیس چاندی کی قندیلیں جن میں سے ہر ایک کا وزن ۳۶ سو درہم تھا اور بحساب ٹل لوٹ لیا لوٹ میں ایک چاندی کا تنور بھی تھا جو وزن میں چالیس رطل شامی تھا اور ڈیڑھ سو قندیلیں چاندی کی اور کچھ اوپر بیس قندیلیں سونے کی۔

بیت المقدس سے بھاگے ہوئے بہت سے آدمی روتے پیٹتے بغداد میں پہنچے اور بیت المقدس کی قتل و غارت اور قیدیوں کا حال بیان کیا جامع مسجد میں کھڑے ہو کر رو رو کر فریاد کے تمام اہل مسجد رونے لگے۔ عباسی خلیفہ نے اعیان علماء قاضی ابو محمد دامغانی۔ ابو بکر شاشی ابو القاسم زنجانی۔ ابو الوفا ابن عقیل۔ ابو سعد حلوانی۔ اور ابو الحسین سماک کو سلطان برکیارق اور اوس کے بھائیوں محمد اور سنجر کے پاس روانہ کیا کہ اون کو جہاد پر آمادہ کریں مگر اسوقت تینوں بھائیوں میں جھگڑا ہو رہا تھا اور وہ حلوان تک جا کر واپس چلے آئے۔

مصر میں جب بیت المقدس کے واقعہ کی خبر پہونچی تو افضل فوجیں جمع کر کے عسقلان کی طرف چلا اور فرنگیوں کو لکھا کہ یہ تمنے کیا حرکت کی اور بہت دھمکایا فرنگیوں نے قاصد کو جواب دیکر چلتا کیا اور فوراً خود بھی اوس کے پیچھے روانہ ہو گئے پس ادھر تو قاصد افضل کے پاس پہونچا ادھر فرنگی عسقلان پر آدھمکے۔ مصریونکو اون کے آنے کی بالکل خبر نہ تھی وہ تو قاصد کا انتظار کر رہے تھے جنگ کے لیے مطلق تیار نہ تھے۔ فرنگیوں کے آمد کی خبر سنکر جسطرح ہو سکا فوراً ہتھیار لگا کر تیار ہونے لگے۔ فرنگیوں نے پھرتی سے تیار ہونیسے پہلے ہی حملہ کر دیا شکست دیکر بہت سے آدمی قتل کر ڈالے اور چھاونی کو لوٹ لیا افضل بھاگ کر عسقلان میں گھس گیا بہت سے مصری بھاگ کر انجیر کے درخت میں چھپ گئے جن کی وہاں کثرت تھی فرنگیوں نے بعض درختوں میں آگ لگا دی اور جنھوں نے اونمیں پناہ لی تھی جلکر رہ گئے جو نکلکر بھاگے وہ قتل کر دیے گئے افضل نے اپنے خواص کیساتھ مصر کیطرف مراجعت کی۔

اس کے بعد فرنگیوں نے عسقلان کا محاصرہ کر کے باشندوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ فرنگیوں نے بیس ہزار دینار لیکر اس بلا کو ٹالا اور فرنگی بیت المقدس کیطرف واپس چلے گئے۔

سنہ ۴۹۵ھ (۱۰) ابو علی منصور آمر باحکام اللہ سنہ ۵۲۴ھ

مختصر حالات افضل نے جو اصل میں فاطمی سلطنت کا مالک تھا خلیفہ متوفی کے کمسن بیٹے ابو علی منصور کو آمر باحکام اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا اور آمر کے سن بلوغ کو پہنچنے تک مطلق العنانی اور خود مختاری سے حکومت کرتا رہا بحیثیت مجموعی اوس نے کامیابی اور

خوبی کے ساتھ حکمرانی کی سلطنت میں چہل پہل اور خوشحالی رہی باوجود چند کامیابیوں کے جو
مصریوں نے افضل کے بیٹے شرف المعالی کے ماتحت صلیبی مجاہدین پر حاصل کیں ساحل فنیقیہ
کے شہر جو تھوڑے ہی دنوں پیشتر بدر الجمالی نے فتح کیے تھے بتدریج مجاہدین صلیبی کے قبضہ
میں آ گئے چنانچہ ۴۹۷ھ میں عکہ اور ذیحجہ ۵۰۲ھ میں طرابلس الشام بھی نکل گیا مصری فوج
جو مدد کو بھیجی گئی اس وقت پہونچی جب طرابلس کا جنازہ اٹھ چکا تھا اسی سال عرقہ اور بانیاس
اور جبل الامان ۵۰۳ھ میں بیروت اور ۵۰۴ھ میں صیدا اور ۵۱۱ھ میں قلعہ تبنین بھی
سپرد کر دیا گیا ۵۱۸ھ میں صور بھی فرنگیوں نے لے لیا۔ افضل آمر کو دہرا کام دیتا تھا وزیر کا
بھی اور باپ کا بھی۔ انتظام سلطنت بھی کرتا تھا اور آمر کی تربیت بھی لیکن جوان ہو کر بادشاہ
اپنے زبردست وزیر کی اتالیقی سے بہت بھنائے۔ بادشاہ کی نوجوانی عیش پسند اور طبیعت
لا ابالی۔ وزیر ہر نامناسب اور بے موقع بات سے روکتا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اوس کی قتل کے درپے
ہو گئے افضل دریائے نیل کے کنارے ایک محل میں رہتا تھا ایک دن جب محل سے سوار ہو کر
دریا کے کنارہ آیا آمر کے مقرر کردہ فاتلوں نے اوسے حملہ کر کے قتل کر ڈالا یہ سلخ رمضان
۵۱۵ھ کا واقعہ ہے۔ افضل کو مورخین نے حسن التدبیر اور فحل الرائے لکھا ہے اور آمر کو
بھی حسن الخط والمعرفۃ والنقل بیان کرتے ہیں۔
ابن خلکان نے صاحب دول المنقطعہ سے نقل کیا ہے کہ افضل ساٹھ کروڑ دینار ڈھائی سو
اردب (پانچ سو من انگریزی) درہم۔ ۷۵ ہزار اطلس و دیبا کے تھان۔ تیس بوجھے عراقی
سونے کے نقشے (ڈبے) اور سونے کی دوات جس میں ۱۲ ہزار دینار کا جواہر لگا ہوا تھا۔
سو کھونٹیاں سونے کی جن میں سے ہر ایک کا وزن سو مثقال تھا دس کمروں میں دس دس
لگی ہوئی تھیں ہر کھونٹی پر ایک ایک مندیل بندھی ہوئی مذہب جدا جدا رنگ کی لٹکی ہوئی
تھی۔ پانچ سو صندوق لباس خاص کے تنیس اور دمیاط کے کپڑوں کے اور گھوڑے اور خچر
اور سواریاں اور خوشبوئیں اور زیور اور آرائش کی اتنی چیزیں کہ اونکی تعداد خدا ہی جانتا ہے
ماسوا ان کے بھیڑ بکری گائے اور بھینسیں اتنی کہ انسان تعداد بتاتے ہوئے شرمائے۔
جس سال افضل قتل ہوا ہے اس سال ان کے دودھ کا ٹھیکہ تیس ہزار دینار کا ہوا تھا۔

اور دو صندوق سونے کے سوئیوں کی جو کنیزوں اور بیگموں کے نقش کرنیکو کام میں آتی تھیں اسی سال مصر میں ایسی کالی آندھی آئی اور تین دن تک چلتی رہی جس سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے۔ افضل کے بعد مامون ابو عبد اللہ محمد بن ابی شجاع فاتک البطائحی وزیر بنایا گیا جب یہ بھی سلطنت پر حاوی ہو گیا تو بادشاہ نے اس کے اقتدار سے ناراض ہو کر اسے سنہ ۵۱۹ھ میں گرفتار اور سنہ ۵۲۱ھ میں قتل کرا دیا اوسکا بھائی موتمن بھی جو بڑا جابر اور متکبر تھا اور چار اور بھائی بھی قتل کر دیئے گئے۔ مامون نے شہر مصر کے باہر جامع الفیل کی تکمیل کی جو افضل نے سنہ ۴۹۸ھ میں بنانی شروع کی تھی اور سنہ ۵۱۵ھ میں جامع الاقمر تعمیر کرائی۔

نزار یہ فرقہ کے لوگ مستعلویوں اور اون کے اماموں سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ مدت سے آمر کے تاک میں تھے ایکدن سنہ ۵۲۴ھ میں سیر گاہ سے واپس آتے ہوئے دس نزاری فدائیوں نے حملہ کر کے ہلاک کر ڈالا۔ ایام سلطنت ۲۹ ½ سال۔ عمر ۳۴ سال۔

آمر نے وفات کے وقت کہا تھا کہ میری فلاں بیگم حاملہ ہے وہ بیٹا جنیگی وہ لڑکا میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ کم سنی میں اوس کی کفالت میرا عمزاد بھائی عبد المجید میمون بن ابو القاسم محمد بن المستنصر کرتا رہے پس آمر کے مرتے ہی عبد المجید کو حافظ لدین اللہ کے لقب سے ریجنٹ و نائب سلطنت بنا دیا گیا۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آمر لا ولد فوت ہوئے حاملہ بیگم سے بعد میں پیدا ہوئی تو لڑکی۔ اس سبب سے حافظ کی بیعت جو پہلے سرپرستی کیلئے ہوئی تھی اس وقت امامت کی بیعت سے مبدل ہو گئی مگر مستعلویوں (بوہروں) کا اعتقاد ہے کہ آمر نے ۲ سال چند ماہ کے ایک صاحبزادہ ابو القاسم طیب نامی کو چھوڑ کر انتقال کیا اور عبد المجید کو حافظ لدین اللہ کے لقب سے ریجنٹ مقرر کیا تھا کہ خلافت ظاہری کا انتظام کرے اور جب طیب لائق ہو جائے تو خلافت اوسکو سپرد کرے مگر ۲ سال کے بعد حافظ کی نیت بگڑ گئی اور خود امیر المومنین بن گیا طیب نے ستر اختیار کیا۔

شام کے تفصیلی حالات

سنہ ۴۹۶ھ میں امیر الجیوش افضل نے بدر کے غلام سعد الدولہ کے ساتھ جو طواشی کے نام سے مشہور تھا فرنگیوں سے لڑنے کے لیے لشکر روانہ کیا رملہ اور یافا کے درمیان مقابلہ ہوا فرنگیوں کا سردار بالدوین تھا

جسکو اہل عرب بغدوین اور بردویل لکھتے ہیں مسلمان شکست کھا کر بھاگے سعد الدولہ بھاگتے ہوئے گھوڑے سے گر کر مر گیا مسلمانوں کا تمام سامان فرنگیوں نے چھین لیا اس کے بعد افضل نے اپنے بیٹے شرف المعالی کو بہت سے جمعیت کے ساتھ روانہ کیا اوسنے رملہ کے قریب یازورہ (یازور) پر فرنگیوں کو شکست دی۔ فرنگی بھاگے بہت سے مارے گئے بچے کچھے خستہ حال معاودت کر گئے بغدوین کو اپنی گرفتاری اور جان کا اندیشہ ہوا وہ گھاس پھوس میں چھپ گیا جب مسلمان دور چلے گئے تو نکلکر رملہ کی طرف بھاگا۔ اب شرف المعالی بھی رملہ کیطرف آیا اور بغدوین اور اوس کے ہمراہی سات سو فرنگی سرداروں کا ۱۵ دن محاصرہ رکھا۔ بغدوین تو چپکے سے یافا کو بھاگ گیا اور شرف المعالی نے شہر کو فتح کر کے ۴ سو فرنگی سرداروں کو تو حالت صبر میں قتل کر ڈالا اور تین سو کو گرفتار کر کے مصر بھیجدیا۔

اس کے بعد شرف المعالی کے آدمیوں میں اختلاف ہوا عرب کہتے تھے کہ ہمنے فتح کیا ہے اور مصری کہتے تھے کہ ہمنے فتح کیا ہے بعض کہتے تھے کہ اب بیت المقدس پر چڑھائی کرنی چاہئے اور بعض کہتے تھے یافا پر چڑھائی کرنی چاہئے ان میں یہ جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ بہت سے فرنگی سمندر کی راہ بیت المقدس کی زیارت کو آئے اور بغدوین نے ان کو اپنے ساتھ جہاد کرنے پر آمادہ کر لیا۔ یہ سب عسقلان پر چڑھ آئے جہاں شرف المعالی مقیم تھا۔ چونکہ شرف المعالی کی فوج میں اختلاف پھیل رہا تھا اون میں سوقت فرنگیوں سے لڑنے کی قوت نہ تھی مگر خدا کی قدرت سمندر کیطرف سے فرنگیوں نے جو عسقلان کو آکر دیکھا تو اونکو ایسا مضبوط اور مستحکم معلوم ہوا کہ اون کی ہمت اور قدرت اوپر حملہ کرنے کی نہ پڑی۔ شبخون کا اندیشہ کرتے یافا کو چلے گئے اس موقع کو غنیمت سمجھکر شرف المعالی اپنے باپ کے پاس مصر چلا آیا۔ اب افضل نے اپنے ایک غلام تاج العجم نامی کو ۴ ہزار فوج کے ساتھ خشکی کی راہ سے اور قاضی ابن قادوسی کو ایک بیڑا جہازوں کے ساتھ تری کی راہ سے یافا پر روانہ کیا۔ تاج العجم نے عسقلان پر پڑاو کیا۔ قاضی ابن قادوس نے اوسے یافا کیطرف بلایا کہ دونوں ملکر فرنگیوں سے لڑیں مگر تاج العجم نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں بغیر اجازت افضل کے نہیں آسکتا۔ ابن قادوسی نے افضل کو شکایت لکھی۔ امیر افضل نے امیر جمال الملک کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ تم شام

کی تمام فوج کے سردار بھاگ کر تاج العجم کو گرفتار کر لو اور عسقلان میں قیام کرو اسوقت سنہ ۴۹۶ھ ختم ہوگیا اس سنہ میں بیت المقدس اور سوائے عسقلان کے تمام فلسطین اور یافہ ارسوف۔ قیساریہ۔ حیفا۔ طبریہ۔ لاذقیہ۔ اور انطاکیہ شام میں اور رہا اور سروج جزیرہ میں فرنگیوں کے پاس رہی صنجیل فرنگی طرابلس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا جہاں فخر الملک بن عمار حکومت کرتا رہا تھا اور فرنگیوں نے جابجا کشت وخون کا بازار گرم رکھا۔

سنہ ۴۹۷ھ میں فرنگی طرابلس سے ناکام پھرے اور جبیل فتح کر لیا باشندے خوب لڑے پھر مجبوراً پناہ مانگی فرنگیوں نے پناہ دینے کا وعدہ کر لیا مگر پورا نہ کیا شہر کو لوٹ لیا اور باشندوں کو ستایا اور قتل کیا اس کے بعد عکہ کی طرف آئے جہاں مصریوں کی طرف سے زہرۃ الدولہ گورنر تھا خشکی تری دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ زہرۃ الدولہ شہر کی حفاظت نہ کر سکا بھاگ کر پہلے کچھ دنوں دمشق میں رہا پھر مصر کو چلا گیا افضل سے عذر کیا اوسنے اوسکا عذر قبول کیا فرنگیوں نے شہر کو تلوار سے فتح کرکے باشندوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔

ذیحجہ سنہ ۴۹۷ھ میں افضل نے اپنے دوسرے بیٹے سناء الملک حسین کو ۵ ہزار فوج اور امیروں کی ایک جماعت کیساتھ جن میں جمال الملک بھی تھا جو بادشاہ مصر کیطرف سے عسقلان کا گورنر تھا اور طغتگین اتابک دمشق کو لکھا کہ تم بھی ایک لشکر روانہ کرو پس طغتگین نے سپہ سالار صبادو کو ۱۳ سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا بغدوین ۱۳ سو سوار اور ۸ ہزار پیادے لیکر سے اون کے طرف آیا عسقلان اور یافا کے درمیان لڑائی ہوئی طرفین کے ۱۲ سو آدمی مارے گئے دونوں میں سے کسی کی فتح نہ ہوئی آخر جمال الملک مارا گیا تو مسلمانوں نے جنگ کو قطع کر دیا اور مصری فوج نے عسقلان کی طرف اور طغتگین کی فوج نے دمشق کیطرف مراجعت کی اسوقت بکتاش بن تتش نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیکر فرنگیوں کا ساتھ دیا تھا کیونکہ وہ طغتگین کی اس بات پر بگڑا ہوا تھا کہ اوس نے اوس کے بھائی دقاق کے بیٹے کو جو ابھی بچہ ہی تھا سلطنت دلوانے میں بڑی کوشش کی تھی فرنگیوں کو طغتگین سے لڑنے کے لیے اپنی مدد پر لایا تھا۔

ابو علی فخر الملک ابن عمار نے کئی سال تک طرابلس کو فرنگیوں کے مقابلہ میں بچا رکھا تھا مگر

طرابلس فرنگیوں نے فتح کر لیا

آخر اہل طرابلس کی یہ نوبت پہونچگئی کہ غریب لوگ جلاوطن اور امیر لوگ غریب ہو گئے فاقہ مرنے لگے اور فخر الملک رمضان سنہ ۵۰۱ھ میں سلطان محمد سلجوقی سے مدد لینے بغداد آیا اور پھر کچھ عرصہ دمشق میں رہکر اور وہاں سے کچھ فوج لیکر جبلہ آیا۔ یہاں کے باشندوں نے اوسکی اطاعت قبول کر لی اسی اثنا میں طرابلس کے باشندوں نے ملک الافضل کو لکھا کہ ہمپر کوئی والی مقرر کر کے بھیجدیجئے جو اپنے ساتھ سمندر کی راہ سے جہازوں میں کچھ غلہ بھی لیتا آئے افضل نے شرف الدولہ ابن ابی طیب کو مع غلہ اور دیگر سامان کے طرابلس کا گورنر بناکر بحری راستہ سے روانہ کر دیا شرف الدولہ نے طرابلس پہنچکر ابن عمار کے طرفداروں کو گرفتار کر لیا اور اوس کے ذخیرے اور آلات جو کچھ تھے سب پر قبضہ کر لیا اور سمندر کی راہ مصر کو روانہ کر دیے اس طرح طرابلس پھر خلفائے مصر کے قبضہ میں آگیا اور مصر سے طرابلس کو مدد پہنچتی رہی مگر یکم شعبان سنہ ۵۰۳ھ کو فرنگیوں نے جہازوں کا ایک بڑا بیڑا سپاہیوں ہتھیاروں اور غلہ سے بھرا ہوا ریمنڈ بن صنجیل کے ماتحت طرابلس پر آاترا اور صنجیل کا بھائی سردانی پہلے ہی سے یہاں اترا ہوا تھا طنکری صاحب انطاکیہ اور بغدوین صاحب بیت المقدس بھی آگئے ان سب نے ملکر طرابلس کا محاصرہ کر لیا مصر سے کمک کو جہاز روانہ کئے گئے مگر اون کو باد مخالف نے پہنچنے نہ دیا آخر باشندوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور فرنگی قتل و غارت کرتے ہوئے ۱۱ ذیحجہ کو شہر میں داخل ہوگئے اور تمام شہر لوٹ لیا مردوں عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا بیشمار مال اور مدارس وقف کی کتابیں فرنگیوں کے ہاتھ آئیں شہر کے گورنر اور اوس کی بعض لشکریوں نے فتح سے پہلے امان مانگ لی تھی وہ تو بچے اور دمشق کو چلے آئے باقی باشندوں پر طرح طرح کے ظلم توڑے گئے اور اون کے مکانوں کے تمام ذخیرے اور دفینے ہتیا لئے گئے مصری جہاز آدمی سامان اور اتنے غلہ سے لدے ہوئے جو سال بھر کو کافی ہوتا طرابلس فتح ہو جانے کے آٹھ دن بعد مقام صور پر پہنچے شہر فتح ہو جانیکی خبر سنکر وہ تمام چیزیں صور صیدا اور بیروت میں تقسیم کر دی گئیں۔

بیروت اور صیدا بھی فتح ہوئے

سنہ ۵۰۴ھ میں فرنگیوں نے بیروت اور صیدا کو بھی فتح کر لیا اور مصری بیڑا جو صور میں مقیم تھا مدد نہ کر سکا کیونکہ سات جہاز فرنگیوں کے اور آگئے تھے اور راستہ بالکل بند تھا۔

شمس الخلافہ کی بغاوت

جمال الملک کے مارے جانے کے بعد افضل نے شمس الخلافہ کو عسقلان کا گورنر بنایا تھا اسنے بغدوین کو تحایف بھیجکر اوس کی حمایت میں آکر خلیفہ مصر کی اطاعت سے آزاد ہوجانا چاہا افضل کو یہ حال معلوم ہوا تو مصر سے ایک سردار کو بہت سی فوج دیکر ظاہر تو یہ کیا کہ فرنگیوں سے جہاد کرنے کو روانہ کیا ہے اور باطن میں اوسے سمجھا دیا کہ جب شمس الخلافہ تمسے ملنے آوے تو اوسے گرفتار کرلینا شمس الخلافہ کو بھی یہ بھید معلوم ہوگیا وہ اس سے ملنے ہی نہ آیا بلکہ علانیہ بغاوت کا جھنڈا اکھڑا دیا اور مصری فوج کو اپنے پاس سے اس اندیشہ سے برخاست کردیا کہ مبادا اوس سے بگڑ کر اوسے گرفتار نہ کرلے اب افضل کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں شمس الخلافہ عسقلان فرنگیوں کے حوالہ نہ کردے لہذا اوسکو اطمینان اور تسلی دی اوس کی جگہ اوسی بحال رکھا بلکہ اوس کی مصر کی جاگیریں بھی واگزاشت کرادیں۔ اس کے بعد شمس الخلافہ کو اہل عسقلان کی طرف سے اندیشہ ہوا اور ارمنیوں کی ایک جماعت کو بلاکر فوج میں بھرتی کرلیا۔ یہ امر اہل شہر کو ناگوار گذرا کچھ لوگوں نے حملہ کرکے اوسے قتل کرڈالا۔ اور خلیفہ آمر اور افضل کو اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے خبر دینے والوں کو انعام دیا اور ایک سردار کو عسقلان کا گورنر بناکر روانہ کردیا اور اوسے حکم دیا کہ شہر والوں سے نیکی اور احسان سے پیش آئے۔

صور کا محاصرہ

۲۵ رجمادی الاول سنہ ۵۰۵ھ کو بغدوین نے صور کا محاصرہ کرلیا جہاں فاطمی خلیفہ کی طرف سے عز الملک الاعز گورنر تھا فرنگیوں نے کاٹھ کے تین برج ستر ستر ہاتھ اونچے بناکر ہزار ہزار آدمی اون میں بٹھا دیئے اور اون پر منجنیق لگادیے ان میں سے ایک برج شہر پناہ کے نہایت ہی متصل بنایا تھا اور اوسے آدمیوں سے خالی رکھا تھا مسلمانوں نے نکلکر تینوں برجوں میں آگ لگادی اور گڑھے کھودکر خس پوش کردیے کہ اگر فرنگی اونکی طرف آئیں تو اون میں گر پڑیں اور اگر برج بنائیں تو دھس جائیں مگر بعض مسلمانوں نے فرنگیوں سے پناہ لی اور اونکو مسلمانوں کے اس بندوبست سے آگاہ کردیا جس سے وہ ڈر گئے جب محاصرہ کو مدت ہوگئی تو اہل شہر نے دمشق کے حاکم طغتگین کو لکھا کہ آپ ہماری مدد کریں ہم شہر آپ کے حوالہ کردیں گے پس ادھر تو طغتگین فوج لیکر آیا اور فرنگیوں کی رسد بند کردی ادھر صور کے لوگ جان سے ہاتھ دھوکر پل پڑے غلہ فرنگیوں کے لشکر میں نایاب ہوگیا۔ لہذا

اوج دو جہاں

جلد اول

تصنیف لطیف فاضل اجل کامل اکمل جناب مولانا
السید محمد حمید صاحب خلف الصدق جناب فخر العلماء دام ظلہ

سید اظہار حسین پرنٹر و پبلشر

مطبع اصلاح کھجوا میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد مومنین کے اصرار نے ہمکو مجبور کیا کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ جلد اول کا ترجمہ کریں کیونکہ جس قدر زمانہ غیبت کو طول ہوتا جاتا ہے اوسی قدر مخالفوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اللھم انا نشکو الیک فقد نبینا و قلۃ عددنا و کثرۃ عدونا و شدۃ الفتن بنا و تظاہر الزمان علینا۔

تحفہ اثنا عشریہ اصل میں خواجہ نصر اللہ کابلی کے صواقع کا ترجمہ ہے جو اتفاقاً شاہ عبد العزیز صاحب کے ہاتھ لگ گیا کیونکہ اوس زمانہ میں نہ چھاپہ خانہ تھا نہ یہ ذرایع نشر کتب و اخبار۔ اسی لیئے شاہ صاحب نے اس کتاب تحفہ کے بدولت بہت کچھ شہرت و عزت حاصل کی مگر جب یہ راز فاش ہوا کہ اس کتاب کے مصنف وہ نہیں بلکہ وہ مترجم ہیں تو وہ عزت نہ رہی چنانچہ اوسی زمانہ میں اسکا جواب سوال ہوا جو فتاوائے عزیزی جلد اول میں درج ہے

ملاحظہ ہو ط ۱۳۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی تا ط ۱۳۱

سوال از مرزا حسن علی صاحب کتاب صواقع موبقه در رد مذهب روافض خذلهم الله
تعالی که تالیف نصر الله کابلی ست بملاحظه شریفه در آمده یا نه و بعد از انکه ملحوظ نظر
فیض اثر شده باشد فرقی در تصنیف آن و تصنیف جناب افادت مآب که تحفهٔ اثنا عشریه
است چیست و معاندان این دیار خصوصاً روافض خذلهم الله بطریق ژاژ خائی و بیهوده
گوئی خیلے شور و شغب میکنند که کتاب مستطاب تحفهٔ اثنا عشریه ترجمه صواقع موبقه است
هر چند سوال این معنے ما مخلصان و فدویان را لاطائل و بیهوده می نماید و از جمله بدیهی
البطلان است و هر کس که از مایهٔ علم آگهی داشته باشد این خبر را از محض عنه مخالف خواهد دانست
لیکن بعضے کسان این ناکس را بسیار تنگ کردند لهذا این امر نامرضی را موجب سمع خراشی
جناب عالی انگاشته **جواب از شاه صاحب ممدوح** در وقت تصنیف تحفهٔ
اثنا عشریه از کتابهائے اهلسنت که در رد مذهب شیعه و کتب شیعه که در رد مذهب اهلسنت تالیف
سه قسم بهم رسیده قسم اول در مجادله این مسئله خاص یعنی اثبات خلافت خلفائے ثلثه و در آن
مثل نواقض الروافض و مرافض الروافض و صواعق محرقه و شرح تجرید از طرف اهلسنت
و مصائب النواصب و رد شبهات الاعور و اظهار الحق و سفینة النجاة از طرف شیعه
قسم دوم آن کتابهاست که در مسئله امامت و شروط آن و موانع آن تفصیل تصنیف
شده مثل بحث امامت در شرح مقاصد و شرح مواقف و طوالع الانوار از طرف
اهلسنت و تصانیف علامه حلی و صدائق موبقه در رد صواعق محرقه و مقداد از طرف شیعه
قسم سوم آنست که تمام مذهب شیعه را هم در الٰهیات و هم در معاد و هم در امامت
و هم در روایت احادیث و هم در اصول رد کرده اند مثل ابطال الباطل و صواقع موبقه
تالیف نصر الله کابلی از طرف اهلسنت و منهج الحق علامه حلی و احقاق الحق قاضی نور الله
شوستری از طرف امامیه این هر سه قسم کتب در وقت تالیف تحفهٔ اثنا عشریه موجود و مستحضر
بودند در آنوقت ترتیب صواقع بسیار پسند خاطر افتاده بهمان ترتیب درین کتاب کلام
واقع شد و احقاق الحق نیز همیں ترتیب دارد و ابطال الباطل نیز همیں ترتیب دارد لیکن
صواقع بسیار مختصر و خوشنما بنظر آمد همانرا اختیار کرده شد مگر بحث تولا و تبرا در آن نبود

و شرح حدیث الثقلین نیز در آن بود و مسئلۂ انکار نبوت و اتحاد کہ لازم مذہب شیعیت
بشرح و بسط در آن بود این ابواب افزوده شد و باب مطاعن و جواب آن اصلا
در آن کتاب مذکور نیست و نیز در صواعق اکتفا بر دلائل کلامیہ نموده و روایات را از
کتب امامیہ کمتر آورده در تحفۂ اثنا عشریہ آن دلائل کلامیہ را حذف نموده در تکثیر
روایات از کتب امامیہ کوشیده شد پس این کتاب را ترجمۂ آن کتاب گفتن محض نظر بر
ترتیب آن نمی تواند شد مانند آنکہ مواقف را از طوالع و مسلم را از مختصر الاصول ابن
حاجب ماخوذ دانند حالا فرق واضح شد در ہر دو کتاب نظر تامل بکار برده شود تا
این خیال بالکلیہ زائل گردد و معہذا جائے طعن معاندان و حاسدان و ۲ متوجہ
فقیر میتواند شد کہ این فقیر دعویٰ تصنیف این کتاب موجب افتخار خود دانستہ تقریرا
و تحریرا بقلم زبان یا بزبان قلم کرده باشد معلوم ست کہ این کتاب را بتصنیف حافظ
غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض نوشتہ ام اگر منظور دعوے
نسبت این کتاب بخود می بود چرا اینقدر اخفا بنامہائے غیر معروف بعمل می آوردم
بلکہ حالا ہم ہرگز بہ نسبت این کتاب بطرف خود خوش نمی شوم آرے اگر تفسیر فتح العزیز
و امثال این تصانیف را اگر بہ فقیر نسبت کنند موجب شادمانی خاطر میگردد غرضکہ
منظور رد این مذہب بود کہ مردم بدیدن این کتاب در آن اعتقاد سست شوند یا
ترک نمایند الحمد للہ کہ این معنی حاصل شد و نیز اگر تامل کنند روافض را ہرگز
جائے نیست زیرا کہ این کتاب اگر ترجمۂ صواعق ست آخر اثبات مذہب اہلسنت میکند
و رد مذہب روافض مینماید اینہا را چہ کار باز آنکہ تفتیش کنند کہ گوینده کیست جواب باید
نوشت و این طعن جواب نمی تواند شد آرے بعض اہلسنت کہ آنہا را بشہرت این کتاب
نسبت باین فقیر در میان نماند جواب ہمچنان گذشت کہ فقیر دعوی این کتاب
نمیکند و فخر خود نمی خواہد منظور فقیر غرض ازین مقدمات سلوک این طریق جدید بر
اذہان اولی الالباب و طالبان راه صواب بود و الحمد للہ کہ حاصل شد (ترجمہ)
سوال مرزا حسن علی صاحب کیطرف سے کتاب صواقع موبقہ رد مذہب

و عرق حسد بجوش آمده میخواہند کہ نسبت باین فقیر

روافض خذلہم اللہ تعالی ہیں کہ تالیف نصر اللہ کابلی کی آپکی ملاحظہ شریفہ میں آئی یا نہیں
اور بعد اسکے کہ ملحوظ نظر فیض اثر ہوئی ہو تو وہ فرق کہ جو اوسکی تصنیف اور تصنیف
جناب افادت مآب میں کہ تحفہ اثنا عشریہ ہے کیا ہو سکتا ہے معاند لوگ اس دیار کو
خصوصاً روافض خذلہم اللہ بطریق ژاژ خائی اور بیہودہ گوئی کے بہت شور و شغب
کرتے ہیں کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ صواقع موبقہ ہے ہر چند سوال اس
معنی سے ہم مخلصوں اور فدویوں کو لاطائل معلوم ہوتا ہے اور از جملہ بدیہی البطلان ہے
اور جو کوئی کہ مایۂ علم سے آگاہی رکھتا ہوگا اس خبر کو محکی عنہ سے مخالف جانیگا لیکن
بعض اشخاص نے اس ناکس (یعنی سائل) کو بہت تنگ کیا لہذا اس امر نامرضی کو
موجب سمع خراشی جناب عالی کا خیال کیا **جواب شاہ صاحب ممدوح کیطرف سے۔**
بر وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کتب اہلسنت سے جو رد مذہب اہلسنت میں تالیف
ہوئی تھیں تین قسم کی کتابیں جمع تھیں قسم اول خاص مجادلہ کی اس مسئلہ میں یعنی
اثبات خلافت خلفائے ثلثہ اور رد اوسکی مثل نواقض الروافض و مرافض الروافض
وصواعق محرقہ و شرح تجرید اہلسنت کیطرف سے اور مصائب النواصب اور رد
شبہات الاعور اور اظہار الحق اور سفینۃ النجاۃ شیعہ کی طرف سے قسم دوسری
اون کتابوں کی ہے کہ جو مسئلہ امامت اور اوسکے شروط اور اوسکے موانع میں تفصیل
تصنیف ہوئی ہیں مثل بحث امامت شرح مقاصد و شرح مواقف و طوالع الانوار
واربعین اہلسنت کی طرف سے اور تصانیف علامہ حلی اور حدائق موبقہ رد میں صواعق
محرقہ کے اور مقداد شیعہ کی طرف سے تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں کہ جن میں
تمام مذہب شیعہ کے الہیات اور معاد اور امامت اور روایت احادیث اور
اصول سب کو رد کیا ہے مثل ابطال الباطل و صواقع موبقہ تالیف نصر اللہ کابلی اہلسنت
کی طرف سے اور منہج الحق علامہ حلی اور احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری امامیہ
کیطرف سے یہ تین قسم کے کتب تالیف تحفہ کے وقت موجود مستحضر تھے اوس وقت
ترتیب صواقع بہت پسند خاطر ہوئی اور اوسی ترتیب سے کلام اس کتاب میں واقع ہوا

اور احقاق الحق اور ابطال الباطل کی بھی یہی ترتیب ہے لیکن صواقع بہت مختصر اور نوشتما نظر میں معلوم ہوئی وہی ترتیب اختیار کی گئی مگر بحث تولا اور تبرا کتاب صواقع میں نہ تھی اور شرح حدیث ثقلین بھی اوس میں نہ تھی اور مسئلہ انکار نبوت وایجاد کہ لازم مذہب شیعہ ہے بشرح وبسط کتاب مذکور میں نہ تھا یہ ابواب زیادہ ہوئے اور باب مطاعن اور جواب اوسکا اصلا اوس کتاب میں مذکور نہ تھا اور نیز صواقع میں اکتفا دلائل کلامیہ پر کی گئی تھی اور روایات کتب امامیہ سے کم لائے گئے تھے تحفہ اثناعشریہ میں اون دلائل کلامیہ کو حذف کر کے روایات امامیہ کو زیادہ کرنے کی کوشش کی گئی پس اس کتاب کو ترجمہ صواقع کہنا محض ترتیب ظاہری پر نہیں ہو سکتا مانند اس بات کے کہ مواقف کو طوالع سے اور مسلم کو مختصر الاصول ابن حاجب سے ماخوذ جانیں اب فرق دونوں کتابوں میں ظاہر ہوا دونوں کتابوں میں نظر تامل سے کام لیا جائے تاکہ یہ خیال بالکلیہ زائل ہو جائے اور معہذا جاطعن معاندان و حاسدان اوس وقت متوجہ فقیر ہو سکتی ہے کہ جب فقیر نے دعوے تصنیف اس کتاب کا موجب افتخار اپنا جانکر تقریرا اور تحریرا قلم زبان سے یا زبان قلم سے کیا ہو یہ بات معلوم ہے کہ میں نے اس کتاب کو تصنیف حافظ غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابوالفیض کی لکھا ہے اگر اپنی طرف اس کتاب کی نسبت کا دعوی منظور ہوتا توکیوں اس قدر غیر معروف معنے اخفا عمل میں لاتا بلکہ اب بھی ہرگز اس کتاب کی نسبت سے اپنی طرف خوش نہیں ہوتا ہوں ۲ گر تفسیر فتح العزیز اور امثال ایسی تصانیف کی نسبت فقیر سے کرتے ہیں تو موجب شادمانی خاطر ہوتا ہے غرضکہ منظور رد اس مذہب کی تھی کہ آدمی دیکھنے سے اس کتاب کے سست اعتقاد ہو جائیں یا ترک مذہب کریں الحمد للہ کہ یہ مقصود حاصل ہوا اور نیز اگر تامل کریں تو روافض کو کوئی جگہ کہنے کی نہیں ہے اسلئے کہ یہ کتاب اگر ترجمہ صواقع ہے تو آخر اثبات مذہب اہلسنت کا کرتی ہے اور رد مذہب روافض کرتی ہے ان لوگوں کو کیا کام ہے کہ تفتیش کریں کہ کہنے والا کون ہے جواب لکھنا چاہیئے اور یہ طعن جواب نہیں ہو سکتا ہے

ہاں بعض اہلسنت کہ اونکو بھی شہرت سے اس کتاب کی اور اوسکی نسبت اس حقیر کی جانب ہونیسے رگ حسد جوش میں آئی ہے چاہتے ہیں کہ نسبت اس فقیر کی درمیان میں نہ رہے جواب اون کی بات کا گذرا کہ فقیر دعوے اس کتاب کا نہیں کرتا ہے اور فخر اپنا نہیں چاہتا غرض فقیر کی ان مقدمات سے چلنا اس راہ جدید کا تھا اوپر اذہان صاحبان عقول اور طالبان راہ صواب کے الحمدللہ کہ حاصل ہوا انتہیٰ

اس عبارت سے کل حقیقت ظاہر ہوئی کہ شاہ صاحب نے صواقع کا ترجمہ کرکے اپنی ناموری حاصل کی اور غلام حلیم کے طرف منسوب کرکے جواز تقیہ بلا ضرورت کو مذہب اہلسنت میں ثابت کیا۔

اگر کتاب صواقع موبقہ کوئی مشہور کتاب ہوتی تو کہہ سکتے تھے کہ اوسکی ترتیب پسند آئی مگر افسوس وہ کتاب تو پہلے کسی کے خیال میں بھی نہ تھی چنانچہ تصنیف نزہہ صارم بتار۔ سیف ناصری۔ صوارم الٰہیات حسام الاسلام وغیرہ تک لکھی اس کتاب کا نام بھی کسیکو نہ معلوم تھا سب یہی سمجھے تھے کہ یہ خاص شاہ صاحب کا اعجوبہ ہو اواخر زمانہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ میں اس کتاب کا قلمی نسخہ دستیاب ہوا جس سے اسکی حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ مال مسروقہ ہے نہ تحفہ مرغوبہ چنانچہ اوس وقت سے جو کتابیں جواب تحفہ میں شایع ہونے لگیں تو حاشیہ پر اصل عبارت صواقع بھی شایع ہونے لگی۔

اسی کے نسبت مرزا حسن علی صاحب جو تلامذہ شاہ ولی اللہ سے ہیں یہ سوال کرتے ہیں کہ شیعہ اسپر بہت کچھ شور وشغب کررہے ہیں بہرحال ابھی یہ کتاب صواقع کمیاب بلکہ نایاب ہے کیونکہ جب اوسکا مخصوص ترجمہ ایک دوسرے نام سے شایع ہوچکا تو اب اوسکو کون پوچھتا ہے

شاہ صاحب بروقت تحریر تحفہ تین قسم کے کتابوں کا وجود دیکھتے ہیں مگر خلوگوئی نے تحفہ کے جوابونکو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ شاہ صاحب کو شاید کبھی اصل کتاب کے دیکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا بلکہ جو کچھ صواقع میں پایا اوسکا ترجمہ کردیا چنانچہ

چنانچہ اس رسالہ میں بہت سی نظیریں اسکی نظر سے گذرینگی۔

بہرحال تقریر اونکی صاف کہ رہی ہے کہ تحفہ اصل میں سرقہ ہے مگر اوسکے ساتھ بات بھی بنائے جاتے ہیں کہ اس میں فلاں باب نہ تھا ہمنے زیادہ کیا اگر شاہ صاحب کو سرقہ منظور نہ تھا تو ابتداے کتاب میں لکھدیتے کہ فلاں کتاب پسند آئی اوسی ترتیب پر ہم بھی اسکو لکھتے ہیں تو پھر کوئی سرقہ کا الزام نہ تیا۔

شاہ صاحب اگر یہ تحریر کسی شیعہ کے جواب میں لکھتے تو کہ سکتے تھے کہ ایک شیعہ کے جواب میں لکھا ہے جس میں اونکو ہر طرحکا اختیار حاصل ہے مگر افسوس اپنے پیر بھائی کا جواب لکھتے ہیں اور اس قدر دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں کہ پناہ بخدا اولا فرماتے ہیں "لیکن صواقع بہت مختصر اور خوشنما نظر میں معلوم ہوئی وہی ترتیب اختیار کی گئی" حالانکہ جن لوگوں نے صواقع اور تحفہ کو دیکھا ہے اونکو بخوبی معلوم ہے کہ تعداد صفحات میں وہ تحفہ سے کم نہیں صواقع جو بخط نسخ باریک قلم سے لکھی ہوئی ہے ۲۱ سطر کے مسطر سے وہ صفحہ ۷۶۶ پر ختم ہے ملاحظہ ہو نسخہ مکتوبہ ۱۲۶۶ھ اور تحفہ اثنا عشریہ جو ۲۳ شوال ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوئی اوسکا مسطر بھی ۲۱ ہے اور صفحہ ۷۷۰ پر تمام ہوئی کیا جس کتاب میں دس صفحہ زیادہ ہو وہ اوس کتاب کی نسبت جس میں دس صفحہ کم ہے "بسیار مختصر" کہ سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ شاہ صاحب جانتے تھے کہ یہ کتاب نایاب ہے جو غالبا مصنف کے ہاتھ کا قلمی نسخہ تھا اسلیے اوسکو ترجمہ کرکے شایع کردیا مگر یہ کیا معلوم تھا کہ شیعیان حیدر کرار اون کے اس سرقہ کو گرفتار کرلینگے جب فضیحتی کی نوبت آئی تو یوں بات بنایا کیونکہ وہ جانتے ہونگے کہ مرزا محسن علی کو کہاں ملیگی جو مقابلہ کردیں گے لہذا کہدیا "بسیار مختصر" تھا کہ [illegible] کو ترجمہ کیا مگر [illegible] بسط سے لکھا جاتا مگر

[illegible] دس صفحہ کا فرق ہے سطر

ثانیا باب تولا و تبرا۔ اور شرح حدیث ثقلین کی نسبت ارشاد ہے کہ صواقع میں

لہ اس بحث میں خاص رسالہ [illegible] جناب حکیم سید حسین صاحب [illegible] قابل دید ہے ۱۲

تھی حالانکہ صفحہ ۲۵ پر حدیث ثقلین موجود ہے تولا و تبرا بھی مختلف مقامات میں موجود ہے۔

مطاعن اور جواب کے نسبت دعویٰ ہے اصلا درآں کتاب مذکور نیست حالانکہ ورق ۲۵۳ لغایت ۲۹۵ تک یہ بحث موجود ہے پھر نہ معلوم کیونکر شاہ صاحب نے یہ دعوے کیا" و باب مطاعن وجواب آں اصلا درآں کتاب مذکور نیست" حالانکہ جو کچھ شاہ صاحب نے لکھا ہے اوسی سے لکھا ہے پھر بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ مرزا حسن علی صاحب کے ارادت باقی رکھنے کو یہ دعوے کر دیا کیونکہ جانتے تھے کہ اونھوں نے اصل کتاب کو نہیں دیکھی ورنہ یہ سوال ہی نہ کرتے عیاں راچہ بیاں۔

ثالثاً شاہ صاحب صواقع کے بے وقعتی اور تحفہ کے وقعت بڑھانیکو فرماتے ہیں " ونیز در صواقع اکتفا بر دلائل کلامیہ نمودہ و روایات را از کتب امامیہ کمتر آوردہ در تحفہ اثنا عشریہ آں دلائل کلامیہ را حذف نمودہ در تکثیر روایات از کتب امامیہ کوشیدہ شد" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب نے شاید دس بیس کتاب بھی شیعوں کی نہ دیکھی ہونگی جو کچھ رطب و یابس صواقع میں پایا اوسی طرح لکھدیا جس سے اونکا یہ دعویٰ غلط ہوا کہ تکثیر روایات شیعہ میں اونھوں نے کوشش کیا۔

صواقع کابلی کے نسبت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول میں لکھتے ہیں صہ ۳ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی سنہ ۱۲۶۹ھ۔

دریں باب (یعنی رد شیعہ) عالم اجل و عارف اکمل فرید الدہر وحید العصر ابو النصر نصیر الدین محمد المشتہر بخواجہ نصر اللہ الحسینی المکی المدنی اصلاً والکابلی وطناً کتابے نوشتہ است در غایت حسن و جمال و براعت و کمال، و آں بزرگ کتب روافض را از تفسیر و حدیث و عقائد و فقہ و تاریخ بسیار ملاحظہ فرمودہ و عمر عزیز خود درآں صرف نمودہ اکثر ادلہ در کتاب خود جہت ابطال مذہب خصم و اثبات مذہب خود از کتب معتبرہ عند الروافض آوردہ است ایں فقیر ہم بحکم ع و للارض من کاس الکرام نصیب روایات کتب روافض را ازاں کتاب اخذ نمودہ والمسئول منہ العصمۃ والسداد قاضی صاحب یہ شاہد فرماتے ہیں کہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے کتاب صواقع میں بڑے بڑے کتب شیعہ سے

استدلال کیا ہے اور نیز ابطال مذہب شیعہ کیا ہے اور اونھوں نے عمر عزیز اپنی مطالعہ کتب تفسیر و حدیث و فقہ شیعہ وغیرہ میں صرف کی ہے نیز فرماتے ہیں کہ روایات کتب شیعہ صواعق میں اس قدر کثرت سے تھے کہ میں بھی مصداق ع وللارض من کاس الکرام نصیب کے کاسہ لیسی کرتا ہوں اور اونھیں روایات شیعہ کو اپنی اس کتاب میں نقل کرتا ہوں۔"

دیکھئے جو شخص انصاف پسند ہوتا ہے وہ اسطرح لکھتا ہے نہ مثل شاہ صاحب کہ کرتے ہیں صواقع کا ترجمہ اور نام تک اوسکا نہیں لکھتے اگر شاہ صاحب بھی اس طرح لکھدیتے تو سرقہ کا الزام کیوں دیا جاتا پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے روایات شیعہ کے لکھنے میں اضافہ کیا حالانکہ اون کے معلومات کا یہ حال ہے کہ کتب شیعہ کا نام بھی اونکو درست معلوم نہ تھا حدائق موبقہ بالنون کو حدائق موبقہ لکھدیا حالانکہ معنی لگاؤ بھی نہیں کیونکہ موبقہ کے معنی مہلکہ ہے جو مناسب صواعق ہے اور مونقہ کے معنی معجبہ (خوش آیند ہے) جو مناسب حدائق ہے اسی طرح کتاب کا نام مقداد رکھا حالانکہ مقداد کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ جناب شیخ مقداد حلی علیہ الرحمہ ایک عالم فقیہ گذرے ہیں جن کی کوئی تصنیف بھی علم کلام میں نہیں ہے اسی طرح منہج الحق علامہ حلی علیہ الرحمہ کا نام لکھا حالانکہ نام اوسکا نہج الحق و کشف الصدق ہے نہ منہج الحق۔ اسی نہج الحق کا جواب ابطال الباطل میں لکھا گیا ہے جسکے جواب میں قاضی نور اللہ شہید اعلی اللہ مقامہ نے کتاب مستطاب احقاق الحق تصنیف فرمایا جو نہایت ضخیم کتاب ہے[1]

بہر حال چونکہ ہم کتاب نزہہ اثنا عشریہ کا ترجمہ کیا چاہتے ہیں لہذا اس قدر بطور تمہید لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جس شخص نے اپنے سلف خواجہ نصر اللہ کابلی کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اسکے سارے محنت کو برباد کیا کہ آج تک اوسکی کتاب گمنامی کی حالت میں ہے اور اپنے باپ کے شاگرد و فدوی خاص کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ حق کو اوس سے

[1] اسکا ترجمہ الکلام میں شایع ہوتا ہے جو اسی دفتر اصلاح سے ماہوار نکلتا ہے ۱۲

چھپایا اور قعر مذلت میں گرایا اوس سے کب اسکی امید ہو سکتی ہو کہ وہ نقل کلام فریق میں صدق و دیانت سے کام لیگا سہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

شاہ صاحب نے اس تحریر میں نواقض الروافض کا نام بھی لیا ہے جسکے جواب میں قاضی نور اللہ شہید اعلی اللہ مقامہ نے مصائب النواصب کل سترہ روز میں تصنیف فرمایا ہے اوسکا دیباچہ بطور مختصر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو ایں خانہ تمام آفتاب ست جنہے شیعوں کے رد کا ارادہ کیا کہ اونکی کتابوں سے رد کریں اوٹھوں نے کیسی ذلت اوٹھائی ہے۔

مرزا مخدوم شریفی المتوفی فی حدود سنہ ۹۹۵ اپنی مشہور کتاب نواقض الروافض میں لکھتے ہیں

فان طالبتنی بان اذکر لک واحدا مما نسبہ علمائنا الی الرفضۃ هولاء لا یقولون بہ فهو جواز البداء علی اللہ وقد ذکرنا فی المحیط المراد خانی الذی تعبر عنہ بالقواعد المرادیۃ فی حرف الباء منها وهو قول مقتداهم زرارۃ بن اعین وهو علماء لا یتبعونہ فیہ وما نقلہ حسن الشاہ دانی فی رسالتہ الموسوم بالاحکام الدینیۃ التی مع انها مستغرۃ من الصرف الزنجانی لا یشتمل علی ما فیہ طائل وصادف مضحکۃ بین علماء الرفضۃ من اعتقادهم حلول اللہ فی شاہ اسمعیل وغیرہ والتناسخ واستحلالهم الخمر ودخول تاهماسب باختہ لاعتقادهم لہ وقد

پس اگر چاہو کہ میں تمسے ایک امر از جملہ اونکے بیان کروں کہ جسے ہمارے علما نے رافضیوں کیطرف منسوب کیا ہے اور یہ لوگ اسکے قائل نہیں ہیں سو وہ جواز بدا ہے خداوند تعالے پر اور اسے ہمنے محیط مراد خانی حرف با میں بیان کیا ہے کہ جسے قواعد مرادیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ قول رافضیوں کے پیشوا زرارہ بن اعین کا ہے اور یہ زرارہ کے اس قول میں پیروی نہیں کرتے ہیں اور جو کہ نقل کیا ہے حسن شرہانی نے اپنے رسالہ موسوم باحکام دینیہ میں کہ جو باوصفیکہ صرف زنجانی سے بھی چھوٹا ہے کوئی مفید بات اس میں نہیں اور علماء روافض میں مضحکہ ہو گیا ہے روافض کا یہ اعتقاد ہے کہ شاہ اسمعیل وغیرہ میں خدا نے حلول کیا اور تناسخ صحیح ہے اور شراب حلال ہے اور شاہ طہماسپ نے اپنی بہن سے ..... اسلئے کہ ان کو اعتقاد تھا کہ بہن سے ..... جائز ہے اور حضرت عائشہ کا متہم

عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا لا حقیقۃ لہا وھی مفتراۃ علیہم وبہا قد طالوا السانہم علینا فتخجلت علماء عصرنا منہا۔

بفضل زشت کرنا (خدا انسے اور ان کے باپ سے راضی ہو) یہ سب بے اصل ہو اور روافض پر یہ سب باتیں افترا کیگئی ہیں اور اسکے سبب سے روافض نے ہمپر زبان درازی کی ہے اور اسکے باعث ہمارے زمانے کے علما خجل ہوئے ہیں

یہ عبارت آپکو بتاتی ہے کہ جو رسالہ دو تین جز کا تھا اوس میں جب اسقدر کذب و افترا سے کام لیا گیا جس سے علماء اہلسنت شرمندہ ہو رہے ہیں تو جو کتاب اس سے زیادہ شرح وبسط سے لکھی گئی ہو اوس میں کیا کچھ نہ کذب و افترا کیا گیا ہوگا مگر افسوس اب کوئی عالم اہلسنت نہیں رہا جو اسطرح کے صاف گوئی سے کام لیتا جسطرح مرزا محمد مرحوم نے حسن شاہ والی کے کذب و افترا کو فاش کیا کہ دو تین جز کے رسالہ میں اوسنے اسقدر افترا کیا کہ خود علماء اہلسنت کو شرمانا پڑا۔

حق یہ ہے کہ حق کا مقابلہ بجز کذب و افترا ممکن نہیں ہے اسلیئے جسنے بھی حق کا مقابلہ کیا ہے اوسنے اسی ہتھیار سے کام لیا کیونکہ اسکے بغیر چارہ کار نہ تھا۔

ہاں شاہ صاحب کا یہ جملہ اس جواب استفتا میں نہایت معنی خیز ہے وہ آرے بعض اہلسنت کہ آنہا را بشہرت این کتاب نسبت باین فقیر عرق حسد بجوش آمدہ میخواہند کہ نسبت باین فقیر درمیان نماند جواب سخن ایشان گذشت کہ فقیر دعوٰی این کتاب نمیکند و فخر خود نمیخواہد، جس سے معلوم ہوا کہ خود حضرات علمائے اہلسنت نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے اور شاہ صاحب پر سرقہ کا الزام دیا ہے مگر شاہ صاحب اسکو اونکے حسد اور بغض پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ صریحی تہمت ہے کیونکہ بدیہی کا انکار ہے کون شخص ایسا ہی جو دونوں کتابوں کا مقابلہ کرے اور اوسکا اعتراف نہ کرے کہ یہ سرقہ ہے۔

انسانی خلقت بھی یوں واقع ہوئی ہے کہ اگر دس آدمی تعصب و نفسانیت کر کسی امر باطل پر اتفاق بھی کر لیتے ہیں تو کوئی نہ کوئی حق پسند بھی ضرور ایسا ہوتا ہے جو حق کا اقرار کرتا ہے اسی قبیل سے اسکو سمجھنا چاہیے کہ اگر سو پچاس شاہ صاحب کے دام تزویر میں آئے تو دو چار نے کلمہ حق بھی کہا لہذا اسکو حسد کہنا زبردستی ہے اور

جب خود علمائے اہلسنت میں ایسا حسد ہوگا تو پھر دوسرا کوئی کیونکر بچ سکتا ہے۔

اس کتاب کا اوس زمانہ میں اور ایسے حال میں تصنیف ہونا ایک خاص معجزہ جناب رسالتمآب اور ائمہ اطہار ہے جس سے ایک ایسا نزو ضعیف اسپر آمادہ ہوا اور اس خوبی سے انجام دیا کہ آج تک یادگار ہے کیونکہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ حیات میں یہ کتاب تصنیف ہوئی اور اونھوں نے دیکھا مگر حق کا کیا جواب دے سکتے تھے شاہ صاحب نے جو اس کتاب کے طلبی کا رقعہ حکیم شریف خانصاحب کو لکھا تھا وہ آجتک کتب رجال میں درج ہے دیکھو

قد سمعت ان الفاضل الکامل المدقق المحقق مرزا محمد سلمہ اللہ قد کتب علی وجہ الرد ما سطرت علی التحفۃ الاثنا عشریۃ ان النق طلب موقوماتہ ومطالعتہ بمساطتکم فالمامول ان تمن لو اتی ذلک الجہین۔

اس رقعہ سے خود جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر بھی معلوم ہوتی ہے کہ شاہ صاحب فاضل کامل مدقق محقق کا خطاب دے رہے ہیں حالانکہ علامہ ممدوح حکیم شریف خانصاحب کے شاگرد ہیں مگر اس حالت میں بھی اون کی تحقیقات کا یہ درجہ تھا کہ شاہ صاحب سے محقق کا خطاب دلوایا

اس کتاب کا جواب بھلا اونسے کب ممکن تھا جو لکھتے کیونکہ حق حق ہی تھا ناحق اسکا اٹھا ہو سکتا ہے ہاں اونکے شاگرد رشید رشید الدین صاحب نے جنکو اہلسنت نے رشید المتکلمین کا خطاب دیا ہے جلد نہم ترجمہ کے چند عبارتوں پر مسئلہ طہارت خمر و جمع بین الصلوتین کے متعلق کچھ لکھا تھا جسکا جواب علامہ نے بذریعہ خط دیا اوس خط کے جواب میں رشید الدین نے ایک رسالہ لکھا ہے جسکا نام عزۃ الراشدین ہے

خود علامہ نے تو اوسکا جواب نہیں دیا کیونکہ محض تضیع اوقات سمجھا مگر جناب حکیم باقر علیخاں مرحوم نے اوسکا جواب تحریر فرمایا جسکا نام معین الصادقین ہے اور قلمی نسخہ اوسکا ہمارے پاس موجود ہے۔

جناب علامہ دہلوی نے اس کتاب کا نام نزھۃ اثنا عشریہ رکھا جس سے ۱۲۰۴ نکلتا ہے اس تصنیف کے دوران میں اور بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

تاریخ العلما تنبیہ اہل الکمال والانصاف علی اختلاف الرجال اہل الخلاف جسکا حوالہ بھی جلد چہارم میں دیا گیا ہے ایضاح المقال فی توجیہ اقوال الرجال جسکی تفصیلی فہرست نجوم السما میں درج ہے۔

مگر افسوس بجز تحفہ اثنا عشریہ اور کتابیں آپ کی شایع نہ ہوئیں جسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ زمانہ قدر شناس نہیں ہے مرحوم کے اولاد و اعقاب سے کوئی ایسا نہ تھا جو ان مسودات کی حفاظت کرتا بعض بعض مسودات کتبخانہ ناصریہ میں البتہ دیکھا جاتا ہے جس سے کمال تبحر علمی ظاہر ہے مگر ہمارے کون ہے جو ان جواہر ریزوں کو مرتب کرے کیونکہ تصنیف کا خاتمہ مصنف کیساتھ ہو جاتا ہے الا ماشاء اللہ

سبب وفات میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے عزیز ونمیں ایک شخص ناصبی تھا جو مجلدات تزہہ کو دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھایا کرتا مگر بوجہ اقتدار و رواج مذہب شیعہ جو اوس زمانہ میں تھے کچھ قابو نہ پا سکا کہ ظاہر بظاہر ایذا پہونچائے لہذا اوس نے تمارض کر کے بادشاہ کو لکھا کہ ہمارے علاج کیلیے کسی طبیب کو بھیجیں بادشاہ نے کسی طبیب کو بھیجا چند روز بعد اوسنے لکھا اس طبیب سے کام نہیں چلتا جب تک جناب سلطان الحکما فخر الاطبا علامہ زمان وحید دوران حکیم مرزا محمد صاحب تشریف لا کر علاج نہ کرینگے جانبر ہونا مشکل ہے اس رقعہ پر بادشاہ نے جناب علامہ دہلوی کو جانیکا حکم دیا ہر چند جناب ممدوح نے معذرت کی مگر مسموع نہ ہوا وقت سفر جناب ممدوح نے کہدیا یہ سفر میرا آخری ہے امید نہیں کہ سلامت آنا نصیب ہو کیونکہ اوس امیر کے خبث باطنی سے آپ بخوبی واقف ہو) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زہر دیکر اوسنے شہید کیا جیسا کہ جناب امام حسن ع کو اور مالک اشتر کو زہر دیکر شہید کیا۔ دہلی میں آکر بمقام پنجہ شریف دفن ہوئے جسکے نسبت مشہور ہے کہ جناب امیر کے پنجہ کا وہاں نشان ہے جو قطعہ قبر شریف پر کندہ ہے اوسکا تاریخی مصرع یہ ہے ؎ در شبونش بگریہ بگو وا محمد ا جس سے ۱۲۳۵ھ نکلتا ہے رحمۃ اللہ۔

مومنین دہلی اس قبر متبرک کے شرف سے عرصہ تک بیخبر رہے مگر جناب صدر المحققین

مولانا السید ناصر حسین صاحب دامت برکاتہ کے تشریف فرمائی سے جو بغرض زیارت و فاتحہ خوانی چند مرتبہ تشریف لیگئے کچھ مومنین نے ادھر توجہ کی ہے جس سے وہ مقام متبرک اب عام زیارت کا درجہ رکھتا ہے۔

اصل تحفہ بارہ باب میں لکھا گیا تھا علامہ دہلوی نے ہر باب کا جواب ایک ایک جلد میں تحریر فرمایا۔

اور نہ معلوم کتنی جلدیں مرتب ہوئی تھیں. جواب نایاب ہیں صرف پانچ یا چار جلدیں ملتی ہیں جو اپنے ندرت تحقیقات میں عجیب و غریب ہیں

جلد اول میں تحفہ کے باب اول کا جواب ہے جس میں شاہ صاحب نے اسکا دعوے کیا تھا کہ مذہب شیعہ ایجاد کردہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے اسی جلد کا ترجمہ شایع کیا جاتا ہے اور خدا نے چاہا تو بقیہ جلدوں کا بھی اسی طرح ترجمہ کیا جائیگا۔

اس باب اول تحفہ کے جواب میں کتاب سیف ناصری جناب علامہ محمد قلی خانصاحب مرحوم بھی ایک لاجواب کتاب ہے جو باسم گرامی جناب دیوان سید ناصر علی صاحب مرحوم رئیس کجھوہ ضلع سارن معنون کی گئی ہے جسکا ایک نہایت پاکیزہ نسخہ مطلا مذہب کتب خانہ دیوان ناصر علی صاحب مرحوم میں موجود ہے مگر افسوس مرحوم کے اعقاب میں کوئی ایسا نہ ہوا جو اس کتاب کو چھپواتا اور اجر دارین حاصل کرتا حالانکہ بارہ ہزار کی جائداد وقف چھوڑ گئے ہیں مسجد۔ امام باڑہ کجھوہ لکھنؤ آباد ہے اور ہرسال ہزاروں روپیہ فقراء و مساکین واردین صادرین کو ملتا ہے مگر کسیکو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ اوس کتاب سیف ناصری کو چھپوائے جو ایک عمدہ یادگار جناب دیوان صاحب مرحوم ہے کیونکہ اوس سے یہ بھی معلوم ہوتا دیوان صاحب مرحوم کو کس قدر مذہب کا خیال تھا خدا اونکے اولاد کو اسکی توفیق عطا کرے کہ اس کتاب کو چھپوا ڈالیں حالانکہ بفضل خدا سے دولت ثروت میں اون کے یوما فیوما ترقی ہو رہی ہے۔

جلد اول نے قوم کو باقی کتابوں کے اشاعت سے مستغنی کر دیا اگر ہمارے قوم میں بھی وہ اثر اور جوش رہ جاوے اور قوموں کے طرف نظر اوٹھا کر دیکھئے اور غور و فکر کرئیے تو معلوم ہوگا کہ اور

وہ جوش ہوتا جو اہلسنت میں ہے تو آج وہ سب کتابیں قوم کے ہاتھ میں ہوتیں۔

باب دوم تحفہ بیان مکائد شیعہ میں ہے اس باب کا جواب نزہہ میں نہیں ملتا مگر جناب علامہ مفتی محمد قلیخانصاحب مرحوم نے تقلیب المکائد میں ایسا مدلل جواب دیا ہے کہ قابل دید ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جسکو بہت عرصہ ہوا سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں بمقام دہلی چھپی کاغذ اچھا نہیں ہے چھپائی لکھائی بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر قوم ادھر متوجہ ہو تو یہ کتاب دوبارہ چھپ سکتی ہے ورنہ انشاء اللہ اسکا ترجمہ بھی اب اسی ردالتحفہ میں ملاحظہ کرینگے۔

باب سوم تحفہ میں ذکر اسلاف شیعہ ہے اسکا جواب نزہۃ اثنا عشریہ جلد سوم میں شایع ہوگیا ہے مگر افسوس وہ نسخہ بھی کمیاب ہے صرف کتبخانہ جناب صدر المحققین مولانا السید ناصر حسین صاحب مع اللہ المسلمین بوجودہ میں موجود ہے۔

باب چہارم تحفہ اقسام اخبار شیعہ اور احوال رجال اسانید میں ہے اسکا جواب جلد چہارم نزہۃ اثنا عشریہ میں صرف شایع ہوا بلکہ چھپ بھی گیا ہے اگرچہ وہ بھی نادر الوجود ہے۔ اس کتاب سے علامہ مرحوم کے غزارت علم کا اور بھی پتہ چلتا ہے کہ خدا نے کیسی لیاقت علمی عطا فرمائی تھی کیونکہ باب امامت و مطاعن میں صدہا کتابیں سلف سے آجتک ہو چکی ہیں اون میں کچھ تحریر کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے بخلاف اس بحث کے کہ ہم جہانتک جانتے ہیں یہ پہلی کتاب ہے جو اس جامعیت اور معقولیت سے لکھی گئی۔

باب پنجم تحفہ ذکر الہیات شیعہ میں ہے اسکا جواب بھی مکمل نزہۃ اثنا عشریہ جلد پنجم میں شایع ہو چکا ہے اس سلسلہ سے اور بھی یقین ہوتا ہے کہ باب دوم تحفہ کا جواب بھی علامہ نے ضرور لکھا ہوگا اگرچہ ہمکو نہ ملے۔ اس باب پنجم کے جواب میں جناب غفرانمآب مولانا السید دلدار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بھی صوارم الٰہیات تحریر فرمایا جو اسی زمانہ میں چھپ گیا۔

باب ششم تحفہ نبوت کے متعلق ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے حسام الاسلام میں تحریر فرمایا اس باب کا جواب نزہہ میں نہیں ہے۔

باب ہفتم امامت کے متعلق ہے اسکا جواب جناب غفرانمآب نے شروع کیا مگر

۱۱

ی آرہا ہے

کی جاتی ہے۔

ہوتا ہے۔

ضروری ہے۔

ہو سکتے ہیں

نہیں۔

پڑھنا چاہیے

ذریعے

فہرست کتب موجودہ دفتر الشمس و اصلاح

حمد السارق حصہ دوم جسمیں ان روایتوں کی تنقید کیا گئی ہے جنمیں اڈیٹر انجم نے شیعہ روایتوں سے ثبوت تحریف قرآن پیش کیا تھا۔ اہلسنت کو پانچسو روپیہ کا انعام مقرر ہے اگر کوئی شخص معقول جواب دیسکے قیمت ۸؍

تقدیس القرآن حصہ اول و دوم و سوم جسمیں آریوں کا جواب مدلل محققانہ منصفانہ طور پر دیا گیا ہے جسکی تہذیب و متانت کا فریق مخالف کو بھی اقرار ہے قیمت ہر حصہ ۴؍

کشف الظلمات حصہ دوم جسمیں آیات بینات مصنفک کا جواب دیا گیا ہے یہ کتاب چند حصوں پر منقسم ہے۔ قیمت فی حصہ ۸؍

رد الملاحدہ ہر دو حصہ ۱۲؍ بجواب خلافت راشدہ مکمل چھپ گئی ہے قابل دید کتاب ہے کہ اس طرح کی کوئی کتاب آجتک نہیں تصنیف ہوئی۔

الشمس جلد اول کامل۔ جلد دوم جلد سوم۔ جلد چہارم جلد پنجم۔ جلد ششم جلد ہفتم۔ جلد ہشتم۔ جلد نہم جلد دہم اس کی جلدیں بہت کم رہ گئی ہیں اگر جلد نہ طلب کیا تو پھر ملنا اس کا مشکل بلکہ محال ہوگا۔

ذو الفقار حیدر جلد اول۔ جلد دوم۔ جلد سوم جسمیں مذہبی تحقیقات کا وہ سرمایہ جمع کیا گیا ہے کہ شاید ہی کہیں ملے یہ کتاب اصل میں دس جلد ہے صرف تین جلد چھپی ہے وہ بھی نایاب تھی مگر دوبارہ طبع ہوئی اگر مومنین ہمت کریں تو بقیہ جلدیں بھی طبع ہوں۔

کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم جسمیں صرف اس کی تحقیقات ہے کہ نسبت عقد حضرت ام کلثوم بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ قیمت ۴؍

مناظرہ امجدیہ حصہ اول ۸؍ حصہ دوم جسمیں سمونے وہ حالات درج ہیں کہ آجتک کسی کتاب میں نہیں جمع ہوئے آیات قرآنی احادیث رسول اللہ۔ احادیث ائمہ اطہار اقوال حضرت عائشہ دیگر صحابہ و تابعین و مجتہدین سے لعنت کا جواز بلکہ ضرورت اس صراحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ پھر کسیکو اسمیں شک ہے جسکی سند صفحہ و کتاب مع مطبع درج ہے

رسالہ وضو (۸؍) **الجمرہ الکلوخ** ۴؍

ارسال الیدین (۸؍) **البسملہ** ۲؍

تاریخ الاذان حصہ اول ۲؍

عقل و تہذیب المحدیث ۸؍

صرف اس بحث میں ہے کہ جو طریقہ شیعوں میں جاری ہے وہی اصل سنت رسول اللہ ہے اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ ناجائز ہے۔

تصحیح تاریخ (۱۲؍)

جس میں وہ تاریخی نکات بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تاریخی واقعات جو خلفا کے لکھے گئے ہیں اوس میں کسدرجہ خلاف واقع بیان کیا گیا ہے۔

مجالس عشرہ (۴؍)

جسمیں واقعات مصائب کربلا نہایت صحیح روایتوں سے لکھے گئے ہیں جس سے بہتر مجلسوں میں پڑھنے کیلئے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

المشتہر

علی حیدر اڈیٹر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

رجسٹرڈ ڈی ۴۳

ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

الشمس

نمبر ۹	مقاصد و قواعد الشمس	جلد ۱۴

(۱) محض ترویج دین حق کے لئے یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔

(۲) پہلا کام اسکا یہ ہے کہ لکھنؤ سے جو اخبار مخالف مذہب شیعہ شائع ہو رہا ہے جس میں خاص طور پر کتاب مستطاب منتھی الافحام کا نام لیا جاتا ہے۔ اوس کا جواب۔

(۳) آیات بینات حصہ فدک کی جیسے سنیوں کو بڑا ناز تھا اس کے دو حصے شائع ہو چکے تیسرا حصہ زیر اشاعت ہے۔

(۴) اس سال سلسلہ الشیعہ کا دوسرا حصہ بھی شائع ہو گا۔

(۵) دنیا میں اگر مذہب ... صرف الشمس ہی جس میں ... آریہ ... کے ساتھ نہایت مہذبانہ تقریر کی جاتی ہے۔

(۶) حجم اس رسالہ کا ... صفحہ ہوتا ہے۔

(۷) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ...

(۸) مراسلات میں نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے۔

(۹) نامہ نگار اسکے صرف وہی ہو سکتے ہیں جو کسی کتاب کا خاص طور پر جواب لکھیں۔

(۱۰) جملہ مراسلات بنام منیجر ہونا چاہیے نام کی ضرورت نہیں۔

(نوٹ) الشمس محض فن مناظرہ میں ہے لہذا اس کی امداد زیادہ تر کتابوں کے ذریعے ہونی چاہیے (۲) پانچ خریدار دینے پر ایک سال تک الشمس مفت جاری رہیگا (۳) ۱۰ خریدار دینے والے کو اصلاح و الشمس دونوں مفت ملیگا۔

اڈیٹر رسالہ ہذا — مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن — محمد حیدر

سے ... حسین ... نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۷-۸-۹	بابت ماہ رجب شعبان رمضان ۱۳۳۵ھ	جلد ۱۲

عذر گناہ بدتر از گناہ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس ماہ ربیع الثانی میں تین نمبر الشمس ۱۳۳۵ھ کے اور حاضر ہوتے ہیں جس سے میں نہایت شرمندہ ہوں حالانکہ نمبر ۶ میں عرض کر چکا تھا کہ قبل از محرم ۳ نمبر اور حاضر ہونگے۔

ہاں اگر رفع ندامت کی کوئی صورت ہے تو اسی قدر کہ جواب تحفہ اثنا عشریہ کا وہ حصہ شایع کیا جاتا ہے جس میں شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی ابتدا عبد اللہ بن سبا یہودی سے ہوئی۔

اس باب کو شاہ صاحب نے اپنا پہلا باب قرار دیا ہے اسکے جواب میں علامہ دہلوی صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس سے تمامی مذہب اہلسنت کی قلعی کھل جاتی ہے کہ وہ لوگ کون تھے جو اس مذہب کے موجد ہوئے اونکو اسلام سے کیا تعلق تھا

یہ ایک بڑی معرکۃ الآرا بحث ہے جسکو شاہ صاحب نے بعد سب شیعوں کے رد میں لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس بحث کے بے نقاب کرنا نزہہ کا یا اوسکے ترجمہ کا کام تھا۔

دوسری بشارت یہ دیتا ہوں کہ اس نمبر میں اسرار شیعہ حصہ دوم تمام ہوا جسکو آپ مکمل کتاب کی صورت میں کر سکتے ہیں مگر افسوس ہی تو اسکا کہ مودۃ القربےٰ جو صہ۲۴ تک نمبر ۶ میں شایع ہو چکا اور کشف الظلمات حصہ رابعہ جو صہ۲۴ تک شایع ہو چکا اوسکا کوئی حصہ اس نمبر میں نہیں دیا جاتا کیونکہ اگر اوسکے صفحات اس میں شامل کیے جاتے تو رد التحفہ کا حصہ بہت کم ملتا۔

تیسرا مژدہ یہ ہے کہ آئندہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ میں مودۃ القربےٰ۔ کشف الظلمات رد التحفہ کے علاوہ ابطال تناسخ کا مسلسل سلسلہ شروع ہوگا جو تصنیفات جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل

نرنگی پوری شفاء الدولہ ہی جو آریونکی مقابلہ میں ایک عمدہ آلہ ہو اور جدید انکشافات کا ذریعہ۔

ہم اسکو مکرر عرض کر چکے ہیں کہ الشمس کا اشاعت علحدہ نہیں ہے بلکہ اسکے وجود و بقا کا انحصار دفتر اصلاح پر ہے وہ خود اپنی مصائب و آلام میں اسقدر مبتلا ہے کہ اوسکا چلنا مشکل ہو رہا ہے چہ جائیکہ دوسرا بلا اوٹھائے پہلے تو کاغذ کی گرانی ہی تھی اور اب تو نایابی بھی ہے کہ سفید کاغذ نہیں ملتا جس پر اصلاح و الشمس چھپتا ہے۔

لہذا اگر آپ ان مشکلات سے نجات پانیکے لئے اجازت دیں کہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ جو ۳۵ھ کا باقی ہے ۳۶ھ کے لیے وی پی کیا جائے تو ہمکو امید ہے کہ ماہ محرم تک بقایا ۱۲ اور ۳۶ھ کا بارہ یا ۹ نمبر آپکو مل جائے

یہ ضرور ہے کہ آپ طرز اشاعت الشمس سے خوش نہونگے مگر مضامین اسکے ایسے ہیں جو ہزاروں کتابوں کے ورق گردانی پر بھی نہ مل سکے لہذا جہاں اپنے بارہ سال سے یہ زحمت اوٹھائی کہ الشمس کی خریداری سے منھ نہیں موڑا حالانکہ آپکو انتظار کی بے حد زحمت اوٹھانی پڑتی ہے وہاں ایک سال کے لیے اور بھی زحمت منظور فرمائیے کہ تین ماہ پیشگی چندہ الشمس ۳۶ھ مرحمت فرمائیں جسکے لیے ۱۔ فروری تک نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ وی پی جائیگا اگر نامنظور ہو تو ابھی سے مطلع فرما دیجئے کہ میں وی پی کی زحمت سے محفوظ رہوں الشمس کے اشاعت کو بارہ برس ہو رہا ہے کبھی اس قسم کی زحمت نہ دی مگر کیا کروں کہ بالکل مجبور ہوں دفتر اصلاح خود رو رہا ہے اور مصیبت کا دن کاٹ رہا ہے اگر ۳۶ھ کا بارہ نمبر اس سال میں پورا یا کچھ کم نہ دیا تو جسطرح الکلام کو بند کر دیا اسکو بھی بند کر دونگا مگر نہ اسطرح کہ قوم کا بقایا کچھ لیکر بلکہ بہر صورت ۳۶ھ کا کل نمبر ادا کر کے ایسا کرونگا (خدا نخواستہ) ہاں جو حضرات ۳۶ھ میں خریدار ہوئے وہ اس فرمائش سے مستثنے ہیں مگر یہ کہ اگر خود اجازت دیں والسلام

شکریہ معاونین حسب ذیل حضرات ذوالسال خریداری منظور فرمائی جزاہم اللہ خیر

(۱۸) جناب سید میر حسین صاحب تعلقدار وظیفہ یاب (۱۹) جناب سید یوسف حسین صاحب عرف بڈاسیاں تعلقدار (۲۰) جناب آغا نثار حسین صاحب ضلعدار نمبر (۲۱) جناب سید عبد الرحمن صاحب افسر دویم (۲۲) جناب محمد سلطان صاحب (۲۳) جناب محمد ماشر صاحب کیمیہ ریڈنگ روم (۲۴) جناب مولوی غلام محمد صاحب عاقبر (۲۵) جناب سید علی اکبر صاحب اسسٹنٹ انجنیر (۲۶) جناب مرزا عباس قلیخان صاحب سب انسپکٹر آبکاری (۲۷) جناب اورنگزیب شاہ صاحب (۲۸) جناب مولوی میر لطف علی صاحب مدرس (۲۹) جناب حیدر شاہ صاحب کمونڈر (۳۰) جناب وجاہت حسین صاحب لیمانی افسر (۳۱) جناب سید ذوالفقار حسین صاحب سب انسپکٹر (۳۲) جناب سید محمد شاہ صاحب اختر (۳۳) جناب حاجی حسن شاہ صاحب نائب تحصیلدار (۳۴) جناب عبد اللطیف بھائی زکی الدین صاحب

مگر نا تمام رہا پھر جناب مفتی محمد قلی خاں صاحب مرحوم نے برہان السعادۃ لکھی اور جناب سلطان العلماء مرحوم نے بوارق موبقہ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب علی اللہ مقامہ نے جواہر عبقریہ تحریر فرمایا اور کتاب مستطاب عبقات الانوار نے تو تیس جلدوں میں ہے اسکا ایسا خاتمہ کیا کہ قیامت تک اہلسنت سے اسکا جواب نہیں ہو سکتا مگر افسوس ہے کہ ہنوز یہ کتاب ناتمام ہے اور باوصفیکہ مسودات موجود ہیں مگر ترتیب و تالیف اوسکی بہنوز انجام باقی خداوند عالم جلد کوئی سامان کرے کہ یہ کتاب مکمل شایع ہو سکے اللّٰھم آمین۔

باب ہشتم امور معاد کے متعلق ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے احیاء السنۃ میں تحریر فرمایا ہے۔

باب نہم۔ مسائل فقہیہ میں شاہ صاحب نے لکھا تھا جسکا جواب نزہہ جلد نہم میں دیا گیا یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔

باب دہم، مطاعن خلفاء ثلثہ میں ہے جسکا جواب کتاب تشئید المطاعن میں اس شرح و بسط سے مرقوم ہے کہ حیرت ہوتی ہے کیونکر ایسی کتاب لکھی گئی۔

اس باب میں طعن الرماح جناب سلطان العلماء خاص بحث فدک میں اور بارقہ ضیغمیہ خاص بحث متعہ میں قابل دید ہے جسکا جواب رشید الدین خاں نے شوکت عمریہ میں لکھا اور اوسکا جواب ضربت حیدریہ میں دیا گیا جو دو جلدوں میں ہے۔

باب یازدہم خواص مذہب شیعہ میں ہے جسکا جواب مفتی محمد قلی خاں صاحب علی اللہ مقامہ نے مصارع الافہام میں تحریر فرمایا۔

باب دوازدہم تولا و تبرا میں ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے ذوالفقار میں تحریر فرمایا جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہ ایک مختصر فہرست ابواب تحفہ اور اوسکی جوابوں کی ہے کہ اوس زمانہ میں جبکہ کتابیں نایاب تھیں چھاپنے کا ذریعہ مسدود تھا اسطرح علماء اسکے جوابوں کو لکھا جو تمام ملک میں شایع ہوا اور اب جبکہ ہزاروں کتابیں مصر، بیروت، قسطنطنیہ سے چھپکر آگئیں سامان طبع و نشر کتب اسقدر فراواں ہو گیا ایک تصنیف بھی نہیں ہوتی جسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ اب ویسے علمائے مخلصین کا قحط الرجال ہے۔

مخالفین کے کوشش کو دیکھیے کہ جس تحفہ کا اسقدر جواب ہوا اوس سے اونکو شرمانا چاہیے تھا کہ ایسے کتاب کو کیوں شایع کریں جسکے جواب میں صدہا کتب شایع ہوچکیں مگر وہا بنود ہن کے ایسے پکے ہیں کہ بااینہمہ ترجمہ تحفہ شایع کردیا جسکا نام ہدیہ مجیدیہ ہے اور شیعوں سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ کم سے کم نزھہ کے دو ایک جلد ونکا ترجمہ شایع کرے

اس علم کلام کی تاریخ بھی نہایت عجیب وغریب ہے جس سے اسلامی دنیا میں ایک نیا انقلاب آیا مگر الحمد للہ کہ اس میں بھی شیعوں کو فتح ونصرت حاصل ہوئی کیونکہ اسکے بعد اسقدر تصنیفیں ہوئیں کہ اون کا احصا مشکل ہے اور اسقدر حق واضح ہوا کہ اب چھپائے چھپ نہیں سکتا۔

عنوان ترجمہ ترجمہ کے دو ہی طریقے ہیں ایک لفظی جس میں مولف کی عبارت کو دوسرے زبان میں ادا کرتے ہیں دوسرے معنوی جسمیں اوس مقصود کو اپنے زبان میں ظاہر کرتے ہیں ہمارا ترجمہ نہ لفظی صرف ہوگا نہ صرف معنوی بلکہ ایک نئی تصنیف کا انداز ہوگا کہ نزھۃ اثنا عشریہ کے مطلب کو اپنے طرز پر ادا کرونگا کہیں تو اوسکے زوائد کو حذف کرونگا کہیں نئی تحقیقات کا اضافہ کرونگا مگر اصل مطلب نہ فوت ہوگا اسلیئے دیباچہ کتاب کا ترجمہ عذف کیا جاتا ہے جس میں جناب علامہ نے حمد ونعت کے بعد کچھ اوس زمانہ کا رنگ دکھایا ہے اور کچھ اس جواب کی ضرورت دکھا انا اشرع فی المقصود مستفیضا من فائض الجود۔

ترجمہ دیباچہ تحفہ اثنا عشریہ

فرماتے ہیں حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض دہلوی بخشے اللہ اون سب کو اور دکھائے اونکو صالحوں کی گروہ میں حشر کے دن کہ یہ ایک رسالہ ہے جس سے حال شیعہ کا کھلتا ہے کہ اصول انکے کیا ہیں اور کہاں سے یہ مذہب نکلا ہے اور طریق انکی دعوت یعنی دوسروں کو اپنے مذہب کے طرف رجوع کرنیکا کیا ہے اور کیا کیا اختلاف ان میں اور انکی اخبار واحادیث کے راویوں میں ہیں اور کچھ بیان انکے عقائد کا جو الوہیت اور نبوت اور امامت اور معاد میں رکھتے ہیں اور بعض مسائل فقہیہ انکے جنکے ٹھکانے ملت حنفیہ سے پوشیدہ ہیں کہ کہاں سے نکلے ہیں اور کچھ ذکر انکے اقوال وافعال کا جو صحابہ کرام اور ازواج مطہرات اور اہلبیت نبوی کے حق میں کرتے تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سا در اس سبب سے کہ یہ رسالہ بعد گذرنے قرن ثانی عشر یعنی بارہ سو ہجری نبوی کے تالیف ہوا اور

حاشیہ: [illegible]

جلوہ ظہور کا پایا تحفہ اثنا عشریہ اسکا نام رکھا اور بدیں وجہ کہ زمانہ گذشتہ میں جو کچھ گفتگو شیعہ امامیہ خصوص اثنا عشریہ سے بمقابلہ اہلسنت وجماعت کے واقع ہوئی اکثر وہ اس رسالہ میں درج ہوئی اور جو چھوڑ دی گئی اوس متروک کا حال مذکور سے ظاہر ہو کہ نصیحۃ المومنین وفضیحۃ الشیاطین سے ملقب کیا۔

ردالتحفہ مترجم نے اصل خطبہ تحفہ اثنا عشریہ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الورے صاحب قاب قوسین او ادنی بدر الدجی شمس الضحی نور الہدی محمد ن المجتبی وعلی آلہ واصحابہ ذوی الدرجات العلی کو حذف کر دیا جسکی وجہ غالباً یہی ہو کہ زبدہ میں اس حمد ونعت پر بہت کچھ اعتراض کیا گیا تھا کیونکہ شاہ صاحب کے مذہب میں شکر منعم عقلاً واجب نہیں علاوہ اسکے حسن وقبح اشیا انکے یہاں عقلی نہیں ہے اسی وجہ سے شاید بخاری نے نہ الحمد للہ لکھا نہ صلوٰۃ رسول اللہ پر جس سے معلوم ہوا کہ اصل سنت یہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ حدیث میں اسکا حکم ہے کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بحمد اللہ فہو اقطع کہ جس امر عظیم میں الحمد للہ نہ کہا جائے تو وہ اقطع ہے لہذا شاہ صاحب نے الحمد للہ سے شروع کیا تو یہ جواب بھی درست نہیں کیونکہ خود ابن حجر لکھتے ہیں ان الحدیثین لیسا علی شرطہ فان فی کل منہما مقال صفحہ ۴ جلد ا کہ یہ دونوں حدیثیں مطابق قواعد صحیح بخاری صحیح نہیں ہیں بلکہ ہر ایک میں کلام ہے لہذا شاہ صاحب کا الحمد للہ کہنا مطابق اونکے مذہب کے نہ عقلاً درست ہوا نہ نقلاً بلکہ چونکہ ملک غیر میں تصرف کیا ہے جس سے احتمال استہزا ہے لہذا مستحق عقاب ہونگے۔

اب یوں سمجھیے کہ یہ شخص اجلہ نعمائے الہی کا منکر ہے کیونکہ امیر المومنین اور اونکے اولاد طاہرین علیہم السلام کے حقوق سے انکار کرتا ہے خصوصاً حضرت صاحب العصر والزمان کے وجود باجود جو اس زمانہ کے امام واجب الاطاعت اور اسوقت دنیا کی تمام نعمتیں انہی کے ذات اقدس سے ناشی ہو رہی ہیں۔ تو انکا تمام شکریہ نعمات۔ کفران نعمت کیساتھ مخلوط ومغشوش ہو گیا ہے شاید یہی سبب ہے کہ مترجم نے دیباچہ سے الحمد للہ کو حذف کر دیا۔

اسی طرح تمنا مغفرت کرنا اور صالحین کیساتھ محشور ہونیکی خواہش ایسی ہی ہے جو اسکے جہالت و

دشمنی کو ظاہر کر رہی ہے کیونکہ بمضمون آیہ کریمہ یوم ندعوا کل اناس بامامہم ہر قوم اپنے امام کیساتھ محشور ہوگا اور یہ بات مسلم ہے کہ تمام صالحین کے سردار و مالک امیرالمومنین علیہ السلام ہیں پس جبکہ یہ شخص خود اونکے اور اونکی اولاد کی امامت سے انکار کر رہا ہے تو اب کسکے ساتھ محشور ہونیکی تمنا کر رہا ہے۔

جناب امیرالمومنین ع کا سردار صالحین و مومنین ہونا ایسا ہے کہ اسکو سدی و ثعلبی نے اپنی تفاسیر میں ابن مالک و ابن عباس سے اور ابو یوسف یعقوب بن سفیان النسوی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے اور حافظ ابی بکر بن مردویہ نے اپنے سند سے اسما بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ آیہ کریمہ فان اللہ مولاہ وجبریل وصالح المومنین امیرالمومنین علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوا ہے اور صالح المومنین سے حضرت ہی مراد ہیں اور امام رازی و نیشاپوری نے اپنے تفاسیر میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آیہ کریمہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لہم الرحمن ودا امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے قال نزلت فی علی وقال الود المحبۃ فی قلوب المومنین یعنی آیہ کریمہ حضرت علی بن ابیطالب ع کے بارہ میں نازل ہوا ہے اور ود اوس محبت کو کہتے ہیں جو مومنین کے قلوب میں ہو اسی طرح ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے لما نزلت ہذہ الآیہ ای ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ قال رسول اللہ صلعم ہم انت یا علی وشیعتک یاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین ویاتی اعداءک غضابا مقمحین یعنی جب یہ آیہ کریمہ کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک و صالح عمل کرتے ہیں وہی تو بہترین ناس ہیں بلا تغیر نازل ہوا تو رسول اللہ نے امیرالمومنین سے ارشاد کیا کہ وہ ایمان لانیوالے اور عمل نیک کرنیوالے فقط تم اور تمہارے شیعہ ہیں اے علی تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے روز اسطرح لائے جائینگے کہ اون میں ہر ایک شخص راضی و مرضی ہوگا اور اسکے برعکس تمہارے اعدا و دشمن لوگ اسطرح آئینگے کہ مغضوب و مقمح ہونگے۔ پس معلوم نہیں کہ یہ شخص باوجود محبت رکھنے سردار دشمنان امیرالمومنین کے جیسا کہ خود اسی شخص کے تحریر سے اس کتاب میں ثابت ہوتا ہے صالحین مومنین کے ساتھ کیونکر محشور ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اور خدا نے چاہا تو غلامان علی کا حشر امیرالمومنین اور غلامان و ہواخواہان عمر کا حشر عمر کے ساتھ ہوگا۔

اور تمنائے مغفرت کی بھی یہی حالت ہوگی کیونکہ امیر المومنین علی بن ابیطالب سے عداوت و دشمنی کرنا موجب قہر و غضب خدا ہے نہ کہ رحمت و غفران چنانچہ اسپر کثرت سے احادیث شاہد ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ باوجود دشمنی امیر المومنین اور دوستی عمر و ہوا خواہ ابن عمر خداوند عالم اس ناصب کو بخشدے

ع این خیال ست و محال ست و جنون + زہے تصور باطل زہے خیال محال۔

بہر کیف اس شخص نے شیعوں کے اظہار حالات اور اصول اور ماخذ مذہب کے بیان میں نہایت درجہ کا اختلاط کیا جسکو انشاء اللہ میں بہت جلد واضح کر کے دکھلاتا ہوں جس سے اچھی طرح ثابت ہو جائیگا کہ اس شخص کے تعصب و عناد کا کیا حال ہے مسائل فقہیہ کے سمجھنے میں بھی آپنے ایسی بلند پروازی سے کام لیا ہے حالانکہ ایک کو بھی صحیح معنوں میں سمجھ نہ سکا ہے فان الناس اعداء لما جہلوا

رہا تحفہ اثنا عشریہ نام رکھنیکی جو وجہ لکھی ہے کہ بارہویں صدی کے بعد اس کتاب کی تصنیف ہوئی اسلیئے یہ نام رکھا تو یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ بجز دل آزاری شیعہ اسکا مقصود کیا ہو سکتا ہے۔ ہاں دوسری وجہ البتہ قابل التفات ہے کیونکہ جب مومنین بالیقین اسکو ملاحظہ فرمائینگے تو وہ بیشک نصیحۃ المومنین و فضیحۃ الشیاطین سمجھینگے کیونکہ اسقدر اغلاط و تحریفات سے کام لیا ہے کہ ہر شخص بعد مطالعہ اس کتاب پر اور اسکے مصنف پر مضحکہ کریگا اور حق اس طرح واضح ہو جائیگا کہ پھر کسی کے چھپائے چھپ نہ سکے۔

تحفہ۔ غرض تحریر اس رسالے اور تسوید اس مقالے سے یہ ہے کہ ہمارے زمانے اور شہروں میں بالفعل مذہب شیعہ یہانتک مروج ہو گیا اور پھیلگیا ہے کہ بہت کم گھر ہونگے جن میں دو ایک آدمی مذہب شیعہ نہ رکھتے ہوں اور اس عقیدے کیطرف راغب نہوں لیکن اکثر علم تاریخ اور اپنے اخبار سے ناواقف اور احوال اصول اسلاف سے بیخبر جب محفلوں اور مجلسوں میں اہلسنت و جماعت سے گفتگو کرتے تھے کچھ باتیں اور شتر گربہ یعنی نامناسب و بیمحل درمیان میں لاتے تھے اس سبب سے حسبۃ للہ یہ رسالہ لکھا گیا تاکہ ہنگام مناظرہ راہ نہ چھوڑ دینے پائیں اور اصول سے منکر نہوں اور بعض امور جو واقعی ہیں اون میں تردد و شک واقع نہو مع اس التزام کے کہ جو کچھ مذہب شیعہ اور اونکے اصول اور اون الزاموں سے جو نسبت اہلسنت کے عائد ہوتے ہیں انکی معتبر کتابوں کے سوا اور سے نقل نہ کیئے جائیں اور جو الزامی باتیں کہ اہلسنت کیطرف عائد ہوتی ہیں چاہیئے کہ وہ موافق روایات اہلسنت کے ہوں ورد وہ ...

طرف سے تہمت تعصب و عناد کی بو نکلتی ہے اور لگی ہوئی ہے اعتماد و وثوق باہمی غیر واقع اسکے سوا جو کچھ قصوں اور حکایتوں گذشتہ اس رسالہ میں مندرج ہیں اس قسم سے ہیں جسپر دونوں فریق کا اتفاق ہے اور ہر چند تفسیر قرآن مجید دونوں کی یکساں ہے تاہم زیادہ تر شیعوں کی تفسیر سے اس میں نقل کیا گیا ہے تا گمان تہمت کا کسیکو نہ رہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

انتہی مذہب شیعہ کا پھیلنا تو بنا بر وعدہ الٰہی ہے جسکو خداوند عالم نے کھلے لفظوں میں اپنے کلام پاک میں ذکر کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ ہر زمانہ میں خلفاء جور اور سلاطین و امراء وقت نے اس مذہب حقہ کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر پھر بھی اسکا رواج روز بروز بکمال ارتقا و اعتلا حاسدوں کی زعم باطل کے خلاف ترقی کرتا رہا اور کریگا کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا

خدا نے اپنے اون بندوں سے سچا وعدہ کر لیا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ خدا اونکو زمین پر جانشین بنائے گا جیسا کہ امم سابقہ کے مومنین صالحین کے لیئے کر چکا ہے اور اون تمام مومنین کو دین حق پر قائم و استوار کریگا (اور وہ اونکا دین پسندیدہ خدا ہوگا) اور اونکو ہر قسم کے خوف سے مامون و محفوظ قرار دیگا جسکا اتمام انشاء اللہ بمقتضائے آیہ کریمہ وقت ظہور صاحب الامر والزمان علیہ الصلوۃ والسلام ہوگا کیونکہ یہ زمانہ انشاء اللہ ایسا ہوگا کہ تمام روئے زمین انوار عدل و ایمان سے مملو ہوگا اور آتش ظلم و عدوان اس آوان میں سرد و خاموش ہوگی اور سب کے سب حبل المتین سے متمسک ہونگے جسپر کثرت سے احادیث و اخبار و شاہد ہیں اور انشاء اللہ وہ تمام اپنے موقع پر ذکر کیئے جائینگے

مترجم کہتا ہے کہ شاہ صاحب اپنے زمانہ کے سنت فرماتے ہیں کہ بالفعل مذہب شیعہ یہانتک مروج ہو گیا ہے حالانکہ شیوع مذہب شیعہ تو وفات رسول اللہ تک ایسا تھا کہ جو مسلمان تھا وہ شیعہ تھا خلافت سقیفہ نے مذہب اہلسنت کو پیدا کیا اور شہادت جناب امام حسین ع کے بعد اسکی تکمیل ہوئی مگر جب بھی کوئی شہر کوئی ملک ایسا نہ تھا جس میں شیعوں کی تعداد غالب نہ ہو بیشک کہ معاویہ نے چن چن کر شیعوں کو قتل کیا اوسکے بعد حجاج نے اسکی تکمیل کی پھر شاہ صاحب نے یہ کہا تھے لکھا کہ مذہب شیعہ کا رواج ہوا

حالانکہ کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جس میں شیعوں کا وجود نہو پھر فرماتے ہیں۔

ہاں اس شخص نے شیعوں پر یہ الزام بھی قائم کیا ہے کہ اکثر شیعہ اپنی تاریخ واخبار سے بیخبر و غافل ہیں مگر یہ ایسا غلط الزام ہے جس میں سچائی کی مطلق بو باس نہیں البتہ یہ ضرور ہے عوام کتب و تواریخ واخبار سے کم واقف ہوا کرتے ہیں کیونکہ یہ فریضہ خواص اور علماء کرام کا ہے کہ عوام کا علماء و خواص کو ناواقف بتانا خود اس شخص کے جہالت کو ظاہر کر رہا ہے جیسا کہ جہل و تجاہل اسکے اسلاف کا خاصہ ہے علاوہ بریں سب سے زیادہ تعجب تو اسپر ہے کہ اس ناصب کو باوجود دعوائے تاریخ دانی بلکہ ہمہ دانی خود معتبر و موثق کتب تواریخ و قصص مثل تاریخ طبری واقدی تاریخ ابن احمد اعثم کوفی وفیات الاعیان ابن خلکان تاریخ یافعی قصص الانبیا معارج النبوۃ مدارج النبوۃ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا حبیب السیر خلاصۃ الاخبار منتخب التواریخ بداونی اور کتب معتبرہ رجال سے مثل استیعاب تہذیب الکمال وغیرہ وغیرہ پر اطلاع نہیں جیسا کہ خود اسی ناصب کے تحریر سے معلوم ہوتا ہے جسکو ہم آئندہ برمحل ذکر کرینگے)

اس شخص کی حالت کسقدر مضحکہ خیز ہے کہ خود باوجود اس جہالت کے اہل حق کو کتب تواریخ سے ناواقف و جاہل ہونیکا اتہام لگا رہا ہے کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ع معیوب ہمہ عیب کساں می بینند از کوزہ ہماں چیز تراود کہ درواست۔

حق تو یہ ہے کہ مکر و فریب کی چال چلنا اور خواہ مخواہ کیلیے جھوٹی سچی باتیں بنانا ان نواصب کا خاصہ ہے خصوصاً جبکہ شیعیان امیر المومنین سے یہ لوگ کسی معاملہ میں الجھتے ہیں تو اپنے پیر و مرشد معاویہ غاویہ کے روح سے مکاری و غداری اور روباہ بازی میں مدد لینا شروع کرتے ہیں اور مغالطہ و مشاغبہ میں سنت معاویہ کو خوب زور سے پکڑ لیتے ہیں بخلاف اسکے فرقہ حقہ اثنا عشریہ ہمیشہ بمقتضائے الحق یعلو ولا یعلی استدلال و احتجاج کیساتھ مخالفین و ناصبین پر غالب و حاوی رہے ہیں بلکہ اکثر تو عوام شیعہ نواصب کے خواص فضلا کو استدلال کے تنگ و تاریک گھاٹیوں میں اسطرح مقید کرتے ہیں کہ جس سے انکا چھٹکارا محال ہو جاتا ہے چنانچہ ایک بڑھیا عورت اور علامہ ابن جوزی کی حکایت مشہور و زبان زد خلائق ہے فمن شاء فلیرجع الیہ فی محلہ

اس شخص نے ہمارے بعض اصول پر بھی اعتراض کیا ہے جو محض افترا و بہتان ہے جسکا بطلان تقریر

اسی رسالہ سے ظاہر ہوگا اور اصول سے انکار تو ان نواصب کا خاصہ بھی ہی پھر بھلا اس کو
ابو الابلائے علم و فضل (یعنی امیر المومنین ؑ) سے کیا نسبت ہے؟۔
رہی وہ الزامات جو شیعوں پر اونہیں کی کتب سے قائم کی گئی ہیں اگرچہ یہ طریقہ کہ خصم پر اونہیں کی کتب سے
استدلال کریں ایجاد کردہ شیعیان امیر المومنین ہی جسکو ان نواصب نے بھی اخذ کر لیا ہی چنانچہ شاعر کہتا ہی
خواہی کہ شود خصم تو عاجز ز سخن + می بند بکار قول پیران کہن + خصم از سخن تو چون نہ
گردد ملزم + او را بسخنہائے خودش ملزم کن۔ لیکن پھر بھی وہ تمام الزامات شاہ صاحب کے
جہالت و کم استعدادی سے پیدا ہوئی ہیں والا ایسا نہیں ہی یہ شخص نہ تو عبارت ونکو سمجھ سکا ہی اور نہ
معانی کو اوسکے صحیح مفہوم میں ادا کیا ہی بلکہ تمامتر کذب و افترا سے کام لیا ہی چنانچہ اسکی قلعی بھی
بہت جلد کھلی جاتی ہے انشاء اللہ۔
اگر آپ ان تمام امور سے درگذر کر کے دیکھیے تو ان نواصب کے مکروفریب میں ایک مزید لطفیہ یہ
پائینگا کہ یہ لوگ جس مقام پر گریز کا کوئی موقع نہیں پاتے میں یا خود اپنی ہی کتب معتبرہ سے مجبور و ملزم
ہو جاتے ہیں تو انتہا تعصب و عناد کیوجہ سے خود اپنی ہی کتب معتبرہ کو پایہ اعتبار سے گرا دیتے ہیں
چنانچہ تفسیر ثعلبی تفاسیر اثنی عشر مسند فردوس دیلمی مناقب خوارزمی مناقب ابن مغازلی
شافعی وغیرہ بہت سی کتابوں کو حد اعتبار سے گرا دیا ہی اور اونکے مصنفین پر یہ الزام لگایا ہی
کہ روایت کرنے میں انھوں نے مسامحہ و مساہلہ کیا ہی حتی کہ فضل ابن روزبہان جیسے علامہ نے
تاریخ طبری جیسی کتاب سے انکار کر دیا ہی اور انکار ہی نہیں بلکہ اوسکے مصنف کو تشیع کیساتھ بھی
متہم کر دیا ہی علی ہذا کثرت سے احادیث صحیحہ کو موضوعہ کہکر ٹالدیا ہی اور اس معاملہ میں اس قدر
مبالغہ اور ما تنا کھینچ تان کیا ہے جسکی کوئی حد نہیں ہی فاعتبروا یا اولی الابصار۔
ہم کہسکتے ہے کہ اکثر مقامات پر خود قرآن مجید کو جو تمامی اہل اسلام میں مروج ہی مملو از تحریف قرار
دیکر اون آیات سے استدلال کیا ہی جسکو روایت شاذ کہتے ہیں اور صحیح بخاری سے بھی دستبرداری
کیا چنانچہ بحث متعہ میں صحیح مسلم کو صحیح ترین کتب اہلسنت قرار دیا اور اور صحیح بخاری و صحیح مسلم
دونوں کو اس موقع پر غلط قرار دیا کہ جناب امیر نے پہلے ہی روز بیعت ابوبکر کی کی۔ حالانکہ
صحیح بخاری و صحیح مسلم میں چھ مہینہ بعد وفات جناب سیدہ مرقوم ہی مگر شیخ عبد الحق نے

ما ثبت بالسنہ میں لکھا کہ حضرت نے دسیں روز بیعت کیا یہی روایت اہلسنت کے یہاں معتبر سمجھی گئی علامہ فرماتے ہیں۔

خاندان تیموریہ کے بعض اعاظم سلاطین نے اپنے بعض فوائد میں جسکو جناب سید مرتضیٰ الحسینی رحمہ اللہ کیلئے اپنے اوستاد جو افاخم حکماء عصر سے تھے بطریق نقل لکھا ہے کہ کتب معتبرہ اخبار جس سے مراد تواریخ معتبرہ ہیں جس سے سب شبہات زائل ہوجاتے ہیں اگر کوئی شخص اوسکی طرف توجہ کرکے اہل زمانہ کے روش اور اوس عہد کے وقائع کو بنظر تعمق دیکھے تو یقیناً وہ شخص امر حق کو کھلے آنکھوں سے روز روشن کیطرح دیکھ لے سکتا ہے اور سمجھ جاسکتا ہے کہ اس طمع سازی و مکاری سے اصالت کو سو دو بلکہ ہر اور جس معاملہ میں کہ اسطرح حسن پوشی کی گئی ہو اوسکے تئیں کوئی دوسری ہی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب علمانے اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تو کتب تواریخ کے اعتبار پر قلم نسخ پھیر کر تمام کتب تاریخیہ کو درجہ اعتبار سے گرادیا ہے اور کتب مغازی کو باوجودیکہ اوسکے اکثر روایات مثل کتب احادیث مرفوع ہیں اور روات بھی مقبول مگر پھر بھی ان لوگوں نے اوسکے مولف و مصنف کے احوال میں قدح کرکے اور دوسرے دوسرے شبہات گڑھکر اوسکو نظر اعتبار سے گرادیا ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ ایسی بہت سی کتابیں معدوم ہوگئیں اور جو باقی رہیں اون میں بھی کچھ ایسے ایسے انوکھے تصرفات کردئے ہیں جس سے وہ خواہ نخواہ کیلئے بالکل غیر معتبر مشہور ہوکر رہ گئی ہیں انتہی

حکایت مناسب مقام ملا عبدالقادر بدادنی کہ علمای اہلسنت سے ہیں اپنے کتاب منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں جو مشہور بتاریخ بداونی ہے احوال ملا عبداللہ سلطان پوری میں لکھتے ہیں کہ وہ قوم انصار سے تھے اور آبا و اجداد اونکے سلطان پور میں مقیم تھے محول علماء زمان سے تھے اور یگانہ روزگار خصوصاً عربیت و اصول فقہ و تاریخ میں و سائر نقلیات میں ممتاز تھے: عصمۃ الانبیا کا شمائل النبی اونکی یادگار ہے ہمایوں بادشاہ سے مخدوم الملکی اور شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا نہایت سخت متعصب سنی تھے ایک روز میں اونکے خدمت میں گیا دیکھا کہ روضۃ الاحباب دفتر ثالث اونکے سامنے کھلا ہوا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ دیکھو مقتدایان ولایت نے دین میں کیا کیا خرابیاں کی ہیں اور اس شعر کو دکھایا ہے

ہمیں بس بود کہ حق تعالی او + کہ کردند شک در خدائی او۔ اس شعر کو دکھلاتے اور کہتے کہ دیکھو افضیت سے بھی آگے بڑھ گیے ہیں حلول کے درجہ پر پہونچا دیا ہے ارادہ ہے کہ اس کتاب کو شیعوں کے سامنے جلائیں

مصنف کتاب کہتے ہیں کہ اگرچہ میں تازہ وارد تھا اور ملاقات بھی پہلی تھی بکمال جرأت و دلیری کہا
کہ یہ شعر ترجمہ ہے اوس شعر کا جو امام شافعی کیطرف منسوب ہے لو ان المرتضی ابدی محلہ • لصار الناس
طراً سجدا لدیہ کفی فی فضل مولانا علی • وقوع الشک فیہ انہ اللہ ملا عبد اللہ سلطان پوری نے کہا
یہ شعر تمنے کہانسے پڑھا میں نے کہا قاضی میر حسین میبذی نے شرح دیوان جناب امیر میں اسکو لکھا ہے
ملا عبد اللہ نے کہا وہ بھی متہم برفض تھا میں نے کہا یہ بحث دوسری ہے شیخ ابو الفضل و حاجی سلطان جو
ہمارے ساتھ گئے تھے وہ بار بار اشارہ کرتے تھے کہ چپ رہو جب میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ دفتر ثالث روضۃ
الاحباب میر جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اونکے بیٹے میرک شاہ کی تصنیف ہے اسی وجہ سے
اسکی عبارت سابق دو دفتر سے نہیں ملتی وہاں محدثانہ رنگ ہے یہاں شاعرانہ جواب دیا کہ بابا ہیں
دفتر دوم میں بھی ایسی عبارتیں لکھی ہیں جو اونکے بدعت و فساد اعتقاد پر دلالت کرتی ہیں میں نے کہا اور
حواشی بھی لکھے ہیں منجملہ اوسکے یہ مضمون ہے کہ جب سب سے پہلے طلحہ نے جناب امیر کی بیعت کی تو آپنے کہا
ید شلاء و بیعۃ لا تتم (یعنی اگر دست شل نے بیعت شل کی یہ بیعت کب پوری ہو سکتی ہے)
بھلا جس ہاتھ نے محافظت رسول اللہ میں بروز احد گیارہ زخم کھائے ہوں اوسکے بیعت پر جناب امیر کیونکر
یہ فرما سکتے ہیں اور شگون بد اوس سے لے سکتے ہیں یہ محال عادی و اعتقادی ہے میں نے کہا ممکن ہے کہ تفاول
اور شگون میں فرق ہو۔ شیخ ابو الفضل ہمارا ہاتھ زور سے مل رہے تھے اور اس تقریر سے مانع تھے
آخر ملا صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے تو لوگوں نے ہماری تعریف بیان کی اور وہ صحبت بخیر
گذری بوقت معاودت ہمارے دوستوں نے کہا کہ آج بڑی خیریت گذری وہ تمہارا معترض نہوا ورنہ کون
تمکو بچا سکتا تھا انتہے

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ملا عبد القادر بداونی نے بالکل اقرار کیا کہ دفتر ثالث روضۃ الاحباب
مصنفہ میر جمال الدین محدث ہے اور آخری فقرہ کہ تصنیف میرک شاہ ہے بطور مماشاۃ واقع ہوا ہے
رہا یہ امر کہ قاضی میر حسین میبذی شارح دیوان جناب امیر کو اونھوں نے متہم برفض کیا تو اس کا
بطلان اسی سے ظاہر ہے کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے امیر کمال الدین قاضی حسین جسنے میبذی کو شاہ اسمعیل نے
سنہ ۹۱۰ میں قتل کرایا حالانکہ شاہ اسمعیل مروج مذہب شیعہ گذرے ہیں کب ممکن تھا کہ اگر وہ شیعہ
ہوتے تو بادشاہ اونکو قتل کرتا۔ اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ سید جمال الدین محدث مصنف کتاب

روضۃ الاحباب کو وہ بدعتی اور فاسد العقیدہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ مشاہیر علمائے اہلسنت سے ہیں اور اگر اس قسم کے روایتوں کے نقل سے کوئی بدعتی ہو جاوے تو پھر کون شخص اس سے بچ سکتا ہے کیونکہ کوئی عالم کوئی محدث اس قسم کی روایتوں سے خالی نہیں ہے۔

رہا شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ تاریخ و حکایات جو اس میں لکھی ہیں وہ سب متفق علیہ فریقین ہیں تو بطور کلیت یا اکثریت یہ دعویٰ غلط ہے جیسا کہ آئندہ ظاہر کیا جائیگا۔

مترجم کہتا ہے کہ شاہ صاحب نے بیان دیباچہ میں اسقدر غلط گوئی اور بیہودہ بیانی سے کام لیا ہے کہ اگر ہر ہر جملہ کا جواب دیا جائے تو ایک جلد اس میں مرتب ہو مگر چونکہ بنا بر اختصار ہے اسلئے علامہ صاحب کرسہ نے اسی مختصر جواب پر اکتفا کیا کہ طول نہونے پائے۔

تحفہ اب اس مقالے کے دیکھنے سننے والوں سے التماس ہے کہ اسکے مطالعے کے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھیں **اول** یہ کہ جو کچھ اس رسالہ میں قسم مطاعن اہلبیت عظام اور صحابہ کرام بلکہ نقصوں ملائکہ اور انبیا علیہم السلام سے مذکور ہیں اور لازم آئے راقم الحروف کو اوس سے بری الذمہ جانیں اور اونکی عہدہ سے علیحدہ سمجھیں مجھکو ہزار زبان اون امور شنیعہ سے تبرا ہے اور بقصد دل ایسی بے ادبی نہ بری کی کیا کروں بنا کلام ایسے گروہ کی اصول پر ہے کہ مجبوری اوسکو اختیار کرنا اور جدہر وہ کھینچتا ہے اودھر جانا اور اوسکی رنگ میں رنگین ہونا پڑتا ہے۔

رد التحفہ اہلبیت اطہار و انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام کی تحقیر کیسا بے ادبی و اسا رت کہ نہیں جو کچھ بھی اس شخص نے اپنے اس قول سے اپنی آپ برات ظاہر کی ہے نہ تا اوسکے دلی جذبات کے بالکل مخالف و منافی ہے جو عنقریب خود اوسکی تحریر سے ظاہر ہوا جاتا ہے۔

اور جو کچھ اس شخص نے حضرت صاحب السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارہ میں بے ادبی کی ہے یا امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں طعن و تشنیع کی ہے وہ اس شخص کی ناصبیت و خارجیت کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ بجز اسکے کسی ایک معتبر عالم نے بھی مذہب اہلسنت سے اپنی کتابوں کو ایسی بیہودہ تحریر سے ملوث نہیں کیا ہے اور حضرات شیعہ اثنا عشریہ رضوان اللہ علیہم تو اسکے قائل ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ یہ لوگ تو تمام انبیا و ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عصمت و طہارت کے قائل ہیں ابتدائے عمر سے اخیر عمر تک جمیع اقسام معاصی صغائر و کبائر سے عمداً ہوں یا سہواً۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ ناصبی مذکور اپنے امام اختیار کو اس

فرقہ حقہ (جو بصد دل وجان امیر المومنین پر فدا ہیں) کے حوالہ کردیتے تو بیشک بموجب اس حدیث کے جسکو طبرانی نے رسالتمآب صلعم سے روایت کیا ہے کہ آپنے فرمایا اللھم من امن بی وصدقنی فلیتول علی ابن ابیطالب فان ولایتہ ولایتی وولایتی ولایۃ اللہ خدا فرماتا جو شخص مجھپر ایمان لاوے اور میری تصدیق کرے چاہیے کہ وہ ولایت علی بن ابیطالب کو قبول کرے کیونکہ علی کی ولایت بعینہ میری ولایت ہے اور میری ولایت بعینہ خدا کی ولایت ہے، پس یہ شخص اگر ولایت جناب امیر کو قبول کرتا تو ولی اللہ ہوتا مگر اس شخص نے تو قائم سخط الہی کی تبعیت کی اور حزب اللہ سے خارج ہوکر دشمنان خدا میں داخل ہوا کیونکہ طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عمر سے روایت کیا ہے قال قال رسول اللہ صلعم من فارق علیا فقد فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ جسنے علی سے علحدگی اختیار کی وہ مجھسے جدا ہوگیا اور جو مجھسے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہو مردود قرار پایا پھر یہ کیونکر دعوی محبت کرسکتا ہے ومن یضلل اللہ فما لہ من ہاد

تحفہ دوم یہ کہ جہاں کلام کو مطلق مقید کرکے موافق مذہب شیعہ کے بیان کیا ہے اور جہاں اہلسنت کے مذاہب سے مقید کیکے انکی قدم پر قدم رکھا ہے اوس میں یہ گمان نکریں کہ کلام مطلق کی یہی مذہب ہے حاشا وکلا

رد التحفہ اس شخص نے لفظ شیعہ کو (علی الاطلاق) استعمال کرکے عجب طرح کی غلط فہمی پیدا کی ہے کیونکہ اولا اس شخص نے بیان مذاہب میں اکثر اقوال باطلہ زیدیہ واسماعیلیہ اور غلاۃ وغیرہ کو ذکر کیا ہے اور بغیر فرق وامتیاز مذاہب مختلفہ تمام باتوں کو شیعوں کی طرف منسوب کردیا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ تمام اقوال مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے ہیں (لان المطلق ینصرف الی فرد کامل) کیونکہ ادھر کے ممالک اور اس زمانہ کی شہرت کی بنا پر شیعہ کہنے سے سوا فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے کوئی دوسرا سمجھا ہی نہیں جاتا جس سے یہ دھوکا دینا مقصود ہے کہ عوام سمجھیں ان تمام اقوال باطلہ کے قائل بھی فرقہ حقہ اثنا عشریہ ہیں حالانکہ بالکل ایسا نہیں ہے اور اس طرح کا مکر و فریب محض اس غرض سے کیا گیا ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں ایسی ایسی بیہودہ باتوں کو سنکر فرقہ حقہ سے متنفر و برگشتہ ہوجائیں۔

ثانیاً مزید لطف یہ ہے کہ اس شخص نے اکثر اقوال مذہب حقہ کو خود اختلال پیدا کیا ہے اور مکر و خدع کیساتھ معنی و مفہوم میں تصرف اور پھر اوسکو کتاب خدا و سنت رسول کے مخالف بیان کیا ہے حالانکہ حقیقت میں اس شخص نے اہل حق کے حجج و براہین کے مقابلہ میں مغالطہ و مکابرہ سے

کام لیا ہے اور معاویہ کی بھی شاگردی کو ثابت کیا ہے کہ جسطرح موالیان امیر المومنین کیتھی مکر و دغل کیا کرتا تھا (چنانچہ جنگ صفین کا معرکہ شاہد ہے کہ جب اسنے آپکو موالیان امیر المومنین کیطرح بھی عہدہ برانہ پایا تو مکر و فریب شروع کیا اور صرف دھوکے کی نیت سے قرآن صامت کو قرآن ناطق کے سامنے علم بنا کر پیش کیا اور اس دھوکا بازی سے من مانی مراد پائی اور اسلامی بنیاد پر نقب لگا چھوڑا) اسیطرح یہ پس خوردہ معاویہ شیعیان امیر المومنین کیساتھ مکر و حیل سے پیش آ رہا ہے۔

تحفہ سوم یہ کہ اس رسالے کو وہ مطالعہ کرے کہ شیعہ اور اہلسنت دونوں کے مذہب سے خوب واقف اور آشنا ہو اور دونوں کو جانتا پہچانتا ہو اگر دوسرے مذہب کو کماینبغی نہیں جانتا قابل مطالعہ اس رسالہ کے نہیں ہے ہاں اگر شیعہ مذہب پر اسکو پورے طور سے عبور ہے اور اہلسنت کے مذہب سے چنداں آشنا نہیں ایسا شخص بھی اس سے نفع اوٹھائیگا اور برعکس اسکے کہ مذہب شیعہ کو خوب نہیں جانتا اور اہلسنت کے مذہب کو پورا جانتا ہے وہ بھی اسکے فائدے سے بہرہ رہیگا کسواسطے کہ بنا اصل کلام کی اس رسالے میں خاص اصول شیعہ اور انکی رد لیتو پر ہے۔

ردالتحفہ آخر کار اس قول میں بفحوائے الکذوب قد یصدق (جھوٹے کے زبان پر بھی کبھی سچی بات آہی جاتی ہے) کلام حق زبان سے نکل ہی آیا بیشک یہ بالکل سچ ہے کہ جو شخص کہ مذہب شیعہ و اہلسنت سے اچھی طرح واقف ہوگا اور دونوں مذہبوں کی کتابوں کو نہایت غور و خوض سے مطالعہ کر چکا ہوگا یا جسنے کہ محض کتب مذہب شیعہ کو تحقیق و تدقیق کیساتھ پڑھا ہوگا (اگرچہ مذہب اہلسنت سے کافی طور پر واقف نہوا ہو) جب وہ اس رسالہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں غور کر کے مطالعہ کریگا تو وہ یقینی طور پر شاہ صاحب کی تدلیس و تلبیس اور خلط و تخلیط پر مطلع ہو جائیگا اور انکی افترا و بہتان کرنے اور مغالطہ دیکر غلط فہمی پیدا کرنے سے کماحقہ واقف ہوکر ہنس پڑیگا۔

ہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ جس شخص نے صرف مذہب اہلسنت کے کتابوں کو مطالعہ کیا ہوگا اور کتب شیعہ سے بالکل ناواقف ہوگا اسکو یہ رسالہ "تحفہ اثنا عشریہ" یقیناً کچھ فائدہ نہ پہونچائیگا بلکہ اس وجہ سے کہ حقیقت امر سے واقف نہیں ہے اپنے مذہب کو غنیمت اور بہتر پائیگا اور مذہب حق کو ضعیف و نحیف جو باعث ضلالت و گمراہی قرار پائیگا لہذا اسکا مطالعہ اوسی شخص کو فائدہ پہونچا سکتا ہے جو دونوں مذہبوں سے واقف ہو اور کتب شیعہ کو بغور و تامل مطالعہ کر چکا ہو

تحفہ چہارم یہ کہ اس رسالہ میں جو کچھ شیعوں کی معتبر کتابوں سے منقول ہے اوس میں ذرا گنجائش افترا و بہتان کی نہیں ہے اسلیے کہ وہ کتابیں انکی مشہور و معتبر کتابوں سے ہیں دیکھنے والے کو چاہیے کہ بدماغی کرے نقل و اصل کو مطابق کرے اور اس سے نہ ڈرے کہ اگر صحت نقل کی ظاہر ہو تو نقل اوسکی لازم ہوجائیگی

رد التحفہ اگر امور خارجیہ سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو خبر فی ذاتہ سچ و جھوٹ دونوں ہونیکا احتمال رکھتی ہے بالخصوص اوس شخص کی بیان کردہ خبر جو کذب و افترا وغیرہ کیساتھ متہم ہو کیونکہ اس صورت میں اوس خبر کے جھوٹی خبر ہونیکا احتمال قوی ہوجائیگا لہذا اس شخص کا یہ کہنا کہ ہمارے اس تحریر میں افترا و بہتان کے احتمال پیدا کرنیکی گنجائش نہیں ہے محض دعوائے بیدلیل ہے اور اب میں بخوف و خطر بمقتضائے آیہ کریمہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا اگر شخص فاسق تمہارے پاس آکر کوئی خبر بیان کرے تو تم لوگ اوس خبر کو اچھی طرح پرکھ لو حقیقت امر کو پرکھکر قبول کرنیکے لیے اصل امر کیطرف رجوع کرتا ہوں اور اون تمام عبارات اور روایات نقل کردہ میں غور و تامل کرکے اس ناصبی کے غلط فہمیوں کو دکھلاتا ہوں انشاء اللہ المستعان

تحفہ پنجم یہ کہ تاویل کا گمان نکرے اور یہ نہ کہے کہ ہر چند یہ سب شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے لیکن شاید اس میں کوئی تاویل ہو کہ ہمارا ذہن اوسکو نہیں پہونچتا اسواسطے کہ مناظرہ کیوقت ایسی احتمال سے عجز و بیچارگی جانی جاتی ہے اور جہل و نادانی کا گواہ ہوجاتا ہے اور باب گفت و شنید کو بند کردیتا ہے اور تیمنا و تبرکا اس رسالے کو موافق شمار بارہ اماموں کی بارہ باب پر مرتبہ کیا گیا **باب اول** اس باب میں کیفیت نئی پیدا ہونے مذہب تشیع کی ہے اور شاخ شاخ ہونا اوسکا مختلف فرقوں کی طرف **باب دوم** مکاید شیعہ میں اور وجوہ ایسی کہ انکی بہکاوے اور فریب دہی کی ہیں **باب سوم** میں ذکر انکے اگلے لوگوں اور کتابوں اور عالموں کا ہے **باب چہارم** میں ذکر اخبار و روایات کا ذکر **باب پنجم** میں الہیات کا بیان ہے **باب ششم** نبوات میں **باب ہفتم** امامت میں **باب ہشتم** معاد میں **باب نہم** مسائل فقہیہ کے ذکر میں **باب دہم** مطاعن خلفاء ثلثہ یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و ام المومنین یعنی عائشہ و دیگر صحابہ میں **باب یازدہم** مشتمل بر خواص مذہب شیعہ اس میں تین فصلیں ہیں **فصل اول** انکے اوہام کے بیان میں **فصل دوم** تعصبات میں **فصل سوم** ہفوات میں **باب دوازدہم** بیان تولا و تبرا میں کہ دس مقدمہ پر مشتمل ہے

ان بارہ بابوں پر یہ کتاب تمام ہوئی ہے آگے مصنف کتاب رحمہ اللہ کے حق میں دعا فرماتے ہیں کہ حضرت باری عز شانہ و جل سلطانہ اپنے فضل سے اور ان بزرگوار و نکی ذات عالی کی برکت سے جنکا اس میں ذکر ہے اسکو قبول کرے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد الملہم للحق السداد

رد التحفہ اس شخص نے اپنے اس تحکم دعویٰ بے دلیل سے انتہا درجہ کی حماقت ظاہر کیا یہ شخص اتنا بھی نہیں سمجھ سکا ہے کہ اکثر اخبار و آثار فریقین کے کتابوں میں از قبیل متشابہات موجود ہیں جنکی تاویل میں اختلاف مذہب کیسا خداوند عالم کے حوالہ کر دینا متحتم ہو چکا ہے والا جھگڑا اور شک کنندہ اشخاص سے دونوں کا عاجز ہو جانا لازم آئیگا اسکا اجمالی بیان یہ ہے دانے مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث میں بھی کثرت سے حدیثیں ایسی ہیں جو مثل آیات کلام اللہ ناسخ و منسوخ اور خاص و عام محکم و متشابہ ہیں محکم (۱) اصولیین کے اصطلاح میں اوس کلام کو کہتے ہیں جسکے معنی ہر وہ شخص جو لغت کو اچھی طرح جانتا ہو سمجھ سکے (۲) یا منسوخ نہ ہوا ہو یا کسی فرد خاص کیلئے مخصص نہو یا دونوں نہوں یعنی نہ منسوخ ہو نہ تخصیص (۳) اوس کلام کا نظم مستقیم ہو اور تمام خلل اور خرابیوں سے محفوظ ہو جس سے مقصود کلام اچھی طرح ظاہر ہو سکے اور سامع و ناظر کو کسی قسم کا اشتباہ و شک باقی نہ رہے۔

اور متشابہ کو انہیں تینوں معنوں کے خلاف سمجھ لینا چاہئے یعنی متشابہ کے معنی جو واضح نہیں ہوتے اسکی وجہ یا تو الفاظ مشترکہ کا استعمال کرنا ہے یا کلام کو نہایت اجمال کیساتھ بیان کرنا ہے یا کلام میں اسطرح کے تشبیہات کو ذکر کیا ہو جس سے کلام کا مطلب ہی واضح نہو اور محکم ایک تاویل سے زیادہ کی متحمل نہیں ہے اہل اسلام کا دو قول ہے (۱) کلام متشابہ کے معنی و مراد کو بیان کرنے میں توقف (یعنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اسکا کیا مطلب و مقصود ہے) کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسکا مطلب سوا خداوند عالم کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا (۲) بعض محض راسخون فی العلم کو واقف تاویل سمجھتے ہیں اور یہ اختلاف محض اسوجہ سے ہوا ہے کہ بعض لوگ آیہ کریمہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم میں الا اللہ تک ایک جملہ قرار دیتے ہیں اور والراسخون فی العلم کو ایک علحدہ کلام قرار دیتے ہیں اور بعض والراسخون فی العلم کو مع الا اللہ پورا آیہ قرار دیتے ہیں چنانچہ اسی طرح سے سب کو ایک آیہ قرار دینا تفاسیر اور اصول فقہ کے کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

بیضاوی نے کہا ہے من وقف علی اللہ فسر المتشابہ بما استاثر اللہ بعلمہ کمدت بقاء الدنیا
ووقت قیام الساعۃ وخواص الاعداد کعدد الزبانیۃ او بما دل القاطع علی ان ظاہرہ
غیر مراد ولم یدل علی ما ہو المراد – یعنی جس شخص نے اللہ پر توقف کیا (یعنی اوس کو
علیحدہ آیہ قرار دیا ہے) وہ متشابہات کی تفسیر کو یا تو علم خدا کیساتھ مخصوص کرتا ہے جیسے کہ بقاء دنیا
اور قیام قیامت اور خواص اعداد اور زبانیہ کی شمار و اعداد کا علم سوا خدا کے کسی دوسری کو
نہیں ہوتا اوسیطرح متشابہ آیتوں کا علم سوا خدا دوسرے کو نہیں ہوتا یا اوسکی تفسیر میں کہتا ہے کہ
الفاظ ظاہری اس آیت کی جس مطلب پر دلالت کرتے ہیں وہ غیر مراد میں (پھر اسکے ساتھ یہ بھی
نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی مراد کیا ہے –

اسی طرح اس مؤلف کتاب اثنا عشریہ نے احادیث متشابہا کیساتھ تمسک کرنے میں ہم مذہب
منافقوں کی چال اختیار کی ہے کہ الفاظ ظاہری کے معانی کو ذکر کیا ہے اور جہاں کہیں کچھ تاویل
کی ہے وہاں محض لغو اور باطل معنوں کو بیان کیا ہے جس سے اس آیت کا مصداق بنا ہے فاما
الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (جن
لوگوں کی دل میں تعصب و کجی پیدا ہوگئی ہے وہ ہمیشہ اوس کلام کو ڈھونڈھتے رہتے ہیں جو متشابہ
ہیں تاکہ بعض کلام کی ظاہری معنوں کو ذکر کرکے فتنہ و فساد برپا کریں اور بعض کلام کی
تاویل بے باطل و بیہودہ معنوں کو بیان کریں)

الحاصل تمام وہ حدیثیں جو اسطرح کی اصول و فروع کے بارہ میں حضرات اہلسنت کی کتابوں میں
مذکور ہیں اگر صرف اونھیں کو اکٹھا جمع کرکے دیکھی جا تو خاصی ایک ضخیم کتاب بنیاد ہوجائیگی
لیکن میں زیادہ نہیں چند حدیثیں جو اونکی اصول مذہب کی متعلق ہیں بطور نمونہ بیان کرتا
ہوں اور باقی کو جب جب موقع آئیگا مناسب مقام کیساتھ ذکر کرونگا –

(۱) صحیح بخاری میں وراد عن مغیرہ سے روایت کیگئی ہے واللہ اغیر منی عائشہ سے روایت ہے یا امۃ
محمد ما احد اغیر من اللہ خدا سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے۔ ص ۱۴۲ جلد ۴ کتاب الغیرہ
(۲) اسی صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے باب الدعاء والصلوۃ قال قال رسول اللہ صلعم
ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی

فاستجیب لہ من یستغفرنی فاغفرلہ کہ رسول اللہ نے بیان کیا خدا تعالیٰ ہر رات میں آسمان دنیا کیطرح اتر کر ٹھہرا رہتا ہے یہانتک کہ جب ایک تہائی رات رہجاتی ہے تو کہتا ہے جو شخص مجھسے دعا کریگا میں اوسکی دعا کو قبول کرونگا اور جو استغفار کریگا میں اوسکو بخشدونگا۔ صفحہ ۲۱۱ ج ۱

(۳) صحیح مسلم میں بھی حدیث اتنی سی زیادتی کیساتھ ہے ثم یبسط یدیہ ویقول من یقرض غیر عدوم ولا ظلوم حتی ینفجر الفجر صفحہ ۲۵۸ جلد اول

(۴) مشکوٰۃ میں بھی یہ روایت موجود ہے صفحہ ۲۰۳ جلد ۲ مطبوعہ لاہور ترجمہ مولوی وحید الزمان صاحب

(۵) مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے قالت فقدت رسول اللہ صلعم لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال انت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم وکلب صفحہ ۹۲ ج دوم

کہ ایک شب پیغمبر رسول اللہ کو اپنے بستر پر نہ پایا دیکھا تو آپ جنت البقیع میں ہیں حضرت نے فرمایا تو گمان کرتی ہے کہ خدا و رسول تجھپر حیف و ظلم کرتے ہیں عائشہ نے کہا کہ مجھکو گمان ہوا آپ اپنی کسی زوجہ کے یہاں تشریف لیگئے ہیں حضرت نے فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا کیطرف نزول کرتا اور عدد شعر غنم و کلب سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔

(۶) اسی کتاب مذکور میں ابوموسیٰ اشعری سے نقل کیا گیا ہے اور اونھوں نے رسول اللہ سے روایت کیا ہے قال ان اللہ تعالیٰ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا المشرک او مشاحن رواہ ابن ماجہ ورواہ احمد عن عبد اللہ بن عمرو العاص وفی روایۃ الا اثنین مشاحن او قاتل نفس صفحہ ۹۲ جلد ۲

(۷) اہلسنت کی صحاح میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے یضع الجبار قدمہ فی النار فیقول قط قط بعزتک وکرمک کہ جب خداوند عالم آتش جہنم میں اپنا پیر ڈالدیگا تو جہنم کہیگا بس بس قسم ہے تیرے عزت وکرم کی ماسی قدر کافی ہے۔

(۸) دوسری روایتوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے یقال لجہنم ھل امتلأت ومن مزید حتی یضع رب العزۃ فیھا قدمہ فیقول قط قط کہ خدا جہنم سے جب دریافت کریگا کہ تیرا پیٹ بھرا یا

کچھ اور چاہیگا تو وہ کہتا جائیگا اور چاہیگا اور چاہیگا یہاں تک کہ خدا اوس میں اپنا پیر ڈالیگا تب جہنم کہیگی بس بس

(۹) دوسری روایت میں ہے ان قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن کہ مومن کا دل خدا کے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

(۱۰) ایک دوسری روایت میں ہے ان قلوب بنی آدم کلہا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصرفہا کیف یشاء کہ تمام بنی آدم کے قلوب خداوند عالم کی دو انگلیوں کے درمیان میں ایک دل کی مانند ہیں اور وہ اون تمام دلوں کو جدھر چاہتا ہے پھیرا کرتا ہے

(۱۱) بعض روایتوں میں تو یہ بھی پایا گیا ہے رأیت ربی فی احسن صورۃ کہ کچھ لوگوں نے اپنے خدا کا بہترین خوبصورتی کیساتھ نظارہ کیا ہے اسی طرح کی اور بھی بہت سی روایتیں موجود ہیں جنکو ہم جمع کر سکتے ہیں اور نہ اونکا احصا ہو سکتا ہے

معالم التنزیل میں ہے فیضع قدمہ علیہا تعالی عما یقول الظالمون ثم یقول ہل امتلأت فیقول قط قط قد امتلأت فلیس فی مزید قال رسول اللہ لا یزال جہنم یقول ہل من مزید حتی یضع رب العزۃ فیہا قدمہ فیقول قط قط وعزتک ص ۸۵۶

اور ظاہر ہے کہ تمام حدیثیں خدا کی تجسیم و شکل ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر اگر ہم ان روایات کو اپنے مذہب کیلئے مستند قرار دیں تو اہلسنت وجماعت حضرات کو ہمارا تاویل کرنے یا اوسکے علم واقعی کو علام الغیوب کے حوالہ کرنیکے لیے بعنا اگرچہ یہ احادیث خود ہمارے ہی کتابوں میں موجود ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ ظاہری معنی مراد نہوں بلکہ اسکی کوئی تاویل ہوگی جسکا نہ علم ہمکو ہے اور نہ اوس تک ہمارا ذہن رسا پہونچ سکتا ہے کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

بحر المذاہب میں ہے والمضرحہ الذاہرۃ فی الجہۃ والجسمیۃ والصورۃ والجوارح متشابہات یعنی جو الفاظ کہ خداوند عالم کیلئے جہت جسمیت صورت اعضا و جوارح کے متعلق ہیں وہ سب کے سب الفاظ متشابہات ہیں اور ہم بھی ان الفاظ کے متشابہ ہونیکی تصدیق کرتے ہیں اور اسکے واقعی علم کو خداوند عالم کے حوالہ کرتے ہیں جو متقدمین کا دستور ہے یا اگر تاویل کرینگے تو ایسی تاویل جو صحیح ہو اور خداوند عالم کے لائق ہو پھر بھلا اگر شیعہ حضرات بھی اخبار متشابہا کے بارہ میں تاویل کرنیکے مدعی ہوں تو کیا قباحت لازم آئیگی

اور اگر کوئی قباحت ہوگی تو اوس میں دونوں فرقے برابر ہونگے نہ کہ ایک ہی فرقہ

تحفہ باب اول کیفیت حدوث مذہب تشیع میں اور شاخ شاخ ہونا اوسکا مختلف فرقوں پر جاننا چاہیے کہ مذہب شیعہ کا جب سے پیدا ہوا رنگ رنگ سے ظہور کرتا رہا اور طرح طرح کی لباس بدلا کیا ہر وقت میں دوسرے رنگ پر ظاہر ہوا آخر سلاطین صفویہ نے جو شاہ صفی بن شاہ اسمعیل ایرانی کی اولاد تھے عراق و خراسان میں اس مذہب کے رواج دینے اور اصول و قوانین ضبط و حفظ کرنے میں کوشش کی چنانچہ اوسوقت کے اکثر علمانے بڑی کوشش کرکے اسکے اصول و فروع درست کیے اور رسالوں اور کتابوں میں جمع کیے اوسوقت سے بدلنا اور ایک حال سے دوسرے حال پر ہونا اسکا موقوف ہوا ایک طور پر ٹھہر گیا مگر یہ رنگ بدلنا اور ایک حال سے دوسرے حال پر ہونا رہنا خاص خاصہ اسی مذہب کا ہے اور بس سوا اس مذہب کے کسی اہل مذہب نے گو اختلاف فروع مذہب میں ہوا لیکن اصول مذہب کو کبھی تبدیل نہیں کیا البتہ اسکے بانی مبانی ہر وقت میں مناسب وقت کے ایک مذہب تراشتے رہے اور اصول و ارکان بدلتے رہے ایک طور پر نہیں ٹھہرنے دیا اس سبب سے اسکے اصول و ارکان میں نہایت تبدل و تغیر واقع ہوا اب تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلفا ثلثہ یعنی حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے وقت میں بہت سے شہر کفار و یہود اور نصاری اور مجوس اور بت پرستونکی بعنایت ایزدی صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ہاتھ سے فتح ہوئے اور قتل و گرفتاری اور لوٹ اور غارت کفار نگونسار میں پڑی جس سے نہایت ننگ و عار اونکو لاحق ہوئے حتی کہ لڑکیاں ناکتخدا اونکی تصرف میں ادنے مسلمان کے ہوئیں اور لڑکی لڑکے اشراف کفار کے لونڈی غلام اجلاف عرب کے بنے اور بکمال ذلت و خواری داغ جزیہ کا اونکی اعلی لوگوں پر لگایا گیا۔
اول تو شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کے وقت میں ان کفار و نے بھی بمقتضائے غلبہ غیرت اور شدت غضب کے بہت سے ہاتھ پاؤں مارے اور جنگ و جدال میں مستعد رہے لیکن جو مدد الہی شامل حال اہل اسلام کے تھی کوئی بات پیش نہ گئی اور سوا رزیانکاری و خجالت کے کوئی نتیجہ نہ پایا ناچار خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے

وقت میں یہ حیلہ پیدا کیا اور مکر بنایا کہ ایک جماعت کثیر ان میں سے کلمہ اسلام گو بنی
اور اس حیلے سے اپکو مسلمانوں میں داخل کیا اور دل سے درپے اس بات کے ہوئے کہ چراغ
اسلام کا بجھا دیں اور مسلمانوں میں کینہ و فساد ڈالدیں چنانچہ ایکے حیلے اور تدبیریں
ڈھونڈھتے رہے اتفاقاً بتقدیر الہی سے جب وہ زمانہ انقضائے خلافت کا کہ بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تیس برس تھی نزدیک پہونچا تو مصر لوگوں میں ایک جماعت خلیفہ سوم
حضرت عثمان سے باغی ہوگئی۔ اور اونپر قصد کیا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جماعت اس آگ کو
بھڑکانے میں سرگرم ہوئی اور فرصت و موقع سمجھکے اطراف و جوانب خصوص کوفہ اور عراق سے
مدینہ منورہ کو پہونچی اور وہ باتیں فساد انگیز کہ برسوں سے تیار کر رکھیں تھیں اور بخوف صولت
اسلام زبان پر نہیں لاسکتے تھے برملا کرنا شروع کیں ہر گاہ کہ شہادت حضرت عثمان اور خلافت
امیر نے صورت پکڑی ان لوگوں نے اپنے تئیں مخلصوں اور محبوں جناب امیر میں ظاہر کیا اور شیعہ علی
اپنا لقب ٹھہرایا اور اس لباس میں چھپکے نہایت خوش وقت اور خوشدل ہوئے چاہا کہ خبیثہ دلی
کو بے دغدغہ ظاہر کریں اور یہ فساد جو شہادت حضرت عثمان میں اونکی قریب مٹنے کی ہو رہا تھا
لگنے کے لیئے اسکو خوب بلند جو مدا کردیں سب سے بڑھکا، رئیس و ادا اس گروہ میں عبداللہ
ابن سبا یہودی یمنی صنعانی تھا کہ مکر و اغوا میں بحالت یہود کے مشہور اور رد فساد و غل میں از بس
معروف تھا گرم و سرد فتنہ انگیزی کے چکھے ہوئے اور نشیب و فراز اس راہ کی کما ینبغی دیکھے ہوئے
غرض ان باتوں میں خوب چڑھا ہوا تھا اپنے مفسدوں کو ایک طور پر فریب دنیا اور موافق ہاد
ہر ایک کی بہکانا شروع کیا اول تو اظہار اپنے کمال محبت و اخلاص کا خاندان نبوت سے کیا اور
اونکو محبت اہلبیت اور استحکام اس امر کی تحریص کی اور واجب جاننا جانب داری خلیفہ برحق یعنی
جناب امیر کو اور رغبت کرنا اونکے حق الفوق کی طرف بیان کیا کہ یہ بات خاص و عام اور گروہ
اسلام کو مقبول و مطبوع ہوئی سب اسکو اپنا ناصح اور خیر خواہ سمجھکے معتقد ہوئے سو جب اپنی اس چال
میں لوگوں کو پھانس لیا تو پہلے یہ بات اونکے دلوں میں ڈالی کہ جناب امیر بعد آنحضرت سب سے
افضل ہیں اور آنحضرت سے قریب تر اور وصی اور بھائی اور داماد اونکے ہیں اور آیات قرآنی اور
حدیثیں جو جناب امیر کے فضائل و مناقب میں تھیں اونکو مع مخترعات اپنی طبیعت کے کتب میں پھیلا دیں

جب دیکھا کہ شاگرد اسکے فضیلت جناب امیر کے قائل ہو گئے اور یہ بات انکے دلوں میں خوب جم گئی تو ایک
گروہ جو اسکے خالص بھائیوں اور چیدہ یاروں سے تھے دوسرا بھید تعلیم کیا کہ جناب امیر وصی آنحضرت کے
ہیں اور آنحضرت نے صریح اونکو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت اونکی قرآن کی اس آیت شریف انما
ولیکم اللہ ورسولہ سے نکالی جاتی ہے لیکن صحابہ نے بسبب اپنے غلبے اور مکر کے وصیت آنحضرت کو
ضایع کیا اور اطاعت خدا و رسول کی نکی اور حق جناب امیر کا تلف کر دیا الا چند دنیا کی لالچ میں
آکے دین سے پھر گئے اور اوس جھگڑے کو جو حضرت خاتون جنت اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر سے
بابت فدک کے ہوکر بہ تصلیح و صفا ہو گیا تھا اوسکو اپنے اس قول میں سند لعید تسا و ز کرکے ٹھہرایا بعد اس
تعلیم کے ہر ایک کو بھید چھپانیکی بالمبالغہ وصیت کی کہ اگر تملوگ نے اس قسم کی گفتگو اور بات
چیت آپڑے تو میرا نام لینا بلکہ مجھسے تبرا اور بیزاری ظاہر کرنا اسواسطے کہ مجکو اس وصیت و نصیحت سے
محض بیان حق اور اظہار امر واقع منظور ہے نہ نام و نشان اور منصب و جاہ پس بسبب اس
وسوسے کے گفت و شنید ان باتوں کی اور طعن و دشنام خلفا کی حضرت امیر کے لشکر والونمیں جاری
ہوئی اور جھگڑے اور لڑائیاں ہونے لگیں یہانتک کہ حضرت امیر نے برسر منبر بڑا خطبہ فرمایا اور
اس گروہ سے تبرا اور بیزاری اپنی ظاہر کی بعض کو وعید اور ضرب سے یعنی سزا شرعی سے تہدید کی
ابن سبا نے جو دیکھا کہ یہ تیر بھی اوسکا نشانہ پر لگا اور فتنہ و فساد مسلمانوں کی عقیدے میں پڑ گیا باہم
گفتگو کرتے ہیں اور روبرو بے باکی ایک دوسرے کے ہوتے ہیں پھر ایک گروہ اخص الخصوص شاگردونکو
چھانٹ کے خلوت خاص میں قسم لیکے دوسرا بھید کہ اس سے باریک تر اور نازک تر تھا بیان کیا کہ
جناب امیر کے کیسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو مقدور بشر کا نہیں ہے یعنی کرامتیں اور ہر حال میں روحانی
غیب کی خبر دینا مردے جلانا حقائق الٰہیہ اور کونیہ بیان کرنا حاضر جواب اور عبارت و الفاظ میں
بلیغ و فصیح ہونا زہد و تقویٰ اور شجاعت بے حد اور وہ قوت کہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھی نہ کان سے سنی
آیا یہ جانتے ہو کہ یہ سب چیزیں اونمیں کہاں سے آئیں اور یہ کیا بھید ہے سب نے عجز ظاہر کرکے کہا کہ ہم
کچھ نہیں جانتے تم جس راہ چلاؤ گے چلیں گے اسنے بہت سا شوق اونکو دلا کے اور بہت تاکید
بھید چھپانیکی کرکے ظاہر کیا کہ یہ سب خواص الوہیت کی ہیں جو لباس بشریت میں ظہور کرتی ہیں
چنانچہ خود ظاہر ہو گیا فاعلموا ان علیاً هو الله لا اله الا هو یعنی جانو لوگ کہ علی وہی خدا ہے

علی خدا ہیں اور کوئی خدا نہیں سوا اونکے اور بعض باتیں جو جناب امیر سے وجد و حال میں جب کبھی ادراک
رافتہ کو ہوتا ہے سرزد ہوئی تھیں مثل انا حی لا یموت و انا باعث من فی القبور و انا قیم
القیامۃ موید اپنے قول کی بنائیں اور گویا اپنی رہنمائی کی ٹھہرائیں یعنی پہلے قول کہ میں ایسا زندہ
ہوں کہ مجھکو موت نہیں دوسرے یہ کہ میں اونکو اٹھانیوالا ہوں جو قبر میں ہیں تیسرے یہ کہ میں ہی
قائم کرنیوالا قیامت کا ہوں پس رفتہ رفتہ بحکم کل سر جاوز الاثنین شاع یعنی
جو بھید دو سے نکلا وہ پھیلا یہ قول قبیح اونکا فاش ہوکر جناب امیر تک پہونچا اونہوں نے اس گروہ
مع ابن سبا آگ میں جلا دینے سے دھمکایا ڈرایا اور توبہ کرائی اور ردطم نکالکے شہر مدائن کو
بھیجدیا مدائن میں بھی یہ لوگ وہی باتیں قبیح اپنی ظاہر کرنے لگے اور ابن سبا نے اپنے شاگردوں کو
عراق و آذربیجان میں پھیلا دیا حضرت امیر بسبب کثرت اشتغال اور اونکی جو باغیان شام کے
در پیش تھی اور نیز بوجہ دیگر امورات عظیم خلافت کے متوجہ حال ابن سبا اور اسکے تابعین کے
نہو سکے یہانتک کہ مذہب اوسکا رواج پاگیا اور پھیل گیا۔

ردالتحفہ اس میں جو کچھ اسنے لکھا ہے وہ چند وجہ سے قابل غور و نظر ہے۔

(۱) افسوس ابھی مناظرہ کی ابتدا بھی نہ ہوئی تھی کہ اس شخص نے خلاف عہد و شرط کی کیونکہ اس شخص نے
خود ہی ابتدا میں لکھا تھا کہ جو کچھ بھی شیعوں کے مناظرہ کے متعلق لکھا جائیگا وہ اونکی معتبر کتابوں سے
منقول ہوگا اس شرط کے بنا پر تو لازم تھا کہ یہ شخص اپنی شرط و معاہدہ کے خلاف نہ کرتا
مگر افسوس اسنے اپنی تمام شرطوں کو نظر انداز کر ڈالا خصوصاً اس عظیم الشان بحث میں تو جتنی امور کا
ذکر کیا ہے اون میں سے ایک بھی شیعوں کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے بلکہ بالکل افسانگاری شروع
کردی اور میرا یہ دعوی کتب امامیہ کو مطالعہ کرنیوالوں پر بالکل مخفی و مستتر نہیں ہے

چون شرط وفا کردہ از جور گنتی باز بنہ۔ ما از تو بر نجیم و لے شرط چنین نیست بہرکیف یہ کتاب حضرات
اہلسنت کے اصول و فروع کے بیان کرنے میں تو لکھی نہیں گئی ہے کہ جو کچھ رطب و یابس بیجا یا
لکھ دیا کہ مریدوں اور معتقدوں کو سمعاً و طاعۃً محض حسن ظن کے بنا پر تسلیم کرلینا ضروری ہو
بلکہ یہ کتاب تو مذہب خاص الزامات قائم کرنیکے لئے لکھی گئی ہے پس ازالہ اوہام کرنا کہ یہ شخص الزام
شیعہ کے متعلق جو کچھ بھی لکھتا اوسکو معتبر کتب شیعہ سے نقل کئے ہوتا چہ جائیکہ ایک حرف بھی ایسا نہیں

علاوہ بریں اس شخص نے اسی کتاب میں چند مقام پر دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے روئے سخن شیعوں کی تمام قوموں کی جانب ہے اس اعتبار سے بھی محض ایک فرقہ کی کتب معتبرہ سے کسی مطلب کا نقل کرنا بالکل ناکافی و غیر مفید ہے بلکہ ضرورت تھی کہ جس جس فرقہ کے اصول و فروع سے تعرض کیا ہے اوسی فرقہ کی کتب معتبرہ سے مطالب کو نقل کئے ہوتا تاکہ اوس فرقہ پر الزام منتہم ہوتا لیکن افسوس اس شخص نے باوجود ادعائے آنچہ گفتی بالکل نہ اسکا التزام کیا ہے اور نہ اپنی وعدہ کو یاد رکھا ہے لہٰذا جو کچھ بھی اس کتاب کی مباحث عظیمہ میں اس شخص نے لکھا ہے خصوصاً پہلے باب میں جو مصداق اساطیر الاولین ہے اوسکا کوئی اعتبار نہیں ہے اور فرقہائے شیعہ کو الزام دینگی ہوس اوسکی اوہام کی زور اور وسوسہ شیطانی کا اثر ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس شخص نے لکھا ہے کہ مذہب شیعہ جس وقت سے پیدا ہوا ہے نئے نئے رنگ و روپ بدلتا رہا ہے اور سلاطین صفویہ کے زمانے میں اسکا طرح طرح سے رنگ بدلنا موقوف ہوا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جو محض تعصب و عناد کیوجہ سے گڑھی گئی ہے سچائی کی تو اس میں بو تک نہیں لگی ہے اسلیے کہ اگر شیعہ سے مراد امامیہ اثنا عشریہ ہیں تو اسکا رنگہائے مختلفہ کو اختیار کرنا اور سلاطین صفویہ کے عہد سے اوسکا موقوف ہو جانا متقدمین و متاخرین کے کتابوں سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے سلاطین صفویہ کے وجود سے بہت پیشتر اور پھر بعد والی تمام کتابیں اسوقت دنیا خصوصاً ہندوستان میں موجود ہیں ہر شخص ونکے مطالعہ سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ قبل و بعد سلاطین صفویہ والی کتابوں میں کیا فرق ہے۔

رہا اگر شیعہ سے مراد غیر اثنا عشری ہیں تو اونکا تغیر و تبدل بھی عہد صفویہ سے ثابت نہیں کیونکہ شاہان صفویہ سوا شیعوں کے اور کسی فرقہ کے مروج نہیں ہوئے ہیں جس سے کہا جائے کہ اوُنھوں نے مختلف مذاہب کیلئے کچھ قوانین گڑھے ہیں اور اوسی قانون کے رو سے اوس فرقہ نے انضباط و استحکام حاصل کیا ہو۔

(۳ دہم) امر یہ ہے کہ اس شخص کا یہ دعوےٰ کرنا کہ خاص مذہب شیعہ میں تغیر و تبدل ہوا ہے اور دوسرے مذہبوں میں تغیر نہیں ہوا بالکل غلط ہے اسلیے کہ مذہب شیعہ سے کہیں زیادہ مذہب اہلسنت کے اصول میں تغیر ہوا ہے اسیطرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تمام فتنہ و فساد اور شریعت

تغیرات عبداللہ بن سبا کو جسکو بتاتا ہی اسلئے کہ تمام فتنوں اور کل فسادوں اور شریعت کے جملہ
تباہیوں کا بانی مبانی منافقین قریش اور وہ حضرات ہیں جو رسول اللہ کے معجز اور ہم نوالہ ہم
پیالہ بھی جانے تھے اور در حقیقت وہ منافق تھے جس پر عقل و نقل دونوں شاہد عادل ہیں
میں اسکی مجملاً توضیح بھی کیئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو فیصلہ کا کافی موقع ملجائے۔

اصل بات یہ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اور لوگوں کو دین حق
کی طرف دعوت دینا شروع کیا تو تمام کفار قریش آپ کے درپے آزار ہوگئے اور طرح طرح سے
اذیت و ذلت پہونچانے کی کوشش شروع کی یہانتک کہ آپکے قتل کرنے اور شریعت اسلام کے مٹانے میں
ان لوگوں نے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا لیکن چونکہ فضل الٰہی آنحضرت کے شامل حال تھا کفار کی
وہ تمام کوشش رائیگاں گئی اور اسلام نے مستحکم جڑ پکڑ لیا اور انواع و اقسام کی فتوحات حاصل
ہونے لگے یہانتک کہ چند ہی روز میں مکہ معظمہ بھی فتح ہوگیا جس سے تمام کفار قریش
اور دیگر مخالفین کو مجبوراً اور بعض کو مال و دولت دنیاویہ کے طمع سے اسلام قبول کرلینا
پڑا چونکہ ان مسلمان نما کفار میں کچھ لوگ تو ایسے تھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے قریب کی قرابت رکھتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ ہر وقت سلسلہ مصاحبت میں رہ کر
رسوخ پیدا کرلیا تھا اکثر وہ لوگ جو ان لوگوں کے نفاق سے واقف نہ تھے جب انلوگوں کی
قرابت و مصاحبت پر نظر کرتے تھے تو ان لوگوں کے اسلام سے دھوکا کھا جاتے
تھے اور چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام و اہل اسلام کی عداوت و دشمنی راسخ ہوچکی
تھی اسلیئے کبھی ان لوگوں کے دلی خیالات کی ترجمانی زبان نہ کرسکتی تھی اور نہ ان کا
ظاہر باطن سے لگاؤ کھاتا تھا جس سے بمصداق ما اضمر احد شیئاً الا وقد
ظہر فی فلتات لسانہ قلبی خباثت کا کبھی کبھی اظہار ہوجایا کرتا تھا چنانچہ
ابوسفیان نے جو سردار بلکہ شہنشاہ ارباب نفاق تھا جنگ حنین میں جبکہ پہلی دفعہ لشکر اسلام نے
شکست اوٹھائی ہے اپنے نفاق کو ظاہر کردیا ہے اور الآن بطل السحر
کا زور دار نعرہ لگانا شروع کیا ہے اور پھر اس کے بعد بھی جبکہ اسلام کو فتح
حاصل ہوئی اور کثرت سے غنیمت میں مال و دولت ملا تو وہی ابوسفیان اور اوسکے

اتباع اپنے دلی جذبات کو روک کر اور سچے مخلص دوست وجان نثار بنکر دنیاوی مال و متاع کو جمع کرتے گئے ایسے بھی کثرت سے لوگ تھے جو اپنے دلی خیالات اور طبعی جذبات کو رسول اللہ سے چھپاتے تھے اور دوست بنکر دشمنی نسے غلط سلط امور کو ذکر کیا کرتے تھے یہانتک کہ رسول اللہ نے انتقال کیا اب ان لوگونکو اپنے دلی خیالات کو ظاہر کرنیکا کھلم کھلا موقع مل گیا جس سے اسلام کو جو نقصان پہونچا اور پہونچ رہا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے حدیث شریف هلاک امتی علی ید اغلیمه من قریش کہ ہماری امت کی ہلاکت قریش کے نوعمروں سے ہوگی اسی کی موید ہے اغلیمہ سے نوجوانان قریش کو مراد لینا اور اوسکو یزید وغیرہ پر حمل کرنا جیسے علماء اہلسنت نے اوسکا ارتکاب کیا ہے بے وجہ ہے کیونکہ ممکن ہے اغلیمہ کا لفظ بغرض تحقیر اونکی شان کے لایا گیا ہو کہ چونکہ اونکے افعال ناپسندیدہ ہونگے اسلیے اسطرح کہا گیا نہ بلحاظ سن کہ وہ کمسن لونڈے ہونگے جیسا کہ حدیث صحیح بہ رجال من امتی میں رجالی کا لفظ بغرض تحقیر شان کے ہے اون صحابہ کے جو مصدر افعال قبیحہ ہونگے یا جسطرح کلام شاعر کے وکل اناس سوف یدخل بینهم + دویهیة تصفر منها الانامل غرض چونکہ وہ اکابر قریش جو مصدر اضلال کے ہوا اسلیے صیغہ تصغیر اغلیمہ استعمال کیا گیا۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی کہ اعاظم علماء اہلسنت سے ہیں اپنے کتاب ملل[1] ونحل میں لکھتے ہیں صفحہ ۵ مطبوعہ ولایت۔

المقدمة الثالثة فی بیان اول شبهة وقعت فی الخلیقة ومن مصدرها فی الاول ومن مظهرها فی الاخر اعلم ان اول شبهة وقعت فی الخلیقة شبهة ابلیس لعنه الله ومصدرها استبداده بالرای فی مقابلة النص واختیاره الهوی فی معارضة الامر واستکباره بالمادة التی خلق منها وهی النار علی مادة آدم علیه السلام

تیسرا مقدمہ اس بیان میں کہ دنیا میں سب کے پہلے کون شبہہ پیدا ہوا اول کس سے پیدا ہوا اور آخر میں کس سے ظاہر ہوا تو سمجھ رکھو سب سے پہلا شبہہ جو خلق میں ظاہر ہوا وہ شبہہ ابلیس تھا جس نے نص کے مقابل اپنی رائے ظاہر کی دتو یہ قاعدہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص نص کے مقابلہ میں اپنی رائے سے کام کریگا وہ پیرو شیطان ہوگا اور اپنے خواہش کی پیروی کی کیونکہ اوسکو یہ تکبر پیدا ہوا کہ ہم

[1] چونکہ اصل نسخہ میں پوری عبارت نہ تھی اسلیے بغرض افادہ عام پوری عبارت لکھی جاتی ہے ۱۲

دھی الطین وانشعبت من ھذہ الشبھة
سبع شبھات وسارت فی الخلیقة ورسخت
فی اذھان الناس حتی صارت مذاھب
بدعة وضلال وتلک الشبھات مسطورة
فی شرح الاناجیل الاربعة انجیل لوقا
ومارقوس ویوحنا ومتی ومذکورة فی
التوریة متفرقة علی شکل مناظرة بینه
وبین الملائکة بعد الامر بالسجود والامتناع
منه قال کما نقل عنه انی سلمت ان الباری
تعالی الٰہی واله الخلق عالم قادر ولا یسئل
عن قدرته ومشیته فانه مهما اراد شیئا
قال له کن فیکون وھو حکیم الا انه یتوجه
علی مساق حکمته اسولة قالت الملائکة ما ھی
وکم ھی قال لعنه الله سبع الاول منها
انه علم قبل خلقی ای شیئ یصدر عنی ویحصل
منی فلم خلقنی اولا وما الحکمة فی خلقه ایای
والثانی اذ خلقنی علی مقتضی ارادته
ومشیته فلم کلفنی بمعرفته وطاعته وما
الحکمة فی التکلیف بعد ان لا ینتفع بطاعة
ولا یتضرر بمعصیة والثالث اذ خلقنی وکلفنی
فالتزمت تکلیفه بالمعرفة والطاعة فعرفت
واطعت فلم کلفنی بطاعة آدم والسجود له
وما الحکمة فی ھذا التکلیف علی الخصوص

آگ سے پیدا ہوئے اور حضرت آدم خاک سے اور
آگ افضل ہے خاک سے۔

اس شبہہ سے سات شبہے پیدا ہو جو لوگونکے دلوں میں
بس گئے اور اوس سے مذاہب بدعت و ضلالت
پیدا ہوئے یہ کل امور شرحوں میں انجیلونکے مذکور
ہیں یعنی شرح انجیل لوقا مارقوس یوحنا متی
میں اور خود توراۃ میں بھی متفرق طور پر مذکور ہیں
بصورت مناظرہ جو ملائکہ اور شیطان میں ہوا
اوس وقت کہ خدا نے سجدہ کا حکم دیا اور شیطان نے انکار کیا
خلاصہ اوس مناظرہ کا یہ ہے کہ شیطان نے کہا
ہم مانتے ہیں کہ خداوند عالم ہمارا خدا اور تمام جہان کا
خالق ہے وہ عالم و قادر ہے اوسکے ارادہ و قدرت
سے سوال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جب چاہتا ہے تو
کن سے سارے عالم کو پیدا کر سکتا ہے مگر اوسکے حکمت
پر چند سوال ہو سکتے ہیں ملائکہ نے کہا وہ اعتراض کیا ہیں
اور تعداد اوسکی کتنی ہے۔

شیطان نے کہا سات شبہہ ہیں ایک یہ کہ جب خدا
پہلے سے جانتا تھا کہ ہم سے کون کون سے افعال صادر
ہونگے تو پھر ہمکو کیوں پیدا کیا اوسکی غرض کیا تھی
دوسرے یہ کہ جب اوسنے اپنے ارادہ اور مشیت سے
ہمکو پیدا کیا تو پھر ہمکو اسکا کیوں حکم دیا کہ اوسکی معرفت
حاصل کریں اور اوسکی اطاعت بجا لائیں حالانکہ
خدا کو نہ کسیکی طاعت سے نفع پہونچتا ہے نہ معصیت سے ضرر

بعد ان لا یزین ذلک فی معرفتی وطاعتی
والرابع اذ خلقتنی وکلفتنی علی الاطلاق
وکلفتنی بهذا التکلیف علی الخصوص فاذا لم اسجد
فلم لعنتنی من الجنة وما الحکمة فی ذلک
بعد ان لم ارتکب قبیحا الا قولی لا اسجد الا
لک والخامس اذ خلقتنی وکلفتنی مطلقا و
خصوصا فلم اطع فلعنتنی وطردتنی فلم طرّقتنی
الی آدم حتی دخلت الجنة ثانیا وغررته بوسوستی
فاکل من الشجرة المنهی عنها واخرجه من الجنة
معی وما الحکمة فی ذلک بعد ان لو منعتنی من
دخول الجنة استراح منی آدم وبقی خالدا
فیها والسادس اذ خلقتنی وکلفتنی عموما و
خصوصا ولعنتنی ثم طرّقتنی الی الجنة وکانت
الخصومة بینی وبین آدم فلم سلطتنی علی اولاده
حتی اراهم من حیث لا یروننی وتؤثر فیهم
وسوستی ولا یؤثر فی حولهم وقوتهم وقدرتهم
واستطاعتهم وما الحکمة فی ذلک بعد بعد
ان لو خلقهم علی الفطرة دون من یحتالهم
عنها فیعیشوا طاهرین سامعین مطیعین
کان احری بهم والیق بالحکمة والسابع سلمت
هذا کله خلقتنی وکلفتنی مطلقا ومقیدا واذ لم
اطع لعنتنی وطردتنی واذا اردت دخول
الجنة مکنتنی وطرقتنی واذ عملت عملی اخرجتنی

تیسرے یہ کہ جب اونے مجکو پیدا کیا اور حکم بھی دیا اور میں نے
سب کو قبول بھی کیا تو پھر کیوں اسکی تکلیف دی کہ
آدم کو سجدہ کریں اور اونکی اطاعت کریں کیونکہ جب
ہمارے معرفت اور طاعت میں زیادتی نہیں ہو سکتی
تو پھر اس حکم خاص و تکلیف خاص میں کیا فائدہ
چوتھے یہ کہ جب اسنے ہمکو پیدا کیا اور تکلیف عمومی کے
بعد تکلیف خصوصی بھی دی کہ آدم کو سجدہ کریں تو
پھر اوسنے لعنت کیوں کی اور جنت سے کیوں نکالا
حالانکہ ہمنے بجز اسکے کوئی قصور نہیں کیا تھا کہ ہم بجز
خدا کے اور کسیکو سجدہ نہ کرینگے۔
پانچویں یہ کہ جب اونے ہمکو پیدا کیا اور تکلیف عام
وخاص بھی دیا اور ہمنے اوسکی اطاعت نہ کی تو اونے
لعنت بھی کی اور جنت سے نکال بھی دیا تو ہمکو پھر
آدم کیطرف جانیکی کیوں راہ دی کہ دوبارہ جنت میں
داخل ہوئے اور اونکو وسوسہ دیا یہانتک کہ آدم نے
اوس درخت منہی عنہ سے کھالیا اور اونکو بھی ہمارے ساتھ
جنت سے نکالا تو اس میں کیا حکمت ہے حالانکہ اگر دوبارہ وہ
ہمکو داخل جنت نہ ہونے دیتا تو آدم ہمارے وسوسہ سے
محفوظ رہتے اور جنت سے نہ نکلنا پڑتا ہے۔
چھٹے یہ کہ ان سب کے بعد جب ہم میں اور آدم میں
خصومت قائم ہوگئی تو پھر ہمکو اونکی اولاد پر کیوں
مسلط کیا کہ ہم اونکو دیکھتے ہیں اور وہ نہیں دیکھتے ہمارا انمیں
وسوسہ اثر کرتا ہے اور اونکی قوت وطاقت سے ہمکو کوئی

ثم سلطني على بني ادم فلما اذا استمهلته امهلني
فقلت انظرني الى يوم يبعثون قال انك من
المنظرين الى يوم الوقت المعلوم وما الحكمة
في ذلك بعد ان لو اهلكني في الحال استراح
ادم والخلق مني وما بقي شر ما في العالم اليس
بقاء العالم على نظام الخير خيرا من امتزاجه
بالشر قال فهذه حجتي على ما ادعيته في كل
مسئلة قال شارح الانجيل قال فاوحى الله
تعالى الى الملائكة عليهم السلام قالوا له انك
في تسليمك الاول اني الهك واله الخلق غير صادق
ولا مخلص اذ لو صدقت اني اله العالمين
ما احتكمت علي بلم فانا الله الذي لا اله الا
انا لا اسئل عما افعل والخلق مسئولون هذا الذي
ذكرته مذكور في التورية ومسطور في الانجيل
على الوجه الذي ذكرته وكنت برهة من
الزمان اتفكر واقول ان من المعلوم الذي
لا مراء فيه ان كل شبهة وقعت لبني ادم فانما
وقعت من اضلال الشيطان الرجيم ووساوسه
ونشأت من شبهاته واذا كانت الشبهات
محصورة في سبع عادت كبار البدع والضلالات
الى سبع ولا يجوز ان يعدو شبهات فرق الزيغ
والكفر هذه الشبهات وان اختلفت العبارات
وتباينت الطرق فانها بالنسبة الى انواع الضلالات

نقصان نہیں پہونچا چاہیں کیا حکمت ہے کہ اگر اونکو فطرۃ
پر پیدا کرتا تو وہ فرمانبرداری میں بسر کرتے گیکا مگر وحیلہ انگیز
شکار کر ہوتا تو یہ زیادہ بہتر تھا۔ ساتویں یہ کہ ان
سب کے بعد جب ہم طالب مہلت ہوئے اور کہا انظرنی الی یوم
یبعثون تو مہلت کیوں دی جو فرمایا انک من المنظرین
الی یوم الوقت المعلوم تو اس میں اوسکی کیا حکمت ہے
اگر اوسی وقت وہ ہمکو ہلاک کر دیتا تو آدم کو اور تمام
خلق کو ہمارے فساد سے امن ملجاتا اور کسی طرحکا شر نہ رہتا
کیونکہ یہ ظاہر ہے بقاء عالم نظام خیر پر یہ بہتر ہے اسکے کہ
شر کے ساتھ ممزوج ہو یہی ہمارے دلائل ہیں ہر مسئلہ میں
جسکا دعوی کیا تھا شارح انجیل کہتے ہیں کہ جب
شیطان اپنی تقریر کر چکا تو خدا نے فرشتوں کو وحی کی کہ
شیطان کے جواب میں کہو ۔ پہلے جو تو نے کہا کہ ہم اسکو
تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہمارا خالق ہے اور تمام خلق کا خالق ہے
اس قول میں تو نہ صادق ہے نہ مخلص کیونکہ اگر سچے
دل سے مان لیتا کہ ہم اله العالمین ہیں تو پھر یہ اعتراض ہی
نہ کرتا کہ کیوں ایسا حکم دیا کیونکہ ہم وہ خلاق عالم ہیں
جس سے کسی قسم کا سوال نہیں ہو سکتا کہ کیوں ایسا کیا
تمام خلائق سے البتہ سوال ہوگا کہ کیوں کیا کیوں نہ کیا
یہ سب باتیں توراۃ و انجیل میں مذکور ہیں مگر ہم ایک
زمانہ تک یہ سوچتے رہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شبہہ
بنی آدم کو عارض ہوا وہ صرف اسوجہ سے کہ شیطان
نے اونکو بہکایا اور شبہہ اوسکے سات ہی ہیں تو چاہئے

كالبزودي ويرجع جميعها الى انكار الامر بعد الاعتراف
بالحق والى الجنوح الى الهوى فى مقابلة النص
هذا ومن جادل نوحا وهودا وصالحا وابراهيم
ولوطا وشعيبا وموسى وعيسى ومحمدا صلوات
الله عليهم اجمعين كلهم نسجوا على منوال اللعين
الاول فى اظهار شبهاته وحاصلها يرجع الى دفع
التكليف عن انفسهم ويجحد اصحاب الشرائع
والتكاليف باسرهم اذ لا فرق بين قولهم
ابشر يهدوننا وبين قوله ءاسجد لمن خلقت
طينا وعن هذا صار مفصل الخلاف ومنحى الافتراق
ما هو فى قوله تعالى وما منع الناس ان يؤمنوا
اذ جاءهم الهدى الا ان قالوا ابعث الله بشرا
رسولا فتبين ان المانع من الايمان هو هذا
المعنى كما قال فى الاول ما منعك ان لا تسجد
اذ امرتك قال انا خير منه وقال المتاخر من
ذريته كما قال المتقدم انا خير من هذا الذى
هو مهين وكذلك لو تعقبنا اقوال المتقدمين
منهم وجدناها مطابقة لاقوال المتاخرين
كذلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم تشابهت
قلوبهم فما كانوا ليؤمنوا بما كذبوا به من قبل
فاللعين الاول لما ان حكم العقل على من لا يحتكم
عليه العقل لزمه ان يجرى حكم الخالق فى الخلق
او حكم الخلق فى الخالق والاول غلو والثانى

بدعت وضلالت کے بڑے گروہ بھی سات ہی ہونگے اس سے
زیادہ نہیں اگرچہ عبارتیں اونکی مختلف ہوں اور بیانات
اونکے جداگانہ مگر وہ سب بمنزلہ تخم ہونگے اور مرجع سب کا
یہ ہوگا کہ حکم صریح کی مخالفت کیجائے بعد اعتراف اسکے
کہ وہ حق ہے اور اپنی خواہشوں کی طرف رجوع کریں بمقابلہ
نص چنانچہ جن لوگوں نے مجادلہ کیا نوح ہود صالح
ابراہیم لوط شعیب موسیٰ عیسیٰ محمد صلعم سے سب اسی
راہ پر چلے اور اوسی لعین اول کے طریق پر سالک ہوئے
اپنے شبہات کو ظاہر کرتے ہیں کہ حاصل سب کا یہی ہے کہ
جو تکلیف خدا کیطرف سے وارد ہوئی اوسکو دفع کریں اور
اصحاب شرائع و تکالیف کا انکار کریں کیونکہ جنہوں نے کہا
ابشر یهدوننا کیا آدمی ہماری ہدایت کرینگے اور
جنے یہ کہا ءاسجد لمن خلقت طینا کیا ہم اوس کو
سجدہ کریں جو مٹی سے پیدا ہوا کوئی فرق نہیں ہے لہذا
اصل منشا اختلاف و افتراق یہی ہے جسکو خداوند عالم
فرماتا ہے وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءهم الهدى
الا ان قالوا ابعث الله بشرا رسولا صرف اسوجہ سے وہ
ایمان نہیں لائے باوجودیکہ ہدایت آگئی کہ کہتے تھے کیا خدا نے
بشر کو رسول بناکر بھیجا ہے پس معلوم ہوا کہ قبول
ایمان سے مانع یہی امر ہے کہ جیسا پہلے کہہ گیا تھا شیطان
نے کہا کہ ہم اسوجہ سے سجدہ نہیں کرتے کہ ہم اوس سے
بہتر ہیں اسی طرح اوسکے ذریت نے جو آخر ہوا اوس نے
کہا انا خیر من هذا الذی هو مهین زخرف ۲۵ ۱۲

تحصیر فقاد من الشبهة الاولی مذهب
الحلولیة والتناسخیة والمشبهة والغلاة
من الروافض حیث غلوا فی حق شخص من
الاشخاص حتی وصفوه بصفات الجلال وثانی
من الشبهة الثانیة مذهب القدریة والجبریة
والمجسمة حیث قصروا فی وصفه تعالی بصفات
المخلوقین فالمعتزلة مشبهة الافعال والمشبهة
حلولیة الصفات فکل واحد منهم اعور بای
عینیه شاء فان من قال انما یحسن منه ما یحسن
منا ویقبح منه ما یقبح منا فقد شبه الخالق بالخلق
ومن قال یوصف الباری تعالی بما یوصف به
الخلق او یوصف الخلق بما یوصف به الباری تعالی
عز اسمه فقد اعتزل عن الحق وسنخ القدریة
طلب العلة فی کل شیء وذلک من سنخ اللعین
الاول اذ طلب العلة فی الخلق اولا والحکمة
فی التکلیف ثانیا والفائدة فی تکلیف السجود
لآدم علیه السلم ثالثا وعنه نشا مذهب الخوارج
اذ لا فرق بین قولهم لا حکم الا لله ولا نحکم
الرجال وبین قوله لا اسجد الا لک أأسجد لبشر
خلقته من صلصال وبالجملة کلا طرفی قصد
الامور ذمیم فالمعتزلة غلوا فی التوحید
بزعمهم حتی وصلوا الی التعطیل بنفی الصفات
والمشبهة قصروا حتی وصفوا الخالق بصفات

بہ تحقیق اس سے بہتر ہیں جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور
صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا یہ کلام فرعون ہی کیطرح
اگر ہم متقدمین کے احوال کا تتبع کریں تو متاخرین کے
اقوال کو مطابق پائینگے جیسا خداوند عالم فرماتا ہے
کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت
قلوبہم فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل ۱۴
اسیطرح جو لوگ انسے پہلے تھے وہ بھی موسیٰ کی سی باتیں
کرتے تھے انکے دل ملتے جلتے تھے (اس آیہ میں نہیں ہے) تو وہ ایمان
لانیوالے نہ تھے اوس خبر پر جسکی تکذیب پہلے کر چکے
تو پہلے لعین (شیطان) جیسا انہوں عقل کو حاکم بناتا
اول چیز وہ ہے جس پر عقل کو حکومت نہیں ہو سکتی تو یہ
لازم ہوا کہ حکم خالق کو جاری کریں خلق میں یا حکم خلق
کو خالق میں پہلا غلو ہے دوسرا تقصیر لہذا شبہہ اول سے
(حکم خالق خلق پر) مذہب حلولیہ اور تناسخیہ اور
مشبہہ پیدا ہوا اور مذہب غلاۃ روافض کہ انہوں نے
غلو کیا ایک شخص میں اشخاص سے یہاں تک کہ صفات
خداوند عالم سے اوسکو موصوف کیا۔
دوسرے شبہہ سے مذہب قدریہ جبریہ مجسمہ (فرقہ ہای
اہلسنت کا نام ہی) پیدا ہوا کہ صفت خداوند عالم میں
تقصیر کیا اور اوسکو صفات مخلوقین کیساتھ موصوف
کیا تو معتزلہ افعال کے بارے میں مشبہہ ہیں اور مشبہہ صفات
کے بارے میں حلولیہ ہیں تو یہ ایک آنکھ سے دونوں
کانے ہیں کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے خدا سے بھی وہی

الاجسام والرافضة غلوا في النبوة والامامة
حتى وصلوا الى الحلول والخوارج قصروا حيث
نفوا تحكيم الرجال وانت ترى ان هذه الشبهات
كلها ناشية من شبهات اللعين الاول وتلك
في الاول مصدرها وهذه في الآخر مظهرها
واليه اشار التنزيل في قوله تعالى ولا تتبعوا
خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين وشبه النبي
صلى الله عليه وسلم كل فرقة ضالة من هذه
الامة بامة ضالة من الامم السالفة فقال القدرية
مجوس هذه الامة وقال المشبهة يهود هذه
الامة والرافضة نصاراها وقال عليه السلم
جملة لتسلكن سبل الامم قبلكم حذو القذة
بالقذة والنعل بالنعل حتى لو دخلوا جحر
ضب لدخلتموه۔ تمت

باتیں حسن ہیں جو بھی حسن ہیں جو بھی قبیح ہیں فاعل کے
بھی قبیح ہے تو اونے تشبیہ دیا خالق کو خلق سے
اور جو شخص اسکا قائل ہے کہ خدا بھی انھیں
صفات سے موصوف ہوتا ہی جن صفات سے مخلوقات
موصوف ہوتے ہیں یا مخلوق اون صفات سے
موصوف ہوتا ہی جو صفات باریتعالے ہیں تو وہ شخص
حق سے معزول ہوا اور تقدیر کے ہر جز میں علت
ڈھونڈھنا چاہا جسطرح شیطان نے اسکی علت
دریافت کی کہ کیوں پیدا کیا پھر تکلیف کیوں دیا
عام طور سے پھر اسکی کیوں تکلیف دی کہ ہم آدم کو
سجدہ کریں ایسی ہی مذہب خوارج پیدا ہوا کیونکہ انکا
یہ قول لا حکم الا للہ اور لا تحکیم الرجال (بجز خدا کے کوئی
حاکم نہیں اور آدمیوں کو حکومت کا حق نہیں) بالکل ویسا
ہی ہے جیسا کہ شیطان نے کیا تھا (افراط و
تفریط مذموم) شخص کو سجدہ کریں جو
مٹی سے تو نے پیدا کیا۔

غرض دونو طرف افراط و تفریط مذموم ہی تو معتزلہ نے اپنے گمان میں غلو کیا توحید میں یہانتک کہ پہونچے تعطیل تک اور کل صفات کی نفی کی اور مشبہہ نے تقصیر کی یہانتک کہ خالق کو بصفات اجسام موصوف کیا اور روافض نے غلو کیا نبوت و امامت میں یہانتک کہ پہونچے درجہ حلول تک کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم (بالکل غلط ہی جیسا کہ انکے منہ کو رہو گا۔) اور خوارج نے تقصیر کیا یہانتک کہ نفی کیا حکومت رجال کو۔

ان شبہوں میں جب غور کروگے تو معلوم ہوگا یہ سب شبہے شیطان لعین کے ثمرات سے پیدا ہوئے اور وہی لعین اسکا مصدر ہی اور وہی آخر میں ان سبکا مظہر ہے اسی کیطرف اشارہ ہی قرآن میں

ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین کہ شیطان کے قدموں کی پیروی کرو وہ کھلا ہوا دشمن تمھارا ہے اور رسول اللہ صلعم نے ہر فرقہ ضلالت کو تشبیہ دیا امت سابقہ کے فرقوں سے کہ فرمایا القدریہ مجوس ھذہ الامۃ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اور فرمایا المشبہۃ یہود ھذہ الامۃ مشبہہ اس امت کے یہود ہیں والرافضۃ نصاراہا یعنی رافضہ اس امت کے نصاریٰ ہیں اور حضرت نے سب کے نسبت فرمایا لتتبعن سنن الامم قبلکم حذو القذۃ بالقذۃ والنعل بالنعل حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ کہ تم لوگ وہی راہ چلوگے جو تمھارے پہلے چل چکے جس طرح ایک پر تیر دوسرے کے برابر ہوتا ہے اور ایک نعل دوسرے نعل کی یہانتک کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم لوگ بھی داخل ہوگے۔

اس پورے عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل دین اطاعت حکم خدا اور رسول ہے بغیر اسکے کہ اوس میں کسیطرح چون و چرا کیا جائے ورنہ وہ شخص جسنے کچھ بھی تامل کیا یا اپنی رائے کو ذرہ برابر بھی دخل دیا وہ شیطان ہوگا کیونکہ شیطان کا قصور صرف اسی قدر تھا کہ اوسنے اپنے رائے کو دخل دیا۔ جس سے وہ راندہ درگاہ احدیت ہوا۔

پس اب دیکھنا ہوگا کہ کون تابع حکم خدا و رسول ہے اور کون اپنی رائے کو دخل دیکر خلاف حکم خدا و رسول چلتا ہے کیونکہ شیطان بھی اسکا اقرار کر رہا تھا کہ خدا ہمارا خالق اور مالک ہے مگر خداوند عالم اوسکی تکذیب کرتا ہے کہ اگر تو موحد خالص ہوتا تو چون و چرا نہ کرتا شیطان بھی کہتا ہے ہم بجز خدا کے اور کسیکو سجدہ نہیں کرتے یہ بھی کہتے ہیں ہم بجز رسول کے دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے تو نتیجہ دونوںکو ایک ہی ملا۔

شیعونپر جو الزام اونھوں نے نبوت و امامت میں غلو کیا تو اوسکا نشا یہی ہے کہ خود بدولت سنی ہیں اور یہی اونکا مذہب ہے کہ خلیفہ بہ اختیار ناس ہوتا ہے حالانکہ جب اسکو قائل ہیں کہ نص کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کا کوئی وزن نہیں پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ امامت کا اختیار خلق کو ہے چونکہ ان مطالب کی بحث آئندہ آئیگی لہذا اوس سے ہم یہاں بحث نہیں کرتے مگر اس قدر یہاں عرض کرنا ضروری ہے الرافضۃ نصاراہا جو حدیث اونھوں نے لکھی ہے اس کا کہیں وجود نہیں پایا جاتا کیونکہ رافضہ یعنی شیعونکی مذمت میں جسقدر حدیثیں آجتک وضع ہو چکی ہیں

۱۰ر شوال کو وہ صور کا محاصرہ چھوڑ کر مکہ کی طرف چلے آئے اہل صور نے طغتگین کی فوج کو بہت سا مال دیا اور جہاں جہاں سے فصیل ٹوٹی تھی اوس کی مرمت کر لی طغتگین نے دمشق کیطرف مراجعت کی

سنہ ۵۰۶ھ میں پھر بغدوین نے صور پر چڑھائی کرنیکے لیے لشکر کثیر جمع کیا صور کے باشندوں نے ڈر کر طغتگین کو لکھا کہ آپ اپنے طرف سے کسیکو ہمارا امیر بنا کر بھیجدیجیے جو ہماری حمایت کرے اور ہم شہر اوسکے حوالہ کر دیں ورنہ ہم شہر فرنگیوں کے حوالہ کر دینگے پس طغتگین نے ایک سردار مسعود نامی کو صور کا گورنر بنا کر روانہ کر دیا اور ایک فوج بھی بھیجدی اور رسد اور آلات مددی شہر والے بہت خوش ہوئے مسعود نے آمر خلیفہ مصر کے سکہ خطبہ کو قائم رکھا اور افضل کو صورت حال سے اطلاع دی۔ اور لکھا کہ جب مصر سے کوئی گورنر شہر کی حمایت وحفاظت کو آجائیگا تو میں شہر اوسکے حوالہ کر دونگا اور درخواست کی کہ سپاہ اور خوراک سے بھرا ہوا ایک بیڑا جہازونکا روانہ کر دیجیے افضل نے اوسکا شکریہ ادا کیا اور اوس کی بہت تعریف وتحسین کی اور کہا کہ تمنے بہت اچھا کیا یہی مناسب تھا اور ایک بیڑا جہازونکا تیار کر کے صور کیطرف روانہ کر دیا اسطرح صور کے باشندونکی حالت درست ہو گئی اور سنہ ۵۱۶ھ تک کوئی خرابی پیش نہ آئی اس سال حسب معمول بیڑا آدمیوں اور رسد کا بھرا ہوا بھیجا گیا اوسکے سردار کو حکم دیا گیا کہ صور کے گورنر مسعود کے ساتھ جو طغتگین کیطرف سے مقرر ہے حیلہ کر کے پکڑ لینا اور شہر پر قبضہ کر لینا وجہ اس کی یہ ہوئی تھی کہ اہل صور نے مسعود کی شکایتیں آمر سے بہت کی تھیں کہ وہ ہماری مخالفت کرتا اور ہمیں ضرر پہونچاتا ہے اوسوقت ابن البطائحی وزیر تھا افضل سنہ ۵۱۵ھ میں قتل کر دیا گیا تھا۔

غرض مصری بیڑے نے صور کے قریب پہونچکر لنگر ڈالدیا مسعود بیڑے کے سردار کو سلام کرنیکو حاضر ہوا جب اوس کشتی میں چڑھا جس میں سردار تھا فوراً گرفتار کر لیا گیا اور سردار نے جا کر شہر پر قبضہ کر لیا مسعود مصر بھیجا گیا آمر نے اوسے انعام واکرام دیکر دمشق واپس کر دیا

مسعود کے بعد جو سردار صور کا گورنر مقرر ہوا اوسنے اہل صور کو بہت خوش رکھا اور طغتگین کو دوستانہ مدارات وامداد کا خط تحریر کیا اور بہت سی دعائیں لکھیں یہ بھی لکھا کہ یہ جو کچھ کیا گیا ہے صرف اس سبب سے کہ اہل صور مسعود کے شاکی تھے طغتگین نے بھی دوستانہ جواب دیا اور کہا کہ میں ہر وقت مدد کو موجود ہوں۔

جب فرنگیوں نے سنا کہ مسعود صور سے چلا گیا تو [illegible] آیا اور صور پر چڑھائی کرنیکے لیے فوج اکٹھی کرنے لگے والی صور کو یہ خبر ہوئی تو اپنے پاس فوج اور غلہ کی کمی دیکھکر آمر کو اطلاع دی آمر نے لکھا کہ صور کی حکومت طغتگین کے حوالہ کرو وہ صور کے گورنر نے طغتگین کو لکھا اور طغتگین نے صور پر قبضہ کر لیا اور لشکر ذخیرہ جتنا وہاں کیلئے ضروری سمجھا مرتب کیا۔

ربیع الاول ۵۱۸ھ میں فرنگیوں نے پھر صور کا محاصرہ کر لیا برابر لڑائی ہوتی رہی یہانتک کہ اہل صور کے پاس غلہ ختم ہو گیا اور انکی ہمت چھوٹ گئی یہ حالت دیکھکر خود طغتگین دمشق سے بانیاس میں آگیا کہ صور سے قریب ہو کر اہل شہر کو مدد ہو جائے۔ یہ بھی خیال کیا کہ شاید مجھے قریب دیکھکر فرنگی صور سے واپس چلے جائیں مگر وہ نہ ہٹے اور محاصرہ کیئے رہے طغتگین نے خلیفہ مصر کو لکھا کہ مدد روانہ کیجئے مگر ادہر سے کوئی مدد نہ آئی اسطرح ایک مدت گذر گئی اور باشندے قریب بہلاکت ہو چکے یہ حالت دیکھکر طغتگین نے ۲۳ جمادی الاول ۵۱۸ھ کو اس شرط پر کہ شہر کی سپاہ و رعیت جتنا مال اور آدمی وغیرہ اپنے ساتھ لیجا سکیں لیکر نکل جائیں شہر کے دروازے کھلوا دیئے اور فرنگی اوس پر قابض ہو گئے صور کے باشندے نکلکر دوسرے شہروں میں متفرق ہو گئے اور جتنا اوٹھا سکے اوٹھا کر لے گئے جو نہ لیجا سکے وہ چھوڑ گئے فرنگیوں میں سے کسی نے کسیکو نہ روکا اور سوائے ایسے ضعیفوں کے جو حرکت سے عاجز تھے شہر میں کوئی باقی نہ رہا صور کا فتح ہو جانا مسلمانوں کے لیے نقصان شدید تھا کیونکہ وہ نہایت عمدہ شہروں میں تھا اور کمال مضبوط و مستحکم تھا۔

۵۱۲ھ میں بغدوین نے مصر پر قبضہ کر لینے کی نیت سے چڑھائی کی اور تنیس کے مقابل تک جا پہنچا کسی لڑائی میں وہ ایک زخم کھائے ہوئے تھا جو ابھی اچھا نہ ہوا تھا اسی حالت میں وہ دریائے نیل میں تیرا جس سے وہ زخم خراب ہو گیا جب اوسے اپنی زندگی کیطرف سے مایوسی ہو گئی تو بیت المقدس کیطرف مراجعت کا حکم دیا مگر راستہ ہی میں مر گیا اور رہا کے حاکم قمص کو اپنی سلطنت کا بادشاہ بنانیکی وصیت کر گیا۔

ملک الافضل کا قتل ہونا ۵۱۵ھ

۲۳ رمضان ۵۱۵ھ کو امیر الجیوش افضل جو مصر میں اقتدار مطلق رکھتا تھا حتی کہ خلیفہ آمر کا حکم بھی اوسکے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا قتل کر دیا گیا کہتے ہیں کہ افضل آمر کی سازش سے مارا گیا

کیونکہ جوان ہونیکے بعد آمر اپنی بے اختیاری کو گوارا نہ کرے گا افضل نے اپنی بیٹی بھی آمر سے بیاہ دی تھی جسے خلیفہ نے مجبوراً قبول کیا تھا۔

آمر نے اپنے اصحاب سے افضل کے قتل کے بارہ میں مشورہ لیا تو اوسکے ابن عم عبدالمجید میمون نے جو بعد میں حافظ کے لقب سے خلیفہ ہوئے یہی صلاح دی کہ اسے قتل نہ کرنا چاہیئے اسکا نتیجہ بہت خراب ہوگا کیونکہ ایک عالم کو روشن ہے کہ اسنے اور اسکے باپ نے پچاس برس تک اس سلطنت کی نہایت خیر خواہی اور خوش انتظامی سے خدمت کی ہے کہیں کوئی بات سوائے خیر خواہی اور محبت کے ان کی طرف سے دیکھی نہیں گئی انکو اس خیر خواہی کی مکافات میں ہمکو ایسا کرنا ہرگز زیبا نہیں یہ بات بھی ہے کہ اسکے بعد ہمکو کوئی دوسرا وزیر اور منتظم بنانا اور اوسکے منصب کیوجہ سے ہمیں اوسپر اعتماد کرنا پڑیگا اور اگر اوسنے اتنا ہی یا اسکے قریب قریب ہی تمکن حاصل کرلیا تو وہ اس اندیشہ سے کہ کہیں ہم اوسکے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کریں جو افضل کیساتھ کیا گیا اپنی جان کی خوف سے ہمارے پاس آتے ہوئے بھی گھبرائیگا آئیگا بھی تو ڈرتا ہوا اور اپنی جان بچانیکا انتظام کیئے ہوئے اور اسطرح ہماری وقعت اور منزلت میں فرق آجائیگا رائے یہ ہے کہ ابو عبداللہ بن بطائحی سے مراسلت کیجائے جو افضل کی معتمدین سے ہے اور اوسکے تمام امور پر حاوی ہے اور اوسکے تمام بھیدوں سے واقف ہے اوس سے وعدہ کرو کہ تجھے افضل کیجگہ مقرر کردیا جائیگا تو اوسکے قتل کی کوئی تدبیر نکال اور کسیکو تعینات کردے کہ جب افضل سوار ہو تو اوسے قتل کرڈالے اور جب ہمیں افضل کا قاتل ملجائے تو ہم اوسے قتل کرڈالیں اور ظاہر کردیں کہ ہم اوسکے خون کے طالب ہیں اور ہمیں اوس کی مارے جانیکا کمال صدمہ ہے اسطرح ہمارا مطلب بھی حاصل ہو جائیگا اور فساد برپا ہونیکی خرابی سے بھی بچ جائینگے آمر نے یہی ترکیب کی بطائحی کو بلاکر اس سازش میں شریک کرلیا اوسنے کچھ آدمی افضل کے قتل پر مامور کردیئے جنھوں نے اوسے قتل کرڈالا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ افضل عید کے موقعہ پر اپنی فوج کو ہتھیار تقسیم کیا کرتا تھا ایک دن عادت کے موافق ماہ رمضان میں سلاح خانہ کو جاتا تھا کہ اسلحہ تقسیم کرے سوار و پیادے اوسکے ساتھ کثرت سے تھے راستہ میں غبار زیادہ اوڑنے سے اوسے تکلیف ہونچی تو سب کو اپنے پاس سے دور کردیا صرف دو آدمی ساتھ رکھے سوق الصیاقلہ سے گذر رہے تھے ہوئے دو آدمیوں نے آکر اوسے چھریوں کے زخم لگائے اور تیسرے نے آکر کوکھ میں چھری

قمیص زردی - افضل گھوڑے سے گرا اور اوسکے ہمراہیوں نے آکر تینوں قاتلوں کو قتل کر ڈالا افضل کو پالکی میں ڈالکر گھر لائے ابھی رمق جان باقی تھی کہ آمر غمگینوں کی صورت بنائے اوسکے پاس آئے بہت افسوس ظاہر کیا اور پوچھا تمھارا مال کہاں کہاں ہے افضل نے کہا ظاہری مال کا حال تو ابو الحسن ابی اسامہ[1] کاتب کو معلوم ہے اور باطن کا حال ابن الطائی جانتا ہے یہ دونوں بھی حاضر تھے اونھوں نے کہا کہ درست فرماتے ہیں اسکے بعد افضل ۵۷ سال کی عمر میں ۲۸ برس کی وزارت کے بعد انتقال کر گیا۔

افضل کی وفات پر آمر نے اوسکے گھر پر پہرا بٹھا دیا اور اوسکی اولاد کو قید کر لیا اور خود ہاتھ میں کتابیں لیے ہوئے چالیس دن کے قریب اوسکے گھر میں رہے جو پارے رات دن سامان اور اسباب ڈھونڈھتے رہے ایسی ایسی عجیب وغریب چیزیں نکلیں کہ سوائے اوسکے اوروں کے پاس نہ تھیں ابن خلدون لکھتا ہے کہ منجملہ اور چیزوں کے ۶۰ ہزار تھیلے زر سرخ کے پچاس اردب[2] درہم اور طرح طرح کے رنگین دیبا اور بغدادی اور سکندری تھان اور ظروف ہندی اور طرح طرح کی خوشبوئیں مشک وعنبر وغیرہ بیحد و بے انتہا اوسکے گھر سے نکلیں ان میں ایک تخت ہاتھی دانت اور آبنوس کا تھا جو چاندی سے آراستہ تھا اور ایک ہشت پہلو گولہ خالص عنبر کا بنا ہوا رکھا تھا جسکا وزن ہزار رطل[3] تھا اس گولہ پر ایک سونے کا پرندہ بیٹھا تھا جسکی ٹانگیں مرجان کی تھیں چونچ زمرد کی اور آنکھیں یاقوت کی یہ اوسکے گھر میں رکھا رہتا تھا اور اوسکی خوشبو سے تمام محل معطر رہتا تھا خاندان فاطمیہ کے زوال پر یہ گولہ اور تخت بھی صلاح الدین یوسف کے قبضہ میں آیا۔

ابن اثیر لکھتا ہے کہ اسماعیلی افضل سے کراہت کرتے تھے اور اسکی وجہیں یہ تھیں (۱) اونکے امام کو تنگی میں رکھتا تھا (۲) جیسا سلوک اسماعیلی اپنے ساتھ واجب سمجھتے تھے افضل اونکے ساتھ نہ کرتا تھا (۳) اہلسنت سے اونکے اعتقاد میں کسی قسم کا معارضہ نہ کرتا تھا بلکہ دوسروں کو اونکے ساتھ معارضہ کرنے سے روکتا تھا (۴) لوگوں کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ اپنے اپنے اعتقاد کا اظہار کریں اور اونپر مناظرہ کریں اوسکی اس بے تعصبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر ملکوں کے لوگ بھی کثرت سے مصر میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔

[1] یہ ابن ابی اسامہ اہل حلب سے تھا اس کا باپ قاہرہ کا قاضی تھا ۱۲-

[2] اردب - دو من انگریزی کا پیمانہ ۱۲

[3] رطل تیس تولہ کے قریب ہوتا ہے اس حساب سے وہ عنبر کا گولہ وزن میں ۹ من ۱۵ سیر انگریزی ہوا ۱۲

ابن اثیر لکھتا ہی کہ افضل بڑا نیک خصلت تھا اور عادل تھا کہتے ہیں کہ جب اوسکے قتل کے بعد ظلم
ظاہر ہوا تو ایک جماعت اکٹھے ہوکر آمر کے پاس آئی منجملہ اون باتوں کے جو اونھوں نے خلیفہ سے عرض کیں اونھوں نے
افضل پر لعنت بھی کی خلیفہ نے سبب پوچھا تو کہا کہ اوسنے عدل و احسان کیا اور بڑے نیکی و خوبی کیساتھ
حکومت کی اوسکے حسن سیرت اور عدل و انصاف کو گرویدہ ہوکر ہم اپنے وطن کو چھوڑ کر مصر میں چلے آئے تھے
اوسکے بعد ہمپر یہ ظلم ہوئے ہیں افضل ہی ہمپر اس ظلم کا باعث ہوا ہے خلیفہ نے اون لوگونکے ساتھ احسان کیا اور اپنے
حکام کو حکم دیا کہ رعایا کیساتھ احسان و اکرام سے پیش آتے رہیں۔

ابن البطائحی

افضل کے بعد ابن البطائحی وزیر بنایا گیا اسکا باپ افضل کیطرف سے عراق میں جاسوس تھا
وہ مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا اسکی ماں نے دوسرا نکاح کرلیا اور یہ بالکل فقیر رہ گیا ناچار اول اسنے مصر میں
معماری کا کام سیکھا پھر مصر کے بڑے بازار میں کسی سوداگر کا مال لیکر پھیری لگانے لگا افضل کے پاس بھی مال
بیچنے لاتا تھا افضل کو جب معلوم ہوا کہ یہ میرے متوفی جاسوس کا بیٹا ہی اور ساتھ ہی دیکھا کہ شیریں کلام
اور حسن الحرکت ہی تو اوسے فراشوں میں نوکر رکھ لیا اور پھر ترقی دیکر حاجب بنالیا مگر افضل سے اسنے اپنے
آقا کے ساتھ دغا کی۔

ابن البطائحی کو ابن فاتک و ابن القائد بھی کہتے ہیں آمر نے جلال الاسلام خطاب دیا تھا اور
وزارت پر مامور ہونیکے دو برس بعد اوسکو خلعت دیکر مامون لقب عطا فرمایا مقریزی لکھتا ہی کہ ابن بطائحی
کا پورا نام یہ ہی ابو عبد اللہ محمد ابن امیر نور الدولہ ابی شجاع فاتک ابن امیر منجد الدولہ ابو الحسن مختار
بن مایک البطائحی المستنصری سنہ ۵۰۱ھ میں افضل نے اسے اپنے خزانہ و توشہ خانہ کا داروغہ بنایا اور پھر
اپنے تمام کام اوسکے سپرد کردیے اور قائد کا خطاب دیا اور اوسکے بھائی ابو تراب حیدرہ اور ابو الفضل جعفر
کو اعلی عہدوں پر مامور کیا وزارت پر مامور ہونیکے بعد خلیفہ آمر نے اسکو ان القاب سے ممتاز کیا تھا۔ سید
الاجل المامون تاج الخلافہ وجیہ الملک فخر الصنائع ذخر امیر المومنین عز الاسلام فخر الانام نظام الدین
امیر الجیوش سیف الاسلام ناصر الانام کافل قضاۃ المسلمین وہادی دعاۃ المومنین۔ وزیر ہوکر ابن بطائحی
نے بھی اپنا اقتدار بڑھانے میں افضل کی روش اختیار کی آمر کو ناگوار ہوا اور روکا مامون گھبرایا انہیں
دنوں میں مامون کے بھائی موتمن نے بادشاہ سے سکندریہ کی گورنری کی درخواست کی بادشاہ نے منظور کیا
اور وہ علی بن السلار اور تاج الملوک اور سنار الملک وغیرہ کیساتھ اسکندریہ چلا گیا۔

مامون کی وحشت آمر کے ساتھ روز بروز بڑھتی گئی اور اوسکی شکایتیں اور چغلیاں کثرت سے آنے لگیں یہ بھی سنا گیا کہ وہ اپنے کو امام مختار محمد بن نزار بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کنیز اوس سے حاملہ تھی وہ مصر کو نکل گئی تھی وہ بیٹا جو وہ جنی میں ہوں یہ بھی سنا گیا کہ اوسنے ابن نجیب الدولہ کو یمن میں اپنی دعوت پھیلانے کیلئے بھیجا ہے آمر نے تحقیقات کی غرض سے لوگ یمن کیطرف روانہ کیے ابن اثیر لکھتا ہے کہ مامون نے آمر کے بھائی جعفر کو بھی لکھا تھا کہ اگر تم آمر کو مار ڈالو تو تمکو خلیفہ بنا دیا جائے مگر امیر ابو الحسن بن ابی اسامہ کو یہ بھید معلوم ہو گیا اور اوسنے آمر کو مطلع کر دیا کیونکہ وہ آمر سے خصوصیت رکھتا تھا اور مامون کے ہاتھوں تنگ بھی ہو چکا تھا یہ حالت دیکھکر آمر نے اون سواروں کو قاہرہ میں واپس بلا لیا جو موتمن کیساتھ اسکندریہ گئے تھے بعد میں موتمن بھی بادشاہ سے اجازت لیکر قاہرہ چلا آیا۔

۴ رمضان ۵۱۹ھ کو لوگ حسب معمول افطاری کی غرض سے قصر شاہی میں حاضر ہوئے مامون اور موتمن بھی آئے بعد افطار شاہ نے دونوں کو پکڑ کر محل میں قید کر دیا دوسرے دن دربار کیا اور سب حاضرین کے سامنے ایک تحریر پڑھی گئی جس میں دونوں بھائیوں کے جرم اور خطائیں گنوائی گئیں پھر قید خانہ میں بھیج دیا ابن بطائحی کو قید کرکے آمر نے عہدہ وزارت کو خالی رکھا اور علاوہ دین کے دو آدمی خراج و زکوٰۃ وغیرہ کی وصولیت اور حساب و کتاب کے لیے مقرر کر دیے پھر اون کے ظلم کے سبب سے اونکو بھی موقوف کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ۵۲۱ھ میں وہ قاصد بھی واپس آئے جو یمن میں تحقیقات حال کی غرض سے بھیجے گئے تھے اور مامون کا داعی ابن نجیب بھی حاضر کیا گیا اوس وقت آمر نے ابن نجیب مامون اور موتمن تینوں کو قتل کرا دیا ابن اثیر لکھتا ہے کہ مامون کریم عالی حوصلہ اعلیٰ درجہ کا مدبر صاحب الرائے بڑا ہوشیار چوکنا اور سفاک تھا مصر و شام و عراق کے خواص و عوام کے حالات سے مطلع رہتا تھا اسکے زمانہ میں جاسوسوں اور غمازوں کی کثرت ہو گئی تھی طرطوشی نے سراج الملوک مامون ہی کے نام پر لکھی ہے مامون ۴۷۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔

مغربیوں سے جنگ

مغرب سے قبیلہ لواتہ کی ایک جمعیت کثیر نے مصر میں آکر فساد اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور نہایت بری بری حرکتیں کیں ابن البطائحی نے اون پر چڑھائی کی اور شکست دی بہت سے مارے گئے بہت سے گرفتار ہوئے بقیہ سالانہ خراج دینا منظور کرکے اپنے ملک کو چلے گئے مامون مظفر و منصور قاہرہ سے واپس آیا۔

قضاۃ

ابو النجم بدر الحرانی ابو الفضل نعمہ بن بشیر النابلسی المعروف بالجلیس۔ رشید ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید الصقلی مسلم بن علی الرسعنی حکم ابو الحجاج بن ایوب۔ ابو عبد اللہ محمد بن ہبۃ اللہ بن منیر القیروانی ملقب بہ قاضی الامیر سناء الملک حسینی ہبۃ ملقب بہ شیرین یعنی نقل ہ ایجاد کیا آمر کے زمانہ کے قاضی القضاۃ سے تھے سناء الملک ربیع الاول ۵۲۶ھ میں حافظ کے عہد میں معزول ہوا۔

آمر کا قتل ہونا ۵۲۴ھ

آمر بہت بلند نظر تھے ہر وقت دل میں عراق پر چڑھائی کرنیکا ارادہ رکھتے تھے اور اس بارہ میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دع اللوم عنی لست منی بموثق	فلا بد لی من صدمۃ المتحقق
واسقی جیادی من فرات ودجلۃ	واجمع شمل الدین بعد التفرق

مگر موقع نہ ملنے سے قاصر رہجاتے تھے ذیل کے دو اشعار بھی آمر کے ہیں۔

اصبحت لا ارجوا ولا اتقی	الا الٰہی وله الفضل
جدی نبی و امامی ابی	ومذہبی التوحید والعدل

نزاریہ فرقہ کے لوگ مستعلویوں اور بالخصوص آمر سے سخت دشمنی رکھتے تھے نزاریہ فرقہ نے حسن صباح کی بدولت بہت کچھ اقتدار حاصل کرلیا تھا اور انکی حکومت قہستان۔ دویلم۔ الموت اور بعض دیگر علاقوں میں پھیل گئی تھی اور انکے داعی اور فدائی تمام ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے وہ عرصہ سے آمر کے قتل کا موقع ڈھونڈھ رہے تھے آخر دس فدائی مصر کے ایک مکان میں جمع ہوئے ایک دن آمر اپنی معشوقہ کے جزیرہ روضہ سے جو دریائے نیل میں ہے واپس آرہے تھے جب اوس پل کے بیچ میں پہونچے جو روضہ اور قاہرہ کے درمیان ہے جہاں یہ فدائی پہلے ہی سے پہنچکر ٹھہر گئے تھے راستہ تنگ ہونیکی وجہ سے اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوگئے فدائیوں نے فوراً حملہ کیا اور آمر گھر پہنچنے سے پہلے انتقال کرگئے مقریزی لکھتا ہے کہ آمر کریم اور جواد تھے اونکے زمانہ میں لوگ انکے اور انکے حواشی کی کثرت عطا سے کمال عیش و آرام میں بسر کرتے تھے یہانتک کہ مصر و قاہرہ میں کوئی شخص ایسا نہ ملتا تھا جو زمانہ کی شکایت یا افلاس کی شکایت کرے آمر حافظ قرآن تھے۔

آمر کے دو غلام بہت منہ چڑھے تھے برغش العادل اور برعوار و ہزار الملوک ان دونوں میں [illegible]

سبقت اور ترجیح حاصل تھی۔

آمر کے وفات پر عبدالمجید میمون بن ابو القاسم محمد بن مستنصر کو حافظ لدین اللہ کے لقب سے سلطنت کا سرپرست بنایا گیا جو از روئے سن اور اقرب القرابت ہونیکی وجہ سے اس امر کے مستحق تھے اور آمر نے وصیت کی تھی کہ میری فلاں بیگم حاملہ ہے مجھے خواب میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بیٹا جنیگی وہ لڑکا میرے بعد خلیفہ ہوگا اوس کی کفالت عبدالمجید کرتے رہیں ہزبر الملوک وزیر بنایا جائے اور افضل کا آزاد کردہ غلام سعید باس صاحب الباب (حاجب) مقرر کیا جاوے یہ وصیت نامہ دار الخلافہ میں پڑھکر سنایا گیا اور اوسپر عمل کیا گیا۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آمر لاولد فوت ہوئے اور بعد میں جلیلہ بیگم سے پیدا ہوئی تو لڑکی اسی سبب سے حافظ کی بیعت جو سرپرستی یا ولیعہدی کی ہوئی تھی اس وقت امامت کی بیعت سے بدل دی گئی مگر مستعلویہ (بوہروں) کا یہ اعتقاد ہے کہ آمر لاولد فوت نہیں ہوئے بلکہ ایک صاحبزادہ دو سال چندماہ کا جسکا نام ابو القاسم طیب تھا چھوڑکر انتقال کیا اور عبدالمجید حافظ بن محمد بن مستنصر باللہ کو ایجنٹ بنایا گیا تھا کہ ظاہری خلافت کا انتظام کرے جب طیب لائق ہوں تو خلافت طیب کو سپرد کر دے اسی وجہ سے حافظ خطاب قرار دیا تھا حافظ دو سال تک اسی شرط پر انتظام سلطنت چلاتا رہا پھر اوس کے دل میں آزادی اور ہوا پیدا ہوگئی نیت بدلی اور خود امیر المومنین کا خطاب اختیار کر لیا اس حال کی خبر پہلے سے امام آمر نے اپنے اکابر دعاۃ کو دیدی تھی اور حکم بھی دیا تھا کہ شمس امامت کے ستر میں جانیکا وقت آگیا ہے جب حافظ کی نیت میں فرق دیکھو اوسی وقت میرے فرزند کو لیکر تقیہ اور ستر اختیار کرنا اور ایسا ہی ہوا اب بوہرے اوس امام طیب کے نسل در نسل امام موجود ہر ایک زمانہ میں ہونا واجب سمجھتے ہیں اور یہی انکے اعتقاد میں داخل ہے[1]۔

سنہ ۵۲۴ (۱۱) عبدالمجید میمون حافظ لدین اللہ سنہ ۵ھ

مختصر حالات | ابو علی احمد بن افضل وزیر بنایا گیا جسنے تمام امور سلطنت پر قبضہ کر لیا

[1] یہ مضمون ہمکو شہر سورت سے ضیاء الدین صاحب بوہرے نے اپنے ۱۱ رجب سنہ ۱۳۱۲ھ کے خط میں لکھا مولف۔ [2] اسکی والدہ ابو القاسم محمد بن مستنصر معتمد تھا اور شدت کے زمانہ میں مستنصر کے حکم سے معاملہ مستنصر کے متعلق جاری کی تھی دیں سنہ ھ میں عبدالمجید پیدا ہوئے

حافظ صرف اسم بے معنی رہ گیا نظر بندی میں بسر کرتا تھا احمد بڑا پکا امامی تھا اور بروایت قرمانی حافظ نے بھی مذہب امامی کا اظہار کر دیا تھا وزیر نے بارھویں امام محمد بن حسن عسکری کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا اسمعیل بن جعفر اور حافظ کا نام نکالدیا حافظ کی نظر بندی کے سبب اسماعیلی وزیر کے قتل کے درپے ہوئے حافظ بھی اس سازش میں شریک ہو گیا اور ۱۵ محرم ۵۲۶ھ کو ایک افرنجی سے احمد کو قتل کرا دیا ابن خلکان لکھتا ہے کہ احمد اعلیٰ درجہ کا منتظم تھا اسنے نہایت خوبی سے سلطنت کی حافظ نظر بندی سے نکلکر احمد کے محل میں آئے اور اوسکا تمام مال و اسباب اپنے قصر میں لے آئے اور ابو الفتح یانس کو اپنا وزیر بناکر سیف الاسلام ناصر الجیوش خطاب دیا اسنے بھی حافظ کو شاہ شطرنج بنا دیا حافظ نے ناراض ہو کر ۲۷ ذی الحجہ ۵۲۶ھ کو زہر سے ہلاک کرا دیا پھر دو سال تک کسیکو وزیر نہ بنایا خود نہایت خوبی سے انتظام سلطنت کرتے رہے ۵۲۹ھ میں حافظ نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو وزیر و ولیعہد بنایا اور جب وہ دو ماہ بعد مر گیا تو منجھلے بیٹے حیدر کو ولیعہد وزیر مقرر کیا اسپر چھوٹے بیٹے حسن نے ہنگامہ برپا کر دیا لڑائی ہوئی پانچ ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے اور حافظ حسن کو وزیر و ولیعہد بنانے پر مجبور ہوئے حسن نے وزیر ہوکر تمام امور سلطنت پر قبضہ کر لیا حسن بڑا سفاک تھا اسنے بڑے بڑے مصری امیروں کو ہلاک کرا دیا چالیس کو ایک ہی رات کو قتل کرائے تھے اوسکے ظلم سے تنگ آکر بقیہ امیروں نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ حسن کو ہمارے حوالہ کر دیجئے کہ ہم اوسے قتل کریں ناچار بادشاہ نے اوسے زہر سے ہلاک کرا دیا (۵۲۹ھ)

حسن کے بعد حافظ نے ارمنی نصرانی امیر تاج الدولہ بہرام کو وزیر بنایا جسنے نصرانیوں کو مسلمانوں پر سبقت دی امیر رضوان بن ولطیس صاحب الباب جو سنی تھا اوس کی حرکتوں سے جلتا تھا بہرام نے اوسے ایک دور کے علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجدیا رضوان نے وہیں سے ایک فوج جمع کر کے قاہرہ پر چڑھائی کی بہرام اسوان کیطرف بھاگ گیا (۵۳۱ھ) رضوان کا بھائی اوحد (جو امامیہ اثنا عشری تھا) فوج لیکر گیا بہرام کو امان دیکر ساتھ لے آیا حافظ نے اوسے قصر میں نظر بند کر دیا یہاں اوسنے رہبانیت اختیار کی تو حافظ نے اوسے رہا کر دیا۔ رضوان[1] وزیر ہوا اور اپنا اقتدار بڑھا کر حافظ کو تخت سے اوتار دینا چاہا حافظ کو خبر ہو گئی منادی کرا دی کہ لوگ رضوان پر ٹوٹ پڑیں لوگوں نے اوسکا گھر لوٹ لیا اور رضوان بھاگ کر سلجوقیوں سے مدد لینے شام میں چلا آیا اوسکا برگزیدہ خادم شاور بھی

---

[1] رضوان ہی کے عہد میں امیر اسامہ ۵۳۹ھ (۱۱۴۴ء) میں مصر گیا تھا ۱۲

اوس کے ساتھ تھا اور حصرخد کے حاکم امین الدولہ گمشتکین سے مدد لیکر ۵۳۳ھ میں مصر پر چڑھائی کی اور باب نصر کے قریب مصریونکو شکست دی تین دن وہیں قیام کیا اس عرصہ میں اوسکے بہت سے ساتھی اوس سے جدا ہوگئے شام کو واپس جانیوالا تھا کہ حاکم نے امان دیکر بلا لیا اور اپنے قصر میں قید کر دیا اور اوسکے اہل وعیال کو بھی اوسکے پاس بلا لیا مگر ۵۴۲ھ میں رضوان قید سے نکل بھاگ گیا اور مغربیوں کی ایک جماعت اکٹھی کرکے قاہرہ پر حملہ کیا اور مصریونکو شکست دیکر قاہرہ میں داخل ہوگیا۔ حافظ نے سودانیونکی ایک جماعت کثیر بھیجکر رضوان کو قتل کرا دیا اسکے بعد پھر کسیکو وزیر نہ بنایا ۵۴۴ھ میں حافظ نے ۷۷ سال کی عمر میں ۱۹ سال ۷ ماہ حکومت کرکے انتقال کیا۔ اوسکی تمام عمر وزیرونکی محکومیت ہی میں گذری جو کچھ وہ چاہتے تھے کرا لیتے تھے۔ مقریزی لکھتا ہے کہ حافظ حازم۔ سیوس۔ کثیر المدارات۔ عارف اور علم نجوم کے شایق تھے حلم انپر غالب تھا حافظ کو قولنج بہت ہوتا رہتا تھا اسلیے طبیب شیرویہ دیلمی نے ایک طبل بنایا تھا جسکی خاصیت تھی کہ اوسکی بجانے سے ریح خارج ہوجاتی تھی اور اس سبب سے قولنج کو فائدہ کرتا تھا یہ طبل ان علویوں بادشاہوں کے خزانہ میں رہا یہانتک کہ صلاح الدین کے قبضہ میں آیا اور اوسنے ایخانی میں اوسے توڑوا ڈالا۔

حافظ کے بعد اون کے صاحبزادے ابو منصور اسماعیل ظافر بامر اللہ کے لقب سے موافق اپنے والد کی وصیت کے بادشاہ ہوئے۔

وزارت آمر نے جب افضل کو قتل کرایا تھا تو اوسکے سب بیٹونکو قید کر دیا تھا اور پھر سوائے ابو علی احمد کے جسے قیدی رکھا باقی سب کو قتل کرا دیا تھا جب عبد المجید کی بطور ریجنٹ کی بیعت ہوئی اور ہزبر الملوک کو وزیر بنایا گیا تو لشکریوں نے اوس کی وزارت کو منظور نہ کیا اور اس مخالفت میں فوج کے سردار رضوان بن ولخشی نے بڑا زور لگایا ادھر ابو علی احمد کو جو قصر میں مقید تھا ہزبر کے مد مقابل برغش عادل نے ہزبر سے حسد کرکے بغاوت پر آمادہ کیا اور اوسکے لیے خروج کی راہ نکالدی پس ابو علی نے خروج کیا لشکری اوسکے ساتھ ہوگئے اور غل مچایا کہ یہ وزیر ابن الوزیر ہے یہی وزیر ہوگا حافظ نے مجبور ہوکر ہزبر الملوک کو معزول اور پھر قتل کرا دیا اور ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۴ھ کو ابو علی کو وزیر بنا لیا اور وہ اپنے باپ افضل کی جگہ مسند وزارت پر متمکن ہوگیا اسنے وزارت گذشتہ کے مال جو مصادرہ میں

لیے گئے تھے لوگوں کو واپس کردیئے اور حافظ کو نظر بند کر کے معاملات سلطنت میں دخل دینے سے روک دیا سوائے ایسے شخص کے جب وہ چاہتا کسی کو بادشاہ کے پاس جانے نہ دیتا سلطنت کے تمام ذخیرے اور بادشاہ کے قصر کے مال اپنے گھر لے گیا ابن خلکان لکھتا ہے کہ ابو علی احمد نے جسکا لقب الکتیفات تھا بہت اچھا انتظام کیا اور نہایت خوبی سے حکومت کی۔

ابو علی بڑا پکا امامی تھا امامیوں کے مشورہ سے اُسنے آخری بارہویں امام حضرت قائم منتظر کی دعوت قائم کردی اور درہم و دینار ان جناب کے نام سے مسکوک کرائے اور نیز اللہ الصمد الامام محمد نقش کرایا اور منبر و نیز دعا مانگنے میں اسمٰعیل بن جعفر کا نام اور حافظ کا ذکر نکالدیا حافظ اور اوسکے اہلبیت سے رفض کیا اور اپنے لیے بڑے بھاری القاب مقرر کیے جو منبر و نیز ذکر کیے جاتے اور فرمانوں میں لکھے جاتے تھے خطبہ میں حافظ کا نام نہ لیا جاتا تھا بلکہ ابو علی احمد بن افضل کا نام مع اوسکے تمام القابوں کے لیا جاتا تھا

وہ القاب یہ تھے السید الافضل الاجل سید ممالیک ارباب الدول والمحامی عن حوزۃ الدین وناشر جناح العدل علی المسلمین الاقربین والابعدین ناصر امام الحق فی حالتی غیبتہ وظھورہ والقائم بنصرتہ بماضی سیفہ وصائب رائہ وتدبیرہ امین اللہ علی عبادہ وھادی القضاۃ فی اتباع شرع الحق واعتمادہ ومرشد دعاۃ المومنین بواضح بیانہ وارشادہ مولی النعم ورافع الجور عن الامم ومالک فضیلتی السیف والقلم ابو علی احمد بن السید الاجل الافضل شاہنشاہ امیر الجیوش ۱۵ محرم ۵۲۶ھ تک وزیر ابو علی کا یہی دور دورہ رہا۔

ابن خلکان لکھتا ہے کہ ابو علی نے اپنے بھائیوں کے انتقام میں جو آمر نے قتل کرادیئے تھے حافظ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر اسپر قادر نہ ہوسکا چونکہ اسنے حافظ کو نظر بند کر رکھا تھا اس سبب سے طرفداران اسماعیلیہ اور ممالیک خلفا اس سے ناراض ہوگئے اور اوسکے قتل کے درپے ہوئے حافظ قیدی کی حالت میں اس سازش میں شریک تھا حافظ کے ایک خواص یانس نامی نے کتامہ وحجرہ کے لشکریوں کو بھی اس سازش میں شریک کرلیا اور کچھ لشکری ابو علی کی تاک میں قصر کے باہر بیٹھ گئے اون میں مملوک افرنجی بھی تھا اور ۱۵ محرم ۵۲۶ھ کو جب ابو علی اپنے

مصاحبوں کے ساتھ چوگان کھیلنے شہر کے باہر بستان کبیر میں گیا اور کھیلنے میں مصروف ہوا افرنجی نے حملہ کر کے ابوعلی کو قتل کر ڈالا اور دوسرا اوتار لیا اب حافظ کو نظر بندی سے نکالکر از سر نو خلافت کی بیعت کیگئی کیونکہ پہلے بیعت ولیعہدی کی کیگئی تھی۔ ابوعلی کا گھر لوٹ لیا گیا اسمیں بے حساب مال و اسباب نکلا پھر حافظ خود ملازموں کے ساتھ سوار ہو کر اوسکے گھر گئے اور جو کچھ بچا تھا سب قصر میں لے آئے۔

خلیفہ ہوتے ہی حافظ نے ابوالفتح یانس کو جو حافظی کہلاتا تھا اپنا وزیر بنا کر امیر السعید سیف الاسلام ناصر الجیوش خطاب دیا مورخین نے یانس کو عظیم الہمت بعید الغور کثیر الشر شدید الہیبت لکھا ہے بڑا عقلمند دوربین اور قوانین دولت سے واقف تھا اسنے بھی حافظ کو شاہ شطرنج بنا دیا یہانتک کہ خلیفہ کے ایک بڑے خواص سے ناراض ہو کر خلیفہ کی اجازت بغیر اوسکو قصر شاہی سے پکڑ کر گردن مروا دیا اور پھر بادشاہ کی پانچ سو خواصوں میں سے تین سو سے زیادہ قتل کرا دیے کیونکہ اوسے اندیشہ تھا کہ مثل ابوعلی کے مجھے بھی قتل نہ کر ڈالیں اسکے بعد قاضی القضاۃ اور داعی الدعاۃ ابوالفخر اور ابوالفتح بن قادوس کو بھی قتل کرا دیا بادشاہ کو ایک تو ان مقتولین کا صدمہ ہوا دوسرے اس کی اس اقتدار اور خود مختاری کو دیکھکر اپنی جان کا اندیشہ ہوا اسلیے اوسکے تخریب کے درپے ہو گئے یانس اڑتی چڑیا کو پہچانتا تھا سمجھ گیا حافظ سے احتیاط کرنے لگا بادشاہ کے پاس کچھ کھاتا پیتا نہ تھا مگر حافظ نے یہ ترکیب کی کہ یانس کے فراش سے اوسکے پاخانہ میں زہر ملا ہوا پانی رکھوا دیا جس سے طہارت کرنے سے بروایت مقریزی یانس کی دبر ایسی وسیع اور فراخ ہو گئی کہ وہ اٹھ بیٹھ نہ سکتا تھا اور بروایت ابن اثیر اوسکی دبر میں کیڑے پیدا ہو گئے جسکا علاج طبیبوں نے یہ کیا کہ اوس مقام پر تازہ گوشت رکھ دیا جاتا تھا کیڑے اوس گوشت سے چمٹ جاتے تھے اور اوسی اوٹھنے اور چلنے پھرنے کی ممانعت کر دی اسی طرح وہ گوشت بار بار بدلا جاتا تھا اور اوسکی جگہ تازہ گوشت رکھا جاتا تھا اسی علاج سے وہ تندرستی کو قریب ہو چکا تھا حافظ کو جب معلوم ہوا کہ اب اچھا ہوا چاہتا ہے اور یہ بھی سن چکا تھا کہ اگر حرکت کریگا تو مر جائیگا ایک دن عیادت کے بہانہ اوسکے گھر آئے یانس نے اوٹھکر تعظیم دی اور خدمت گزاری میں چلنے پھرنے لگا حافظ بہت دیر تک بیٹھکر چلے آئے اور یانس اوسی رات کو ۲۶ ذیحجہ ۵۲۶ھ کو مر گیا کیونکہ اوسکی انتڑیاں نکل پڑی تھیں وسکے دو بیٹے تھے حافظ نے اونکی کفالت کی۔

یانس کے بعد دو سال تک حافظ نے کسیکو وزیر نہ بنایا ۵۲۹ھ میں اپنے بڑے بیٹے

سلیمان کو ولیعہد و وزیر بنایا مگر وہ دو ماہ بعد مرگیا تو منجھلے بیٹے حیدرہ کو ولیعہد وزیر بنایا اسپر
چھوٹے بیٹے حسن نے جمعیت اکٹھی کرکے ہنگامہ برپا کردیا لڑائی ہوئی جس میں پانچ ہزار سے زیادہ آدمی
مارے گئے جس سے دولت فاطمیہ کو اول صدمہ پہونچا آخر حسن ظفرمند ہوا اسنے اوباشونکو جو ہمیشہ
اوسکے ساتھ رہتے تھے اپنا مقرب بنایا اور حافظ اور حیدرہ کو ضرر پہونچانیکے درپے ہوا دونوں کہیں غائب
ہوگئے ان کی تلاش میں اوباشوں نے قصر کی ہتک حرمت کی ناچار بادشاہ کو بھی کہتے بن پڑی
کہ حسن سے صلح و مدارا کرلے اور اوسے اپنا ولیعہد و وزیر قرار دے غرض حسن وزیر بنگیا اور تمام
امور سلطنت پر حاوی ہوگیا اور حافظ کو بالکل بے اختیار کردیا یہ بڑا سفاک تھا اسنے اعیان بلاد میں
سے بڑے بڑے مصری امیرونکو ہلاک کیا کہتے ہیں کہ چالیس تو ایک ہی رات میں ہلاک کئے تھے۔
ابن اثیر کہتا ہے کہ یہ حسن نے حافظ کے اشارہ سے ہلاک کرائے تھے کیونکہ حافظ ان سے اس سبب سے
دشمنی رکھتے تھے کہ انھوں نے ابوعلی بن افضل کا ساتھ دیا تھا بادشاہ چاہتے تھے کہ وہ قتل بھی
ہوجائیں اور اپنا نام بھی نہ ہو حسن کے ظلم سے تنگ آکر بقیہ امیروں اور فوجی لوگوں نے حافظ کو
خلع کرنے اور حسن سے لڑنے کی ٹھان لی اور ایک دل اور ایک جان ہوکر دس ہزار سوار
پیادے دونوں قصرونکے درمیان آموجود ہوئے حسن اونکا مقابلہ نہ کرسکا بادشاہ کی محل میں آکر
پناہ لی اونھوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ حسن کو ہمارے حوالہ کیجیے تاکہ ہم اوسے قتل کرڈالیں
ورنہ ہم تمھیں اور اوسے دونونکو قتل کرڈالینگے حافظ نے اونھیں اوس کی قتل سے باز رکھنے کیلئے
بہت کچھ لالچ دیا مگر وہ نہ ملے حافظ نے حسن کا تلوار سے قتل ہونا گوارا نہ کیا اوسکے دو طبیب خاص
تھے ایک یہودی جسکا نام ابومنصور تھا اور دوسرا بروایت ابن اثیر مسلمان اور بروایت
مقریزی نصرانی جسکا نام ابن قرفہ تھا اول ابومنصور سے کہا کہ ہم حسن کو زہر سے ہلاک کرانا
چاہتے ہیں اوسے کہا میں اس قسم کا زہر نہیں جانتا میں تو صرف جوشاندے خیساندے آب جو اور
اسی قسم کی دوائیں جانتا ہوں پھر ابن قرفہ کو بلاکر اوس سے بھی یہی فرمائش کی اوسنے کچھ ایسا
بناکر دیا کہ حسن پیتے ہی ۲۰ رجادی الآخر سنہ ۵۲۹ھ کو ہلاک ہوگیا پس حافظ نے بلوائیونکو
کہلا بھیجا کہ حسن مرگیا اور اون کے درخواست پر اوس کی لاش بھی اونکو دکھادی اوسکو شبہ ہوا
کہ کہیں کوئی چالاکی نہ کی گئی ہو اوسکے پاؤں کی رگیں کاٹکر دیکھا خون نہ نکلا اوسوقت اونکا

اطمینان ہوا حسن کے بد سیرت ظالم اور سفاک و غاصب ہونیکی سبب بہت سے شاعروں نے اوسکی
ہجو لکھی تھی۔
اس کے بعد بادشاہ نے بروایت مقریزی ابن قرفہ کو مروا دیا اور اوسکا تمام مال و متاع
ابو منصور کو دیدیا اور اوسکو رئیس الاطبا بنا دیا۔ اور بروایت ابن اثیر حکم دیا کہ اپنا تمام مال و متاع
لیکر ہمارے پاس سے نکلجاؤ۔ اور ابو منصور سے کہا کہ تم قطعی حسن کے مارنیکے واسطے زہر دیسکتے تھے مگر تم
عقلمند ہو تم ہمارے محل میں رہا کرو یہ ۵۲۹ھ کا واقعہ ہے۔
حسن کے بعد تاج الدولہ بہرام وزیر بنایا گیا اوس نے ۵۳۱ھ میں رضوان نے
۵۴۲ھ میں قتل کرا دیا گیا اسکے بعد حافظ نے مرتے دم تک کیکو وزیر نہ بنایا۔ وزارت چھین لی رضوان

قضاۃ

حافظ کے زمانہ میں ۹ قاضی القضاۃ ہوئے ابن المیسر محمد بن ہبۃ اللہ۔ ابو الفخر
صالح بن عبد اللہ۔ سراج الدین نجم بن جعفر۔ ابن المیسر محمد دوبارہ۔ اعز ابو المکارم۔ احمد بن عبد الرحمن
حکم آمری۔ فخر الامناء ہبۃ اللہ بن حسین الانصاری المکنی بہ ابن الازرق ابو الطاہر اسماعیل بن
سلامہ انصاری۔ ابو الفضل یونس بن محمد بن حسن مقدسی جو ظافر کے عہد میں ۵۴۷ھ میں معزول ہوئے

(۱۲) ابو منصور اسمٰعیل ظافر بامر اللہ ۵۴۴ھ ۵۴۹ھ

۱۷ سال کی عمر میں خلیفہ ہوئے اس زمانہ میں خلفائے مصر کی جو حالت تھی اوسکا ابن اثیر نے اسطرح
دلچسپ نقشہ اوتارا ہے "جسکی لاٹھی اوسکی بھینس کا نقشہ تھا مصر میں وزارت اوسکی تھی
جسکے بازو میں زور تھا خلیفہ بے بس تھے کچھ قدرت نہ رکھتے تھے وزیر بادشاہی کرتے تھے
فضل کے بعد مصر میں جو کوئی وزیر ہوا وہ بغیر جنگ و جدل اور کشت و خون کے قلمدان
وزارت پر قابض نہیں ہوا"
فائز نے تخت نشین ہو کر نجم الدین ابو الفتح سلیم بن محمد بن مصال کو وزیر بنایا اسے وزارت
سنبھالے ہوئے چالیس دن سے کچھ زیادہ ہوئے تھے کہ سکندریہ کے گورنر ابن السلار نے
چڑھائی کر کے اوسے شکست دی ابن مصال مارا گیا ابن السلار نے بادشاہ سے وزارت

سلہ اسے وزیر عباس کو نور الدین محمود بادشاہ شام کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا ۱۲

حاصل کر کے ملک العادل خطاب پایا اور سلطنت کے سیاہ و سفید کا مختار ہوگیا ابن السلار کو اوسکو سوتیلے بیٹے عباس نے ۶ محرم ۵۴۸ھ ۱۱۵۳ء کو قتل کرادیا اور خود وزیر بنگیا خلیفہ کو اپنے محل کے چاردیواری کے باہر کچھ اختیار نہ تھا اسامہ کی تاریخ میں زوال کے ایسے ہی آثار کی تصویر نظر آتی ہے جو اوسنے بیت المقدس کی سلطنت میں دیکھی تھی۔ بغاوتیں۔ رقابتیں۔ سازشیں دھڑا بندیاں۔ اور بدعملی جسنے قاہرہ کی زمین کو میدان جنگ بنا رکھا تھا یہ سب باتیں باآواز بلند پکار رہی تھیں کہ اب زمانہ قریب ہے اب تک مصریوں نے جوں توں کر کے عسقلان اپنے قبضہ میں رکھا تھا مگر ابن السلار کے مارے جانے پر جو شورشیں مصر میں برپا ہوئیں اونسے مجاہدین صلیبی کو اس مشہور شہر کو فتح کر لینے کا موقع مل گیا۔

محرم ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء میں نصر بن عباس نے جس سے ظافر کمال محبت کرتا تھا ظافر کو دعوت کی بہانہ اپنی مکان میں بلا کر قتل کرادیا اور باپ اور اپنے بیٹے کو بری کرنیکے خیال سے ظافر کی بھائیوں جبرئیل اور یوسف کو اور حسن بن حافظ کے بیٹے کو خلیفہ کے قتل کے جھوٹے الزام میں قتل کرادیا۔ اور ظافر کے کمسن بیٹے ابو القاسم عیسیٰ کو الفائز بنصر اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھادیا اور خود مطلق العنان بادشاہ کیطرح حکومت کرنیلگا۔

ظافر نے کئی اوقاف مقرر کئے تھے اون میں سے وہ وقف جو مسجد ظافری کی گذارہ کے لیئے تھا بہت مشہور ہے ظافر نے خزانۃ البنود کے نام سے ایک میگزین بھی قائم کیا تھا جہاں تین ہزار ماہر کاریگر ہتھیار اور جنگی کلیں وغیرہ بنایا کرتے تھے۔

وزارت ملک العادل مظفر ابو الحسن علی سیف الدین ابن السلار سکندریہ کا گورنر تھا اوسنے اپنے چچا کی بیٹی بلارہ سے نکاح کر لیا تھا بلارہ کا بیٹا عباس جو اوسکے پہلے شوہر ابو الفتوح بن یحیی بن تمیم بن معز بن بادیس صنہاجی سے تھا اس نکاح کیوقت شیرخوار تھا عباس جوان ہوا تو حافظ کے پاس آکر علاقہ غربیہ کا گورنر مقرر ہوا تھا ظاہر خلیفہ ہوا اور ابن مصال کو وزیر بنایا تو عادل کو ناگوار گذرا اور عباس کو ملا کر اوسکے معزولی کی کوشش کرنے لگا یہاں جبکہ ۵ ار شعبان ۵۴۴ھ کو ابن مصال سوڈانی مفسدوں کی سرکوبی کو بلاد صعید کی طرف گیا ہوا تھا عادل قاہرہ میں داخل ہوکر ظافر کا وزیر بنگیا اور اپنے ربیب عباس کو

ابن مصال سے لڑنے روانہ کیا جسنے شکست دیکر ابن مصال کو قتل کر ڈالا اور ۲۳ رمضان ۵۴۴ھ کو اسکا سر لیکر قاہرہ کی طرف مراجعت کی اب عادل نے تمام امور سلطنت پر قبضہ کر لیا اور اسکے حکم کے آگے خلیفہ کے حکم کی کوئی حقیقت نہ رہی خلیفہ اوس سے متوحش اور رنج رہتے تھے عادل نصیحت اور خدمت میں بخل کرتا تھا اور بادشاہ کے حراست کیلیئے پیادے مقرر کر رکھے تھے خلیفہ کے غلامان خاص نے یہ حالت دیکھکر عادل کے قتل کا ارادہ کیا عادل کو بھی خبر لگ گئی اوسنے اونکے سرداروں کو پکڑ کر قید کر دیا اور اونکی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا بہت سے اون میں سے بھاگ گئے پس خلیفہ عادل کو ان امور سے روک نہ سکے مگر کمال صدمہ ہوا اور عادل سے ناراض بہت ہوئے عباس خلیفہ کا دوست تھا ہر طرح تسلی و تشفی کرتا رہتا اور طرح طرح کی ترکیبیں بتاتا رہتا تھا عباس کا بیٹا نصر ظافر کیساتھ خصوصیت رکھتا تھا خلیفہ کا مقرب خاص تھا خلیفہ کو ایک آن اوس کی مفارقت گوارا نہ تھی اور اس قدر محبت کرتا تھا کہ لوگ خلیفہ کو اوسکے ساتھ متہم کرینگے لہذا عادل نے بحیثیت پدری عباس سے کہا کہ اپنے بیٹے نصر کو خلیفہ کے ساتھ مخالطت رکھنے سے روکو مگر نصر باز نہ آیا اسپر عادل نے اوسکی دادی کو جو عادل کی منکوحہ تھی حکم دیا کہ نصر کو گھر میں نہ گھسنے دی نصر اور عباس کو یہ امر شاق گذرا اور عادل سے جلنے لگے پس خلیفہ اور عباس اور عباس کی دوست مؤید الدولہ امیر اسامہ بن منقذ نے جو امرائے شیزر سے تھا اور اس وقت ظافر کے پاس آیا ہوا تھا آپس میں عادل کے قتل کرنیکا منصوبہ کیا اسامہ نے اس معاملہ میں بہت ہی تحریک کی انہیں دنوں میں عادل نے عباس کو ایک فوج کیساتھ عسقلان پر فرنگیوں سے جنگ کرنے روانہ کیا عباس بلبیس کیطرف چلا اور اپنے بیٹے نصر کو وصیت کر گیا کہ عادل کو کسی ترکیب سے قتل کر ڈالے پس نصر کچھ آدمیونکو ساتھ لیکر اپنے دادی کے گھر آیا جہاں عادل سوتا تھا اور اندر جا کر عادل پر وار کیا جو کاری لگا اور وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلا آیا اور سب نے گھسکر عادل کو قتل کر ڈالا (۶ محرم ۵۴۸ھ) اور سر ظافر کے پاس لا حاضر کیا یہ خبر سنکر عباس فوج لیئے ہوئے بلبیس ہی سے واپس چلا آیا اور ظافر نے اوسے وزیر بنا لیا۔

اسی اثنا میں مدد نہ پہونچنے سے اہل عسقلان نے طولانی محاصرہ کے بعد مایوس ہو کر شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا اور اسی سال فرنگیوں کی کشتیوں نے آکر مصر کے شہر تنیس کو لوٹ لیا۔

ملک العادل ابن السلار کٹر سنی شافعی تھا بڑا چالاک دلاور اور بڑا صاحب سطوت و جابر تھا

چھوٹی چھوٹی باتوں پر تھوڑی بڑی سزائیں دیتا تھا۔ ارباب عقل و صلاح کی طرف مائل تھا قاہرہ میں بہت سی مسجدیں اسکی بنوائی ہوئی ہیں بلبیس میں بھی اسنے ایک مسجد بنوائی تھی اسکا باپ سلار سقمان بن ارتق صاحب قدس کے اصحاب سے تھا جب افضل نے سقمان سے بیت المقدس کو چھین لیا تو اوسکی فوج کی کچھ لوگ جو بیت المقدس میں تھے اپنی ہاں بھرتی کر لیے انہیں میں عادل کا باپ سلار بھی تھا جسے افضل نے خدمت خاص میں رکھا اور سیف الدولہ خطاب دیا اور اوس کے بیٹے علی عادل کی تربیت کی اور اوسکو مرتبہ اعلی پر پہونچایا۔

۵۴۸ھ کے آخر میں فرنگیوں نے عسقلان پر حملہ کیا تو عادل نے اونکی روکنے اور عسقلان کو مدد اور رسد پہونچانے میں کمال کوشش کی اور ہر وقت کمک و رسد پہونچاتا رہا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا عادل کی انتقال کرتے ہی فرنگیوں نے عسقلان فتح کر لیا اس سے سلطنت اور بھی ضعیف ہو گئی کیونکہ عسقلان ایک بہت بڑا مستحکم اور آباد شہر تھا مقدسی لکھتا ہے کہ "عسقلان سمندر کے کنارے ایک خوبصورت شہر ہے غلہ اور میوہ بہت پیدا ہوتا ہے بزازوں کے بازار میں مسجد ہے جو سنگ مرمر کی نہایت خوشنما اور مضبوط بنی ہوئی ہے۔ یہاں انسان آرام و آسایش سے زندگی گذار سکتا ہے بازار اچھے ہیں اور شہر کے گرد کا نظارہ نہایت دلکش ہے" اسکے عہد وزارت میں نور الدین محمود زنگی کو عروج حاصل ہوا جسنے مجیر الدین ایبک سے دمشق لے لیا اور اسکے بعد یہانتک نوبت پہونچی کہ خلفائے فاطمیہ سے مصر بھی چھین لیا گیا جیسا آگے بیان کیا جائے گا۔

عباس کا بیٹا ناصر الدین نصر خلیفہ کا ایسا ندیم تھا کہ اوسکا ایک ساعت کا فراق بھی گوارا نہ تھا اتفاق یہ ہوا کہ ابن السلار کے عہد وزارت میں امیر اسامہ مؤید الدولہ کنانی شام سے مصر میں آیا اور عباس سے گتھ گیا اور اوسے ابن السلار کی قتل پر تحریص کر کے ابن السلار کو قتل کرا دیا اور عباس وزیر اور سلطنت کے تمام امور پر حاوی ہو گیا لیکن امیر دل اور خوجیوں کو ثابت ہو گیا کہ یہ امر اسامہ بن منقذ کی کارستانی سے ہوا ہے اور وہ اسامہ کی قتل کے درپے ہو گئے اب اسامہ ایک چال چلا اور وہ یہ تھی کہ عباس سے خلوت میں کہا کہ تم ایسی بری باتیں جو لوگوں سے سنی جاتی ہیں کس طرح صبر کرتے ہو عباس نے کہا وہ کیا باتیں ہیں اسامہ نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ نصر خلیفہ سے لواطت[1] کراتا ہے اور

[1] یہ لواطت کا قصہ بالکل بے بنیاد ہے جو تہمت پردازی ولد اسامہ جیسے بادشاہوں اور وزیروں کی [illegible]

سبب اس بدگمانی کے پیدا کرنیکا یہ ہوا کہ نصر کمال خوبصورت تھا دن رات خلیفہ کے پاس رہتا تھا اور بادشاہ اسکے ساتھ کمال محبت رکھتا تھا یہ سنکر عباس کو کمال صدمہ ہوا اور پوچھا کہ پھر کیا تدبیر کیجائے اسامہ نے کہا کہ اگر ظافر کو قتل کر دوگے تو یہ بدنامی دور ہو جائیگی مقریزی وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ظافر نے نصر کو قریہ قلیوب جاگیر میں دیا تھا اسامہ ایسے وقت نصر کے پاس پہونچا جبکہ وہ عباس کے پاس بیٹھا تھا نصر نے خوش ہو کر کہا کہ مجھے میرے آقا نے قریہ قلیوب جاگیر میں دیا ہے اسامہ نے کہا یہ تو تمھارے لئے بہت تھوڑا مہر ہے یہ کلمہ عباس اور نصر دونوں کو کمال ناگوار گذرا اور عباس اس عار کو مٹانیکے لئے ظافر کے قتل کی ترکیبیں کرنے لگا اور نصر کو حکم دیا کہ ظافر سے جاکر کہو کہ ہمارا بہت جی چاہتا ہے کہ آج حضور خادم ہی کے غریب خانہ پر ماحضر تناول فرمائیں مگر زیادہ ہجوم آدمیوں کا نہو ظافر کو نصر کی خاطر بہت منظور تھی رات کو پیدل ہی صرف تھوڑے ملازموں کی ہمراہ اوسکے گھر چلے آئے گھر میں گھسنا تھا کہ مع اپنی ہمراہیوں کو قتل کر دیئے گئے (محرم ۵۴۹ھ) مگر ایک خادم صغیر نظر بچا کر بھاگ گیا جسے کسی نے نہ دیکھا اور جس سے بعد میں سارا بھید معلوم ہوا مقتولین گھر ہی کے گھر میں راتوں رات دفن کر دیئے گئے نصر نے عباس کو اس تمام کارروائی کی اطلاع دی صبح کو عباس ظافر کے قصر پر آیا اور خاصوں سے کہا کہ حضور سے مجھے اندر آنیکی اجازت دلا دو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱ - میں مزا آتا تھا اس قصہ کا موجد معلوم ہوتا ہے نوجوان ہم عمروں میں اکثر ایسا ارتباط دیکھا جاتا ہے کہ بغیر اس قسم کی غرض فاسد کے اون میں ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے کی لحہ بھر کی جدائی نہایت شاق گذرتی ہے غرض یہ کہانی اسامہ کو معلوم ہوئی اور بجز خاطر کی دشمنوں نے اوسکی اشاعت میں زور لگایا مقریزی لکھتا ہے کہ چونکہ ظافر نصر کو بہت محبت کرتا تھا اور اوسکی جدائی اوسکو گوارا نہ تھی اس سبب سے اکثر لوگ اس سے حسد کرنے لگے تھے اس سبب وزیر عباس کو اپنے اور اپنے بیٹے کی جان کا خوف ہوا اور ظافر کو اوسکے بیٹے نے گھیرا تھا لعنت کرنیکا الزام لگا کر قتل کرا دیا مقریزی لکھتا ہے کہ لکھا ہے سلطنت عباس کے اس سبب دونوں اوس سے نفرت کرنیکو اور اوسکی قتل کر دینے کو سوچتے تھے کہ اونھوں نے اسامہ بن منقذ کو اپنا مقرب بنالیا تھا جنے عباس کو ابن السلار کی قتل پر ترغیب دی تھی اور اس امر میں خلیفہ ظافر سے گفتگو کی تھی اسامہ کو یہ خبر کھل گئی تو اوسنے عباس کو ملامت کی اور کہا کہ نصر کو خلیفہ سے علیحدہ رکھو لوگ تمھارے بیٹے کو بادشاہ کیساتھ عیب لگاتے ہیں بادشاہ تمھاری بیٹے سے لواطت کرتا ہے تمہیں شرم نہیں آتی ادھر خود عباس کو نصر کی طرف کو خوف ہوا کہ اسکو بادشاہ سے محبت ہے کہیں بادشاہ کی گھر میں آ کے مجھے قتل نہ کر ڈالے جس طرح ابن السلار کو قتل کر چکا ہے غرض اسامہ ہر طرح عباس کو ظافر کی قتل پر مجبور کرتا اور تحریک کرتا تھا ۱۲ مولف -

ایک نہایت ضروری معاملہ میں حضور سے رائے لینی ہے خادموں نے خوابگاہ میں اور پھر قصر میں تلاش کیا خلیفہ کا کہیں پتہ نہ ملا اور عباس سے آکر کہا کہ حضور قصر میں تشریف نہیں رکھتے عباس نے کہا تو مجھی حضور سے ملنا ضروری ہے اور اس اصرار سے منشا یہ تھا کہ کسیکو خلیفہ کے قتل کا اوسپر گمان ہی نہو اور قصر کے ہر ایسے شخص کو جو بعد میں مدعی خلافت ہو اور میرے مقرر کردہ خلیفہ سے منازعت کرے بہانہ رکھکر قتل کروا دے پس جب اونہنے اون نوکروں کے آگے بہت ہی الحاح کیا اور وہ حیران تھے کہ خلیفہ کو کہاں ڈھونڈیں اور اصل واقعہ کی اونکو خبر نہ تھی ناگہاں وہ خادم صغیر جو خلیفہ کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ آیا تھا آگیا۔ اور اونکو ظافر کے قتل ہونے کی خبر دی اور عباس سے کہا کہ اپنے بیٹے کو دریافت کروا دے معلوم ہے کہ خلیفہ کہاں ہیں کیونکہ کل شب کو وہ اوسی کے ساتھ تشریف لے گئے تھے خادموں سے یہ سنکر عباس نے کہا کہ میں قصر دیکھنا چاہتا ہوں کہیں اونکے کنبہ والوں میں سے کسی نے اونکو ہلاک نہ کر ڈالا ہو پس قصر میں گھسکر ظافر کے دو بھائیوں جبریل اور یوسف اور نیز حسن بن حافظ کے بیٹے کو قتل کر ڈالا کہ انھوں نے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور ظافر کے بیٹے ابو القاسم عیسیٰ کو جو اسوقت صرف ۵ سال کا تھا اپنے کندھے پر بٹھا کر باہر لایا اور فائز بنصر اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا لوگوں نے فائز کی بیعت کر لی اور عباس قصر میں سے تمام مال و جواہر اور نفیس چیزیں نکال لیگیا صرف ناکارہ چیزیں چھوڑ دیں محل سے نکلتے ہوئے فائز اپنے چچاؤں کی لاشوں کو دیکھکر ایسا ڈرے کہ باقی تمام عمر عارضہ صرع میں مبتلا رہے۔

قضارت ظافر کے عہد کے قاضی القضاۃ یہ ہیں۔ ابو الفضل یونس۔ عبد المحسن بن محمد بن مکرم۔ ابو النجم بدر بن غالی۔ ابو المعالی مجلی بن جمیع الشافعی۔ مفضل ابو القاسم جلال الدین ہبۃ اللہ بن کامل۔ اعز ابو محمد حسن بن علی بن سلامہ۔ ابو الفتح عبد الجبار بن اسمٰعیل بن عبد القوی جو ذیحجہ ۵۴۶ھ میں معزول ہوا۔

۵۴۹ھ ابو القاسم عیسیٰ فائز بنصر اللہ ۵۵۵ھ

عباس نے ظافر کو قتل اور فائز کو خلیفہ بنا کر سمجھا تھا کہ اب میرا کام پورا ہو جائیگا مگر نتیجہ اوس کی امید کے خلاف نکلا لشکری اور سودائی اوسکے برخلاف ہوگئے یہاں تک نوبت پہونچی

کیا وسکے حکم کی تعمیل نہ کرتے تھے قصر کی بیگمات اور خادموں کو اصلی قاتل کا بھید اوس چھوٹے خادم سے
الگ ہی گیا تھا بیگمات نے اپنے بال نوچکر ایک بیچ لفافہ میں بند کرکے طلایع بن رزیک ارمنی کو پاس
بھیجے جو بالائے مصر یعنی اشمونین وبہنسا وغیرہ کا گورنر تھا اور فریاد کی اور ظافر کی قتل کا قصاص لینے
میں اوس سے مدد مانگی اگرچہ اس گورنر کا علاقہ کچھ بڑا نہ تھا مگر وہ بہادر بہت تھا اور دیگر گورنروں
کی نسبت قاہرہ سے قریب بھی زیادہ تھا طلایع نے بہت سی سپاہیوں اور خانہ بدوش عربوں کی جمعیت
ساتھ لیکر جو سب کے سب بادشاہ کی ماتم میں سیاہ لباس پہنی ہوئے تھے فوراً چڑھائی کی قریب پہونچا تو قاہرہ
کے تمام امیر اور فوجی اور سودائی عباس کو اکیلا چھوڑ کر اوس سے جا ملے عباس یہ حالت دیکھکر ۱۲ ربیع الاول
۵۴۹ھ کو اپنا مال ومتاع جو بیحد وبے انتہا تھا چھوڑ چھاڑ اپنے بیٹے نصر دوست اسامہ بن منقذ اور
چند اصحاب کو ساتھ لیکر ایلہ کی راہ سے شام کیطرف بھاگ گیا وہ مال وسامان جو ساتھ لیا گیا تھا
اوس میں ایسی ایسی نادر اور تحفہ چیزیں تھیں جو کہیں اور نہ تھیں ساتھ ہی ظافر کے بہن نے عسقلان کے
فرنگیوں کو بہت سا مال دینا کیا کہ عباس کی خبر لیں پس فرنگیوں نے عباس کو راستہ میں آلیا لڑائی ہوئی
عباس مارا گیا نصر پکڑا گیا اسامہ جان بچاکر شام کو بھاگ گیا عباس کا تمام مال ودولت فرنگیوں نے
چھین لیا جس سے انکی قوت اور بھی بڑھ گئی۔

ربیع الاول ۵۴۹ھ میں طلایع بن رزیک بلا کشت وخون قاہرہ میں داخل ہوا ان فوجوں میں
تمام فوج کے لباس اور جھنڈے سیاہ تھے بیگمات کے بھیجے ہوئے بال نیزوں کی نوکوں پر لگے ہوئے تھے
سب سے پہلے پاپیادہ قصر شاہی کیطرف آیا پھر اوس خادم خیر کو ساتھ لیکر جو ظافر کے قتل کے موقع پر
حاضر تھا عباس کے گھر پہونچا اوسنے اوسے ظافر کے دفن کی جگہ دکھائی طلایع نے بادشاہ کی لاش
زمین سے نکلوا کر اونکے بزرگوں کے مقبرہ میں دفن کرایا جو قصر ہی میں تھا۔

۱۹ ربیع الاول ۵۴۹ھ کو طلایع کو خلعت وزارت اور خطاب ملک الصالح عطا کیا گیا[1] اور وہ انتظام
امور سلطنت میں مصروف ہوا۔

[1] عباس کا رشتہ دار احمد بن تمیم تنیس کا گورنر تھا اوسے جب معلوم ہوا کہ عباس نے ظافر کو قتل کرادیا تو
ایک فوج جمع کرکے قاہرہ کا قصد کیا مگر طلایع اوس سے پہلے آپہنچا تھا پس جب طلایع وزارت پر مستقل ہو گیا
تو اوسے دمیاط اور تنیس کی حکومت پر واپس بھیج دیا۔

طلایع نے زر فدیہ بھیجکر فرنگیوں سے نصر بن عباس کو طلب کیا اونھوں نے ایک لوہے کے پنجرے میں بند کر کے قاہرہ روانہ کیا اور وہ اس حالت سے ۲۷ ربیع الاول سنہ ۵۵۰ھ کو قصر میں داخل ہوا یہاں ویسکے تازیانے لگائے گئے مثلہ کیا گیا قینچی سے اوسکی بوٹیاں کاٹی گئیں پھر دایاں ہاتھ کاٹا گیا اور باب زویلہ لاکر دار پر کھینچدیا گیا اور عاشورہ کے روز دار پر سے اوتار کر اوس کی لاش کو پھونک دیا گیا۔

اسکے بعد طلایع نے بادشاہ کو نظر بند کر لیا اور تمام سلطنت پر خود مختارانہ حکومت کرنے لگا فائز نے اسی نظربندی کے حالت میں ۱۷ رجب سنہ ۵۵۵ھ کو ۱۱ سال کی عمر میں ۶ سال ۲ ماہ کی خلافت کے بعد انتقال کیا قرمانی لکھتا ہے کہ فائز حسن الخلق والتدبیر تھا اور مرتے دم تک لوگوں کے ساتھ سیرت مشکورہ سے پیش آتا رہا۔

وزارت فائز کے تمام عہد سلطنت میں طلایع بن رزیک ہی عہدہ وزارت پر مامور رہا مقریزی لکھتا ہے (جلد چہارم ص۸) کہ ابو الغارات الملک الصالح فارس المسلمین نصیر الدین طلایع بن رزیک شیعہ امامی اثنا عشری تھا ابتدا میں عراق کے ایک جماعت فقرا کے ساتھ علی بن ابیطالب کی زیارت کی غرض سے نجف اشرف گئے روضہ مقدس کے امام اس وقت سید ابن معصوم تھے طلایع اور انکے ہمراہیوں نے زیارت کی اور رات وہیں گذاری اس شب کو ابن معصوم نے خواب میں دیکھا کہ جناب امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ آج رات کو تمھارے پاس چالیس فقیر وارد ہوئے ہیں اون میں ایک شخص ہے جسکا نام طلایع بن رزیک ہے وہ ہمارے بڑے محبوں میں سے ہیں اوس سے کہدو کہ جاؤ ہمنے اوسے مصر کا والی بنایا صبح ہوئی تو سید ابن معصوم نے منادی کرادی کہ تم لوگوں میں طلایع بن رزیک کون ہے سید ابن معصوم اوسے بلاتے ہیں طلایع حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ سید نے اپنا خواب بیان کیا اوسی وقت طلایع مصر کو روانہ ہو گئے مصر پہنچکر سلطنت کے ملازم ہو گئے یہانتک منیہ بنی خصیب کے والی مقرر ہوئے جب نصر نے خلیفہ ظافر کو مار ڈالا تو بیگمات قصر نے طلایع کو بلایا جیسا کہ لکھا جا چکا ہے چونکہ خلیفہ فائز صغیر السن تھے اس سبب سے تمام امور پر یہی حاوی ہو گئے مگر انھوں نے نہایت خوبی کیساتھ حکومت کی فائز کی وفات پر عاضد خلیفہ بنائے گئے وہ بھی کمسن تھے اونپر بھی یہی حاوی رہے آخر کار امرائے قصر ان کی اقتدار سے تنگ آکر ۱۹ رمضان سنہ ۵۵۶ھ کو انکو قتل کرادیا انھوں نے قرافہ کبری کی جامع میں

وہاں تعمیر کرایا اور ناحیہ بلقیس کو اسطرح وقف کیا کہ اوسکی دو ثلث آمدنی سادات بنی حسن و بنی حسین کو ملا کرے اور باقی تہائی کا بچہ سادات مدینہ نبویہ کو اور بطن نجف کے بنی معصوم کو جو اولاد امیر المومنین کے امام تھے طلایع نے وزیر ہو کر مذہب امامیہ کا اظہار کیا جو حکمران قوم کے مخالف تھا اور انکو ایک جلسہ کیا کرتے تھے جس میں اہل علم حاضر ہوتے تھے جو بحر فرنگیو سے لڑتے اور خشکی و تری سے انپر فوج کشی کرتے رہے ہر سال مکہ مدینہ کے سادات کو اونکی تمام ضروریات کپڑے وغیرہ بھیجا کرتے تھے یہانتک کہ بچوں کو لکھنے کی تختیاں بھی بھیجتے تھے اور قلم دوات سیاہی اور عورتوں کے سلائی و ضروریات نیز تمام شاہی علویونکو بہت کچھ بھیجا کرتے تھے۔ تمام ممالک سے اہل علم اونکے پاس آیا کرتے تھے مگر کسیکو مایوس یا ناامید نہ پھیرتے سب سے سلوک کرتے جب وہ رات آئی جسکی صبح کو قتل ہوئے تو کہا کہ اسی شب کو امیر المومنین کی ضربت لگی تھی یا انکی شک نکالکر غسل کیا رات بھر عبادت کرتے رہے ایک سو بیس رکعت نماز تطوع میں پڑھی صبح کو بادشاہ کے پاس آنے کیلئے سوار ہو رہے تھے کہ عمامہ گر کر بکھر گیا دروازہ کی دہلیز میں بیٹھ گئے اور ابن الضیف کو بلوایا جو خلفاء کے عمامے باندھتا تھا جب وہ عمامہ باندھنے لگا ایک شخص نے طلایع سے کہا کہ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں جو ہوا اسی پر خیر گذری اگر حضور مناسب سمجھیں تو اسوقت سواری ملتوی کردیں طلایع نے کہا شگون لینا شیطانی فعل ہے مجھے جانا ضروری ہے پس سوار ہو کر روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی قتل کر دیئے گئے جیسا آگے بیان کیا جائیگا۔

دیگر مورخین ابن اثیر و ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ طلایع قوم کرامنی مذہب کے امامیہ اثنا عشری فاضل سخی اہل علم و فضائل سے محبت کرنیوالے کاتب ادیب اور شاعر اعلی درجہ تھے اہل علم و شعرا کی بڑی قدر کرتے تھے اونکو وظیفے دیئے اور انعام و اکرام سے مالا مال کرتے رہتے ہر کوئی بلا روک ٹوک ان سے مل سکتا تھا ابن خلکان نے اونکے مندرجہ ذیل اشعار وفیات الاعیان میں درج کئے ہیں ؎

	کم جرّبتنا الدهر من احداثه	عبرا وفينا الصد والاعراض
	ننسى الممات وليس يجري ذكره	فينا فتذكرنا به الامراض
؎	مشيبك قد نضا صبغ الشباب	وحل الباز في وكر الغراب
	ومقلة الحدثان يقظى	وما ناب النوائب عنك ناب
	وكيف بقاء عمرك وهو كنز	وقد انفقت منه بلا حساب

مقریزی لکھتا ہے کہ ملک الصالح طلایع بن رزیک اوس زمانے کے فضل و عقل و سیاست و تدبیر و نیز تمام کاموں سے بڑا شخص تھا شکل میں رعب دار اور سطوت میں عظیم۔ مال بہت جمع کیا نماز کے فرض و نوافل سب کا کمال پابند بڑا پکا شیعہ۔ کتاب الاعتماد علی الرد علی اہل العناد تصنیف کی فقیہوں کو بلا کر اس کتاب پر اوسنے مناظرہ کیا اس کتاب میں بحث امامت علی بن ابیطالب کی ہے اور اس بارہ میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں اونکا ذکر ہے دو جلدوں میں اسکے اشعار ہر فن میں ہیں اپنے اعتقاد کی نسبت کہتا ہے ؎

یا امۃ سلکت ضلالا بینا	حتی استوی اقرارہا وجحودہا
ملتم الی ان المعاصی لم یکن	الا بتقدیر الالہ وجودہا
لو صح ذا کان الالہ بزعمکم	منع الشریعۃ ان تقام حدودہا
حاشا وکلا ان یکون الہنا	ینہی عن الفحشاء ثم یریدہا

اور قدریہ کی رد میں ایک قصیدہ لکھا جسکا نام الجوہریہ فی الرد علی القدریہ تھا۔

وزیر ہونے اور نصر کو قتل کرانیکے بعد طلایع نے غور کیا کہ امرا و اعیان میں سے کون کون میری وزارت میں مزاحم ہوسکتا ہے دیکھا کہ سب سے زیادہ تاج الملوک قایماز اور ابن غالب منزل پر جمع پر ممتاز ہیں پس فوج کو اونکی طلب میں روانہ کیا وہ دونوں بھاگ گئے اونکے گھر لوٹ لیے گئے اور دیگر بڑے بڑے امیرونکے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا ان میں سے بعض امیر ہلاک ہوگئے اور بعض دوسرے شہروں حجاز یمن وغیرہ کیطرف چلے گئے یہانتک کہ میدان بالکل خالی ہوگیا اسکے بعد ملک الصالح نے رقیب اور حاجب قصر شاہی پر مقرر کردیے یعنی بادشاہ کو نظربند کرلیا اور خود تمام سلطنت پر خود مختارانہ حکومت کرنے لگا۔

صالح کی خود مختاری اور محل اور خلیفہ پر حاوی ہوجانا محل کی بیگمات کو ناگوار گذرا اور فائز کی بڑی پھوپھی نے صالح کے قتل کی تدبیر کی صالح کو یہ بھید معلوم ہوگیا قصر پر آیا اور استاد الدار اور دوسرے اوستادوں اور صقالبیونکو اوسکے قتل کرنیکا حکم دیا اور اونھوں نے اوسے مخفی طور پر ہلاک کردیا اسکے بعد فائز کی چھوٹی پھوپھی فائز کی سرپرست مقرر کی گئی۔

اس وقت سے وزیر کا اقتدار بہت ہی بڑھ گیا اور وہ فائز پر شدت کرنے لگا اوس

امیروں کو ولایتیں دیں شاور سعدی کو مصر سے نکالدینا چاہا مگر اوسپر اوسکا بس نہ چلا۔

فائز کی وفات پر صالح محل کیطرف آیا اور خادمان قصر سے کہا کہ گذشتہ خلفاء کے موجودہ اولاد کو تمام پیش کرو کہ اون میں سے کیسکو خلیفہ منتخب کیا جائے فہرست پیش ہوئی تو اوسنے ان میں سے بڑوں کو چھوڑ کر ایک کمسن لڑکیکو انتخاب کیا تاکہ اوسکا اپنا غلبہ قائم رہے اوسنے ابو محمد عبد اللہ علی بن یوسف بن حافظ کو عاضد لدین اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا جسکی عمر اسوقت بروایت ابن اثیر ۱۲ سال اور بروایت ابن خلکان دس سال کی تھی عاضد کے والد نے خلافت نہیں پائی تھی بلکہ عباس نے اوسے قتل کر ڈالا تھا۔

(۱۴) ابو محمد عبد اللہ علی عاضد لدین اللہ بن یوسف بن حافظ ۵۵۵ھ ۵۶۷ھ

کمسن عاضد کو ملک الصالح نے خلیفہ بنایا تھا اس سبب سے اوسکے اختیارات کی کوئی حد نہ تھی تمام امور ملکی و مکی پر حاوی تھا۔ صالح نے اپنی بیٹی بھی خلیفہ سے بیاہ دی تھی اور اتنا جہیز دیا تھا کہ کبھی کسی نے سنا بھی نہ تھا صالح کے اختیارات کی شدت دیکھکر بیگمات قصر اوسکی دشمن ہو گئیں اور فائز کی چھوٹی پھوپھی نے جو فائز کی سرپرست رہ چکی تھی امرائے مصر کو بہت سا مال بھیجکر صالح کے قتل پر آمادہ کیا پس یہ لوگ دہلیز قصر میں صالح کی تاک میں چھپے رہے یہانتک کہ جب وزیر ۱۹ رمضان ۵۵۶ھ ۱۱۶۱ کو نکلنے کے وقت باہر نکلا تو ابن الداعی نے چھریوں سے کئی زخم لگائے جن میں سے بعض سر پر بھی تھے آواز سنکر وزیر کے ہمراہی دوڑ پڑے مجروح ہوکر گرنیوالوں کو قتل کر ڈالا اور وزیر کو اسی بسمل حالت میں لہو بہتا ہوا اوسکے گھر لے آئے صالح اوس روز اپنے ہاتھ سے خیرات بانٹتا رہا۔ اور عاضد کو عتابی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے قتل پر کیسے راضی ہو گئے حالانکہ میں نے ہی تمکو اوروں پر ترجیح دیکر خلیفہ بنایا تھا عاضد نے قسم کھائی کہ مجھے تو اس معاملہ کی مطلق خبر بھی نہیں میں تو اسپر ہرگز بھی راضی نہ ہوتا صالح نے کہا کہ اگر یہ امر تمہاری مرضی سے نہیں ہوا تو اپنے والد کی پھوپھی کو حوالہ کرو کہ اوس سے انتقام لیا جاوے عاضد نے اجازت دیدی اور اوسے جبراً پکڑ کر صالح کے پاس لیگئے صالح نے اوسے قتل کرادیا پھر صالح نے بادشاہ کو وصیت کی کہ میرے بعد میرا بیٹا ابو شجاع محی الدین رزیک وزیر بنایا جائے اور زخمی ہونیکے دو روز بعد انتقال کر گیا صالح ۴۹۵ھ میں پیدا ہوا تھا باب زویلہ کی جامع مسجد اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

صالح کے بعد عاضد نے صالح کی وصیت کے موافق اسکے بیٹے رزیک کو وزیر بنایا اسکی وزارت کو ایک سال گذرا تھا کہ سعید کے گورنر شاور نے چڑھائی کرکے رزیک کو قتل کرادیا اور خود ماہ صفر ۵۵۸ھ میں خود وزیر بنگیا اور بنی رزیک کا مال و متاع شاور کے تینوں بیٹوں نے تقسیم کرلیا شاور کو وزارت کرتے ہوئے ہی مہینے گذرے تھے کہ امیر ضرغام نے جو صالح کا صاحب الباب تھا بہت سی جمعیت اکٹھی کرکے ماہ رمضان میں شاور کو قاہرہ سے نکالدیا اور خود وزیر بنگیا۔ شاور بھاگ کر ۲۳ ذیقعدہ ۵۵۸ھ کو دمشق میں نور الدین محمود کی پاس جا پہنچا اور کہا کہ اگر آپ مجھے عہدہ وزارت پر بحال کرادیں تو میں اصل ملک مصر سے فوج کی تنخواہ نکالنے کے بعد جو بچیگا اوس میں سے ایک تہائی آپکی نذر کرتا رہونگا آپکی فوج شیرکوہ کے ساتھ مصر میں رکھونگا اور فرنگیوں کے مقابلہ میں مصری فوج سے آپ کو مدد دونگا نور الدین نے اپنے سب سے بڑے سپہ سالار اسد الدین شیرکوہ کو بن شادی اور اوس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف کو بہت سی فوج دیکر شاور کے ساتھ کردیا اور اسد الدین لڑ بھڑ کر ۲ رجمادی الآخر کو قاہرہ میں داخل ہوگیا ضرغام جو اس سے دو دن پہلے ہی بھاگ گیا تھا پکڑ کر قتل کردیا گیا۔

تھا جب ۵۵۹ ہجری شاور دوبارہ وزیر بنگیا مگر شامیوں سے عہد شکنی کی اور اسد الدین کو جو شہر کے باہر ٹھیرا ہوا تھا حکم بھیجا کہ بلاد مصر سے نکل جاؤ شام کو واپس چلے جاؤ ناچار بلبیس پر اسد الدین نے قبضہ کر کے بلاد شرقیہ میں اپنی حکومت جمالی شاور نے فرنگیوں کو بہت سا مال دینا کر کے اپنے مدد پر بلالیا اور فرنگیوں اور مصری فوج نے ملکر بلبیس کا تین ماہ تک محاصرہ رکھکر اسد الدین کو شام کیطرف نکلنے پر مجبور کیا اور ذیحجہ ۵۵۹ھ کو بلبیس سے نکلکر دمشق میں چلا آیا۔

ربیع الاول ۵۶۲ھ میں اسد الدین نے نور الدین سے دو ہزار سپاہ لیکر مصر پر دوبارہ چڑھائی کی اور دریائے نیل کو عبور کرکے جیزہ میں ڈیرے ڈالدیے اور مصر کے غربی علاقہ پر تسلط جمالیا شاور نے فرنگیوں کو اپنی مدد پر بلالیا ۲۵ رجمادی الآخر ۵۶۲ھ کو بابین پر جنگ ہوئی اسد الدین کے دو ہزار آدمیوں نے فرنگیوں و مصریوں کی متفقہ افواج کو شکست دی۔

بابین پر شکست دیکر اسد الدین نے سکندریہ فتح کرلیا اور صلاح الدین کو وہاں کا گورنر بناکر ماہ صیام صعید میں گذرا پھر فرنگیوں اور مصریوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا یہاں پر صلحنامہ ہوا کہ فرنگی اور مصری پچاس ہزار دینار شیرکوہ کو دیں فرنگی مصر سے نکل جائیں اور سکے کسی ق

پر قبضہ نہ رکھیں تو شیرکوہ بھی مصر سے نکل جائیگا جب یہ عہدنامہ لکھا گیا تو ۵ ار شوال ۵۶۲ھ کو شیرکوہ مصر کے مفتوحہ علاقے مصریوں کے حوالہ کر کے دمشق کیطرف روانہ ہوگیا۔

مگر شیرکوہ کے جانیکے بعد فرنگیوں نے شاور سے ایک خفیہ عہدنامہ لکھوا لیا تھا کہ قاہرہ میں فرنگیوں کا ریذیڈنٹ رہا کریگا اور بعض شہروں پر انکا فوجی قبضہ رہے اور ایک لاکھ دینار سالانہ فرنگیوں کو مصر سے خراج ملتا رہے اس قرارداد کے بعد فرنگی بھی اپنے مشہور سوار ونکی ایک .. جماعت مصر میں چھوڑ کر اپنے سواحل شام کے علاقہ میں واپس چلے آئے ۵۶۴ھ تک یہی حالت رہی۔

شاور نے ۵۶۲ھ میں فرنگیوں کو قاہرہ کی شحنگی حوالہ کر دی تھی اور شہر کے دروازے اونکو سپرد کر دیئے تھے اور اونکے نامی سرداروں اور شجاعوں کی جماعت مسلمانوں کو ستاتی اور تنگ کرتی رہتی تھی مسلمان کان نہ ہلا سکتے تھے صفر ۵۶۴ھ میں مری (Amory) فرنگیوں کے بیت المقدس کے بادشاہ نے مصر پر چڑھائی کی اور بلبیس فتح کر کے شہر کو لوٹ لیا اور باشندوں کو قتل و اسیر کیا اور ۱۰ صفر کو قاہرہ کا محاصرہ کرلیا اہل قاہرہ بلبیس میں فرنگیوں کے ظلم کے حالات سن چکے تھے قاہرہ کے بچانے میں جان توڑ کوشش کی اور خلیفہ عاضد نے نورالدین کو مدد کیلئے بلایا اور لکھا کہ ہمیں فرنگیوں کے پنجہ سے چھڑاؤ۔ ادھر شاور نے فرنگیوں کو بروایت ابن اثیر دس لاکھ اور بروایت ابن خلدون بیس لاکھ دینار اور بیس ہزار من انگریزی غلہ دینا کر کے صلح پر راضی کرلیا۔

نورالدین کو جب عاضد کے خط پہنچے تو اوسنے فوراً شیرکوہ کے ساتھ صلاح الدین اور بہت سے مشہور امیر اونکو کر دیا اور ۲۰ ہزار فوج اور بہت سا مال اور سامان دیکر ربیع الاول ۵۶۴ھ میں مصر سے فرنگیوں کے نکالنے کے واسطے روانہ کر دیا شیرکوہ مصر کے قریب پہنچا تو شہر کے باہر کے فرنگی بھاگ گئے اور جو قاہرہ کے دروازوں پر تعینات تھا ان سے جنگ ہوئی شیرکوہ نے اونکو شکست دیکر اونکی چھاونی کو لوٹ لیا اور قاہرہ کے باہر اپنی چھاونی ڈالدی اور شاور کو پکڑ کر اوسکا سر کاٹ کر عاضد کے پاس بھیجدیا کیونکہ بادشاہ شاور کی حرکتوں سے ناراض تھا اور اوسنے شیرکوہ سے اوسکا سر طلب کیا تھا یہ ۱۷ ربیع الثانی کا واقعہ ہے اب اسدالدین قصر شاہی میں داخل ہوا بادشاہ نے خلعت وزارت اور خطاب ملک المنصور امیر الجیوش عطا فرمایا اسدالدین سے نصیحت اور خیرخواہی کا حلف اوٹھایا۔

اسدالدین نے وزیر بنکر گورنریوں پر اپنے معتمدین کو مقرر کیا اور اپنی فوج کے لیے جاگیریں مقرر کردیں

اور جلیس بن عبد القوی داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ کو اونکے عہدہ پر بحال رکھا۔
اسد الدین ۵ ماہ ۵ یوم عاضد کی وزارت کرکے ۲۲ رجمادی الآخر ۵۶۴ھ کو انتقال کر گیا اور عاضد نے اوسکے بھتیجے صلاح الدین کو ملک الناصر خطاب دیکر وزیر بنا لیا صلاح الدین نے داد ودہش کر کے لوگونکو اپنا بنا لیا اور عاضد کو کمزور کرنے کی غرض سے روز روز اوس سے رقمیں منگا کر مفلس کر دیا یہانتک کہ خلیفہ بیچارے کے پاس ایک گھوڑا رہ گیا تھا وہ بھی منگا لیا جسکے سبب عاضد کی سواری بھی بند ہوگئی بیچارے محل میں مجبور پڑے رہتے تھے صرف خطبہ میں نام رہ گیا وہ بھی اسطرح کہ خلیفہ کے بعد نور الدین کا نام لیا جاتا تھا صلاح الدین تمام امور سلطنت پر خود حاوی ہوگیا اور عاضد کو امور سلطنت میں دخل دینے سے بالکل روک دیا جمادی الآخر ۵۶۶ھ میں مصر کی دار المعونۃ کو منہدم کرکے مدرسہ شافعیہ اور دار العدل کو مدرسہ مالکیہ بنا دیا قضاۃ شیعہ کو معزول کر کے تمام ملک میں شافعی قاضی مقرر کیئے عاضد کی قاضی القضاۃ کامل کو معزول کرکے صدر الدین عبد الملک بن درباس کو تمام ملک مصر کا قاضی القضاۃ بنایا اس وقت سے ملک مصر سے مذہب شیعہ مختفی ہوکر نسیاً منسیاً ہوگیا اور مذہب مالکی و شافعی نے زور پکڑا۔
صلاح الدین کے دست تطاول سے تنگ آکر خواجہ سرا موتمن الخلافۃ نے جو خلیفہ کے قصر میں حکومت و اختیار کلی رکھتا تھا اور تمام ملازمین قصر کا سردار تھا مصریونکی ایک جماعت کو متفق کرکے فرنگیوں کو لکھا کہ صلاح کے مقابلہ میں آکر مصریونکی مدد کریں مگر وہ خط پکڑا گیا اور صلاح الدین نے دھوکہ دیکر موتمن الخلافۃ کو قتل کرا دیا اور قصر خلافت کے تمام ملازمونکو معزول کر کے اپنے ملازم مقرر کر دیئے۔ اور موتمن الدولہ کی جگہ اپنے معتمد خواجہ سرا بہاء الدین قراقوش کو محل کا داروغہ مقرر کر کے حکم دیا کہ کوئی چھوٹا بڑا قراقوش کی اجازت بغیر قصر کے اندر نجانے پائے۔
موتمن الدولہ کے طرفدار پچاس ہزار حبشیوں نے جمع ہوکر دونوں قصر ونکے درمیان صلاح الدین کی فوج کے جنگ کی مگر شکست کھائی بہت سے قتل ہوئے تھوڑے باقی بچے وہ بھی بھاگ گئے۔
صفر ۵۶۵ھ میں فرنگیوں نے دمیاط کا محاصرہ کر لیا نور الدین نے یہ دیکھکر کہ صلاح الدین قاہرہ چھوڑ کر جا نہیں سکتا مصر کی طرف فوج روانہ کرنی شروع کر دی اور خود فرنگیونکے شام کے علاقہ پر حملہ کر دیا ناچار فرنگی اپنا گھر بچانے کی فکر میں پچاس دن کے محاصرہ کے بعد دمیاط سے خائب و خاسر

واپس چلے گئے۔

سنہ ۵۶۶ھ میں صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقجات عسقلان رملہ اور غزہ کو لوٹ لیا اور ربیع الاول سنہ ۵۶۷ھ میں ایلہ فتح کر لیا۔

محرم سنہ ۵۶۷ھ کے دوسرے جمعہ کو صلاح الدین نے عاضد لدین اللہ کا خطبہ مصر سے موقوف کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھ دیا ان دنوں عاضد چونکہ مرض شدید میں مبتلا تھے اونکے اعزہ واحبہ میں سے کسی نے یہ دہشت ناک خبر اونکے کانوں تک پہونچنے نہ دی یہانتک کہ خلیفہ مستضئ اسی بیخبری میں عاشورہ کی دن انتقال کر گئے قرمانی لکھتا ہے کہ عاضد شدید التشیع تھے اور سب صحابہ میں مبالغہ کرتے تھے۔

قرمانی اخبار الدول میں لکھتا ہے کہ جب فاطمی مصر میں داخل ہوئے تو بعض علما سے انھوں نے کہا کہ ہماری اولاد کیواسطے جو حکمران ہونگے القاب مقرر کر دو پس گیارہ القاب لکھے گئے آخر کا لقب عاضد رکھا پس مصر میں گیارہ ہی حکمران ہوئے نہ کم نہ زیادہ اور تعجب یہ ہے کہ عاضد کے معنی قاطع کے ہیں اور یہی اونکی سلطنت کا قاطع ہوا۔

عاضد کی وفات پر صلاح الدین نے اوسکے تمام مال واسباب پر قبضہ کر لیا اسکے اہل وعیال کو ایک گوشہ میں قید کر دیا لونڈی غلاموں میں سے بعض کو بیچڈالا بعض کو آزاد کر دیا اور بعض کو کسی کو بخش دیا قصر کو اوسکے ساکنوں سے خالی کرالیا جو قید کیے گئے وہ قید ہی میں مر گئے۔

صلاح الدین کہا کرتا تھا کہ میں نے عاضد سے زیادہ کسی کو سخی اور کریم نہیں دیکھا نیز وہ عاضد کی نرم مزاجی اور طبیعت پر خیر کے غالب ہونے اور رعایا سے بہت محبت کرنیکی تعریف کیا کرتا تھا۔

عاضد کی وفات پر سلطنت فاطمیہ کا ستارہ جو ممالک افریقیہ ومصر پر دوسو ستر برس سے چمک رہا تھا بالکل غروب ہو گیا۔

شاہان مصر کے خزانے میں ایسی ایسی عجیب غریب چیزیں تھیں جو کبھی دیکھی یا سنی نہیں گئیں دنیا اونسے خالی ہے ایسے ایسے جواہر جو کسی دوسرے کو میسر نہیں ان میں ایک یاقوت تھا جسکا وزن ۱۷ درہم یا ۱۷ مثقال تھا اور ایک موتی کہ جسکا مثل ونظیر نہ تھا اور ایک زمرد کی تختی جو طول میں چار انگشت تھی اور ایک مالا میں پڑی ہوئی تھی غرض ہر قسم کے جواہر یاقوت زمرد وغیرہ کثرت سے تھے سونے کا زیور چاندی سونے کے برتن طاس آفتابے پتیلیاں رکابیاں خوان فنجان کوزے آبخورے

بھرا اون وغیرہ سب سونے کے طرح طرح کی خوشبوئیں اور لباس اور ایک لاکھ بیس ہزار کی ترجمہ
کتابیں جو صلاح الدین نے اپنے کاتب قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی کو دیدیں ان کتابوں میں
بعض ایسی نادر اور نفیس تھیں کہ جنکا مثل نہیں اسی سامان میں ایک طبل بھی تھا جو بڑی احتیاط
سے رکھا ہوا تھا اوسے دیکھکر لوگوں نے خیال کیا کہ یہ صرف بجانیکے لیے ہوگا اور عاضد کی ہنسی اڑانیکی
اوسے ایک آدمی لیگیا بجایا تو اوسکی ریح صادر ہوئی لوگ اوسپر ہنسنے لگے دوسرے نے بجایا اوسکو
بھی یہی پیش آیا جس کسی نے بجایا یہی پھل پایا ایک نے جھگڑا اوسے پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا یہ
طبل اصل میں قولنج دفع کرنے کے لیے تھا جب انکو یہ بھید معلوم ہوا تو اوس کے توڑنے
پر کمال پشیمان ہوئے۔

ابن ابی طی کہتا ہے کہ معز لدین اللہ نے ایک مکان تیار کرایا اوسکا نام دارالکسوۃ رکھا تھا جس میں
ہر قسم کے کپڑے اور لباس رہا کرتے تھے جو لوگوں کو جاڑے گرمی میں مردوں اور انکی عورتوں بچوں
اور متعلقین کو حسب مراتب تقسیم کیے جاتے تھے یہ حال نسلاً بعد نسل جاری رہا عمامہ سے لیکر پاجامہ
اور مندیل تک سب چیزیں پہننے کی ملتی تھیں سب کپڑے نفیس اور عمدہ ہوتے تھے اور ساتھ ہی

مقریزی لکھتا ہے کہ یہ کتب خانہ مختلف علوم و فنون کے کتابوں کے تھے یہ سب قصر کبیر میں تھے خلیفہ مستنصر
کی تنگی کے زمانے میں جو کتابیں نکالی گئیں اون میں دو ہزار چار سو تو صرف قرآن شریف تھے جو نہایت اعلیٰ
درجے کے لکھے ہوئے تھے اور جنپر سونے چاندی وغیرہ کا کام کیا ہوا تھا یہ سب ترکوں نے اپنی تنخواہ واجبات
میں تھوڑے تھوڑے قیمت پر لے لیے صندوق کے صندوق اعلیٰ درجے کی کتابوں کے بھرے ہوئے تھے جو
ابن مقلہ اور ابن البواب کی بنائی ہوئی تھیں تمام مذہبوں کے فقہ۔ نحو۔ لغت۔ حدیث۔ تاریخ۔ سیر الملوک۔
نجامت۔ روحانیات اور کیمیا ہر قسم کی متعدد کتابیں قرآن شریف جو سب اونچی جگہ رکھے جاتے تھے
اور ابن مقلہ اور ابن البواب کے لکھے ہوئے قطع وغیرہ ابن ابی طی صلاح الدین کے مصر پر غالب ہونے کے
حالات لکھنے کے بعد لکھتا ہے کہ منجملہ اون چیزوں کے جو بیچی گئیں کتابوں کا خزانہ تھا جو دنیا کی عجائبات سے
تھا اور کہتے ہیں کہ تمام بلاد اسلام میں قصر قاہرہ کے کتب خانہ سے بڑا کتبخانہ کہیں نہ تھا عجیب بات یہ بھی
کہ اوس میں بارہ سو نسخے تو صرف تاریخ طبری کے تھے اوس میں ۱۶ لاکھ کتابیں تھیں جس میں سے اکثر
بڑے بڑے نامی خوشنویسوں کی لکھی ہوئی تھیں ابن ابی واصل کہتا ہے کہ یہ کتابیں ایک لاکھ بیس ہزار تھیں

نفیس چیزیں کھانے پینے کی دیجاتی تھیں ۷ لاکھ دینار سے زیادہ کا کپڑا گرمی جاڑے میں تقسیم ہوتا تھا اور یہی کیفیت انقراض سلطنت تک قایم رہی۔

قاضی الفاضل ۵۶۷ھ کے واقعات میں لکھتا ہو کہ جب بنی فاطمہ کے آخری بادشاہ عاضد کا انتقال ہوگیا اور صلاح الدین کے کارندہ قراقوش نے قصر شاہی کے خزائن خاصہ کو کھولا تو اس کو دو تت میں سو صندوق لباس فاخرہ و مرصع و موشی کے نکلے اور قیمتی کنٹھے اور بیش بہا ذخیرے اور جواہر نفیسہ وغیرہ۔ جواہر اس کثرت سے تھا کہ اوس زمانہ کا ایک جوہری بیان کرتا ہو جو اس موقع پر موجود تھا کہ مستنصر کے عہد میں قحط کے زمانہ میں جوہریوں کو بلایا گیا اور قصر شاہی کے خزانوں میں سے ایک صندوق لایا گیا اور اوس میں سے سات مد ناپ کر زمرد نکالا گیا جسکی قیمت کم سے کم ۳ لاکھ دینار ہوگی جوہریوں سے پوچھا گیا کہ اس زمرد کی قیمت کیا ہوگی جوہریوں نے جواب دیا کہ قیمت تو ہم اوس چیز کی جانتے ہیں جسکا مثل موجود ہوا سکی قیمت کیونکر بتا سکتے ہیں جسکا مثل ہی نہیں یہاں فخر العرب بن حمدان اور ابن سنان اور ابن کدینہ اور بعض اور مخالفین خلیفہ بیٹھے ہوئے تھے ابن ابی کدینہ نے وہ زمرد صرف ۵ سو دینار میں فخر العرب کو دیدیا۔ ایک جواہر کا کنٹھا نکلا جو کم سے کم اسی ہزار دینار کا ہوگا اوسکے دو ہزار دینار لگائے گئے اوس کنٹھے کی ڈوری کوٹ گئی ان مخالفین نے ایک ایک دانہ اچک لیا گویا کہ کنٹھا تھا ہی نہیں ۱۶۸ مد اعلی درجہ کے موتی جو صلیحی نے نذر بھیجے تھے وہ بھی ان لوگوں نے ہتیا لیئے اور بارہ سو سونے چاندی کی انگوٹھیاں مرصع بجواہر جن میں سے تین مربع انگوٹھیاں سونے کی بادشاہ کو واپس دی گئیں ایک پر زمرد اور دو پر یاقوت سمانی و رمانی جڑا ہوا تھا یہ بعد میں صرف ۱۲ ہزار دینار کو بیچی گئیں ایک تھیلا لایا گیا جس میں ۲۴ مد کے قریب جواہر تھے جوہریوں سے اوسکی قیمت پوچھی گئی انھوں نے کہا اسکی قیمت نہیں لگائی جاسکتی بادشاہوں کے سوا ایسے جواہر کوئی نہیں خرید تا مگر اوسکے صرف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر کتابیں ایسی تھیں کہ جنکی متعدد نسخے تھے مسیحی لکھتا ہو کہ عزیز باللہ کے سامنے ایکدفعہ خلیل بن احمد کی کتاب العین کا ذکر آیا عزیز نے مہتمم کتبخانہ کو کہا اوسنے اس کتاب کے کچھ اوپر تیس نسخے لا حاضر کیے جس میں سے ایک مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اسی طرح ایک موقع پر مہتمم کتبخانہ نے عزیز کے سامنے بیس سے زیادہ تاریخ طبری کی جلدیں نکال لایا جنمیں سے ایک مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا ۱۲

بیس ہزار دینار لگائی گئی جو ہر کاتب المعروف بہ مختار عز الملک مستنصر کے پاس آیا اور کہا کہ یہ جواہر حضور کے دادا جان نے ۷ لاکھ دینار کو خریدے تھے اور سستے سمجھتے تھے۔

بلور وغیرہ کے برتنوں کی یہ حالت تھی کہ ایک دن چند صندوق ان برتنوں کے نکالے گئے اور انمیں کے ایک کو کھولا کوئی ۲۲۰ دینار کا کوئی ۳۶۰ دینار کا کوئی ۲۱۰ دینار کا کوئی سو دینار کا نکلا۔ یہ اعلیٰ درجہ کے سونے سے مینا کیئے ہوئے کوزے رکابیاں وغیرہ تھیں بہت سی سونے کی نقشی صینیاں مینا کی ہوئی۔ سو سے زیادہ فادزہر کے پیالے جن میں سے اکثر پر ہارون رشید وغیرہ کا نام لکھا ہوا تھا کئی صندوق چھپر کھٹ کے جنپر سونے چاندی کا کام بنا ہوا تھا اور مختلف قسم کے جواہر سے مرصع تھیں بہت سے صندوق دواتوں سے بھرے ہوئے مربع۔ مدور۔ چھوٹی بڑی سونے چاندی کی اور صندل عود۔ آبنوس اور ہاتھی دانت کی جنپر سونے چاندی کا کام کیا ہوا تھا اور مرصع بجواہر تھیں اور اس صنعت کی بنی ہوئی کہ علاوہ جواہر کے ایک ایک ہزار دینار کی ہوگی۔ سونے چاندی کے مشربوں سے بھرے ہوئے صندوق جو نہایت اعلیٰ صنعت کے کام سے بنے ہوئے تھے۔ متعدد چینی کے بڑے بڑے مٹکے کافور قیصوری کے بھرے ہوئے متعدد دیگچے عنبر شحری کے بیشمار نافے مشک تبتی کے اور بہت سا عود۔ علاوہ اسکے اور بیشمار اور بیش بہا چیزیں جن کی فہرست مقریزی نے دی ہے منجملہ انکے ایک سونے کا مور مرصع بجواہر نفیسہ تھا جسکی آنکھیں یاقوت احمر کی تھیں اور پر بالکل مور کے پروں جیسے زجاج مینا اور سونے سے بنائے گئے تھے اور ایک سونے کا مرغ جسکا تاج بڑا سا یاقوت احمر کا تھا۔ آنکھیں یاقوت کی اور تمام در و جواہر سے مرصع تھا۔ ایک ہرن جو نفیس در و جواہر سے مرصع تھا اور اسکا سفید پیٹ بلور اور عمدہ موتیوں سے بنایا گیا تھا اور ایک سونے کا کھجور کا درخت جو جواہر اور موتیوں سے مکمل تھا سونے کے گملے میں کھڑا تھا اور اسکے شگوفے اور کچی پکی کھجوریں اپنے اصلی رنگ و وضع میں مختلف جواہرات کی بنائی گئی تھیں ایسے جواہرات کہ جنکی کوئی قیمت نہ لگا سکتا تھا ایک کافور کا تربوز جسکا وزن ۱۶ ہزار مثقال تھا ستر ستر مثقال کے یاقوت ازرق کے قطعے اور اسی اسی درہم کے زمرد کے ٹکڑے یہ سب اسباب مستنصر کے عہد میں خلیفہ کے مخالفین نے لے لیا۔

قاہرہ مصر کے خلفائے بنی فاطمہ کا دار السلطنت قاہرہ تھا جسکے گردے کی داغ بیل جوہر قائد نے

۲۳ جمادی الثانی ۳۵۹ھ مطابق ۱۴ مئی ۹۶۹ء کو ڈالی تھی اور المعز کے پہنچنے سے پہلے فصیل تیار ہوگئی تھی ہر طرف عالیشان عمارتیں آناً فاناً تیار ہوگئیں جن سے شہر نہایت خوبصورت معلوم ہونے لگا شہر میں سڑکیں اور بازار کثرت سے تھے سڑکیں جو شہر کے مضافات کیطرف جاتی تھیں سِرات کہلاتی تھیں اور بازار جو شہر کے اندر ختم ہوجاتے تھے اخطاط کے نام سے مشہور تھے خلیفہ کا خاص محل جو ۱۲ قبہ دار عمارتوں پر مشتمل تھا قاہرہ کے مشرقی حصہ میں واقع تھا اور قصر الکبیر الشرقی کے نام سے مشہور تھا اسکو قصر المعزی بھی کہتے تھے اس محل کو دس دروازے تھے اسپر منتخب اور چیدہ سپاہیوں کا پہرا رہتا تھا جو ۵ سو پیدل اور ۵ سو سوار ہوتے تھے ساکنان محل کی ضروریات بہم پہونچانیکے واسطے ۱۲ ہزار خدمتگار مقرر تھے ایک سرنگ سے دوسرے عالیشان محل کا راستہ تھا جو شہر کے مغربی حصہ میں دریائے نیل پر واقع تھا اور قصر الغربی یا قصر البحر کے نام سے مشہور تھا شہر کے اندر اور باہر خلیفہ کے اور بھی بہت سے مکان اور تفریح محل تھے جنکو اوس زمانہ کے سب سے اعلیٰ کاریگروں اور صناعوں نے کمال آراستہ و پیراستہ کیا تھا امیروں کے محل اگرچہ وسعت میں شاہی محلوں کے کمتر تھے مگر شان اور شوکت میں اونکی ہمسری کرتے تھے امراء اور دولتمند باشندوں کے مکانات کے گرد خوبصورت باغ لگے ہوئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس گئے گذرے آخر زمانہ میں بھی یعنی پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں فرنگستانی سیاح ان باغات کی کثرت اور مکانات کی شان اور شوکت کو دیکھکر دریائے حیرت میں غرق ہوئے ہیں چاروں جامع مسجدیں (یعنی جامع الازہر جامع المعز۔ جامع النور۔ اور جامع الحاکم) خصوصاً بہت بڑی اور خوبصورت تھیں فاطمیوں کے عہد میں قاہرہ کی خاص عمارت ایک امام باڑہ[1] تھا جسے حسینیہ کہتے تھے اس میں ایام عاشورہ میں مجالس عزائے امام حسین علیہ السلام برپا ہوا کرتی تھیں مردوں اور عورتوں دونوں کیواسطے شہر کے ہر حصہ میں بہت سے خوبصورت عالیشان حمام بنے ہوئے تھے عورتوں کے حماموں کی بیرونی آرائش کچھ اسطرح کی ہوتی تھی کہ مردوں کے حماموں سے باآسانی شناخت ہوسکتے

[1] جو عمارتیں ہندوستان میں امام باڑوں کے نام سے مشہور ہیں مصر میں مشہد کہلاتی ہیں
اونکے عہد میں ساحل شام کے تمام شہروں میں مشہد بنے ہوئے تھے ۱۲

بازار جن میں بیس ہزار دوکانیں تھیں نہایت بارونق اور عالیشان تھی دنیا کی پیداواریوں سے بھر پور تھے شہر کے گرد مضبوط اور مستحکم فصیل تھی جن میں کئی دروازے تھے جس میں سے بعض مشہور دروازوں کے نام یہ تھے باب النصر جو نیل کیطرف کھلتا تھا باب الفتوح ۔ باب القنطرہ باب الزویلہ اور باب الخلیج جو جزیرہ کیطرف کھلتا تھا

معمول لوگوں کی بڑی دل لگی یہ تھی کہ بازوں اور شکروں سے پرندوں کا اور ہرنوں و چکاروں کا عموماً شکاری کتوں سے شکار کرتے تھے اور دریا کے کنارہ کے رہنے والے فلاحین اکثر دریائی گھوڑے شکار کیا کرتے تھے ۔

سلطنت کے انتظامی صیغے اور محکمے عباسیوں کیطرح تھے اگرچہ بعض عہدوں کے نام مختلف تھے ۔ دونوں کے انتظام حکومت میں بڑا نمایاں فرق یہ تھا کہ مصر میں امیر الجیوش کا بڑا اقتدار ہوتا تھا وہ کمانڈر انچیف اور وزیر دونوں کا کام کرتا تھا اور جسکو فاطمی خاندان کے کمزور بادشاہوں کے عہد میں ایسا اختیار حاصل تھا کہ بادشاہ کا وجود کالعدم تھا مگر پہلے دس بادشاہوں کے عہد میں وہ صرف اپنا منصبی کام ہی کرتا تھا فاطمیوں کا زوال مستنصر کے عہد سے شروع ہوا اور سازشوں اور دھڑابندیوں نے تدبر سلطنت کی جگہ بتیالی خوش سیرتی اور خوش اخلاقی کی کوئی قدر نہ رہی ملکی ملازمت یا سرکاری نوکری عزت و حرمت کا ذریعہ ٹھہر گئی عالموں کی جگہ جاسوسوں اور قرمساقوں نے سنبھالی اور دیانتداروں آزادوں اور نمک حلالوں کی خوشامدیوں اور طفیلیوں نے ۔ بادشاہوں نے اپنے حکومت کیلئے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے اور اون کے جدا جدا جتھے پیدا کرنے کی پالیسی اختیار کی مگر اس پالیسی کا وبال انھیں کی گردنوں پر ایسا پڑا کہ سر نہ اوٹھا سکے ۔

پہلے فاطمی بادشاہ قدیم بطلیموسیوں کے نمونہ تھے وہ علم اور سائنس کے کمال ہی مربی تھے انھوں نے کالج کتب خانے اور دارالحکمت قائم کیئے اونکو کتابوں اور آلات ریاضی سے مہیا کیا کالجوں میں[1] بہت سے اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے پروفیسر مقرر کیئے ان علمی خزانوں کی

[1] بنجامن آف ٹڈیلہ لکھتا ہے کہ فاطمیوں کے عہد میں صرف اسکندریہ میں فلسفہ کی تعلیم کے واسطے اوسنے بیس سے زیادہ کالج دیکھے قاہرہ میں بیشمار کالج تھے شاہی کتب خانہ میں ایک لاکھ

ہر ایک کی رسائی تھی ہر شخص اوس سے مفت فائدہ اوٹھا سکتا تھا لکھنے کا سامان بھی مفت ملتا تھا خلیفہ اکثر علمی مجلس کرتے جن میں ان دار العلوموں کے پروفیسر یعنی ہر علم کے جدا جدا عالم منطقی۔ ریاضی دان فقیہ طبیب اپنے اپنے خلع[سلہ] پہنے ہوئے حاضر ہوتے تھے دولاکھ ستاون ہزار دینار سالانہ جو احتیاط سے لگائے ہوئے ٹیکس سے وصول ہوتے تھے کالجوں کی سالانہ آمدنی تھی۔ یہ آمدنی پروفیسروں اور عہدہ داروں کی تنخواہوں ضروریات تعلیم کے مہیا کرنے اور سائنس سے متعلق دیگر اشیا کے بہم پہونچانے میں صرف ہوتی تھی ان تعلیم گاہوں میں انسانی علم کے ہر شاخ کی تعلیم ہوتی تھی علم ہیئت کو ترقی دینے کی غرض سے مختلف مقامات میں رصد گاہیں بنائی گئیں اور علم ادب اور سائنس کے بڑے بڑے ماہر اور کامل استاد ایشیا اور سپین سے بلائے گئے کہ فاطمی بادشاہوں کے عہد حکومت کو دنیا میں مثل ستارہ کے چمکا دیں۔

مصر کے بنی فاطمہ کی کوئی تاریخ کامل نہیں خیال کیجا سکتی جب تک کسی قدر بیان اوس عجیب وغریب محکمہ دعوت کا نہ کیا جائے جو اونھوں نے قائم کیا تھا کیونکہ اپنے رعایا میں عام طور پر علم پھیلانے کی خواہش میں اونھوں نے اوس پولیٹیکل فائدے کو جو غیر فرقوں کے لوگوں کو اپنے فرقہ کا مرید بنا لینے سے مترتب ہو سکتا تھا نظر انداز

بقیہ حاشیہ ... کی کتابیں تھیں جو نہایت خوشخط لکھی ہوئی تھیں طالب علم آزادی سے اون کا استعمال کر سکتے تھے اسی طرح سے قیروان۔ فارس اور شمالی افریقہ کے بڑے بڑے شہروں میں علم کی ترقی اور رعایا کی تعلیم کے لیے عالیشان مدرسے اور کالج تھے اور اونکے قیمتی کتب خانوں میں بہت سی بیش بہا کتابیں تھیں اس بات کی ثبوت میں کہ عرب یونانی اور رومی مصنفوں کی تصنیفات سے ہرگز بیخبر نہ تھے یہی بیان کر دینا کافی ہے کہ فاس کے بڑے کتب خانہ میں لائیوی کی تصنیف کا کامل نسخہ عربی زبان میں موجود تھا۔ ۱۲ (امیر علی)

سلہ انگریزی یونیورسٹیوں میں جو گون گریجوائٹوں کو دیئے جاتے ہیں وہ اب تک اوسی طرز کے ہیں جیسے کہ عربی خلع (جوغہ) ہوا کرتے تھے ۱۲ (امیر علی)

نہیں کر دیا تھا۔

بڑے دار الحکمت سے متعلق دار المجالس (گرانڈ لاج) تھا جس میں اسماعیلی مذہب کے مخفی اور باطنی اصول سے واقف ہونیکے خواہشمندوں کو اس مذہب کے عقائد کی تعلیم دیجاتی تھی ہفتہ میں دو دفعہ دوشنبہ اور چہارشنبہ کو دار المجالس کا سب سے اعلیٰ افسر جو داعی الدعاۃ کہلاتا تھا اور جو عموماً بادشاہ کا وزیر یا قاضی القضاۃ ہوا کرتا تھا جلسہ منعقد کرتا تھا اس جلسہ میں مرد اور عورت دونوں سفید لباس پہنے ہوئے شریک ہوتے عورتیں مردوں سے جدا بیٹھتی تھیں ان جلسوں کو مجالس الحکمۃ کہتے تھے تعلیمی کارروائی شروع کرنے سے پہلے داعی الدعاۃ امام یعنی خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو لکچر نے ممبروں کو سنانا ہوتا پہلے اوسے پڑھکر سناتا تھا خلیفہ اوسکی پشت پر دستخط کر دیتا تھا۔ لکچر کے بعد مرید یا شاگرد داعی الدعاۃ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بادشاہ کے دستخط کو تعظیماً ماتھے سے لگاتے تھے مقریزی نے جو اس دار المجالس کی تعلیم کے مختلف درجوں کا ذکر لکھا ہے گویا فرامیشن (فری میسن) تعلیم کا بیش بہا نقشہ کھینچ دیا ہے اصل میں یہی ہے کہ عیسائی دنیا میں تمام قسم کی دار المجالس (فرامیشن وغیرہ) بعد میں قاہرہ ہی کے دیکھا دیکھی بنائے گئے ہیں۔

دار الحکمت کی پولٹیکل شان تو اوسکے بانیوں کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی مگر اوسکا علم و سائنس کا شوق مصر کے شہروں کو منور کرتا رہا یہانتک کہ پچھلے مملوکوں کے افراتفری کے زمانہ میں اوسکا بھی خاتمہ ہو گیا مگر اوسکی باطنی تعلیم کا اثر باوجود امتداد زمانہ کے اب تک برابر چلا آتا ہے اور مختلف مذہب و ملت کے ممالک میں اور ایسے مختلف لوگوں میں جن کی خو خصلت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔

ذاکر حسین۔ ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء

تمت بالخیر

فہرست کتب مطبوعہ اصلاح

نام کتاب		۱ / ۵۰
اسرار شیعہ حصہ دوم	الحمد للہ کہ یہ دوسرا حصہ بھی چھپ گیا جو تین برس تک الشمس کرتا شایع ہوتا تھا اسمیں خلفای فاطمین کا پورا حال ہے جو صفحہ ۲۲۰ پر تمام ہے	عہ
اسرار شیعہ حصہ اول	کے نسخے بھی بہت کم رہ گئے ہیں اب موقع ہے کہ مومنین دونوں حصوں کو ایک ساتھ طلب کریں ورنہ پھر ملنا مشکل ہوگا	۸/
النار الموقدہ	لمن احرق بیت السیدہ۔ اس امر کا انکار کیا جا رہا ہے کہ خلیفہ دوم نے جناب سیدہ کا دولتخانہ جلایا کتب تواریخ عربی و انگریزی سے اسکا ثبوت دیا گیا ہے	
فلسفہ شہادت	ایک عالم جرمنی کی تحقیقات ہے مع شرح	۵/
تحقیق حصول شلوخ	خود نام سے غرض رسالہ ظاہر ہے	۴/
رسالہ وضو	حجت قاطعہ ہے اہلحدیث کے مخالف قرآن ہونے پر	۴/
عمل و تہذیب اہلحدیث	جس سے انکے مذہب کی حقیقت ظاہر ہے	۴/
تاریخ الاذان	جس سے معلوم ہو کہ خلفائے اہلسنت نے اذان میں کیا کیا	۴/
تصحیح تاریخ	جس سے فن تاریخ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے	۶/
رسالہ التقیہ	جسکا دوسرا نام فتح الرحمن ہے اس میں قرآن و حدیث و کتب رجال سے تقیہ کی ضرورت اور عام طور سے اہلسنت کی یہاں کذب کا جواز ظاہر ہے	۱۲/
مناظرہ امیل رشید	جو ۴۰ علمائے اہلسنت سے ہوا	۳/
تحقیق آیۃ الغنا	جس میں پوری بحث ہے	۲/
حد الصارق	جلد ۳ جو صفحہ ۲۶۰ پر ختم ہے (عہ) جلد ۴ (عہ) ان دونوں جلد سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف قرآن کی متعلق اہلسنت کے کیا عقائد ہیں۔	۲/
قول کرم	تحریف قرآن میں اس سے بہتر کوئی تصنیف نہیں ہے	
کشف الظلمات	حصہ دوم (۱۲/) حصہ سوم جو صفحہ ۲۵۰ پر ختم ہے آیات بینات حصہ فدک کا جواب اس تحقیق اور متانت سے دیا گیا ہے کہ قابل دید ہے	عہ
	اسکے تین حصے شایع ہو چکے حصہ اول دوبارہ زیر طبع ہے قیمت نہ ہوگی	۶/
تنقید بخاری	اسکے ہر ہر حرف کی تنقید کیگئی ہے حصہ اول (۱۰/) حصہ دوم (۱۴/) حصہ سوم (عہ)	۸/

المشتہر

مینجر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

فہرست کتب موجودہ دفتر الشمس و اصلاح

حد السارق حصہ سوم جسمیں ان روایتوں کی تحقیق کی گئی ہے جنہیں اڈیٹر النجم نے شیعہ روایتوں سے ثبوت تحریف قرآن میں پیش کیا تھا۔ اہلسنت کو پانچسو روپیہ کا انعام مقرر ہے اگر کوئی شخص معقول جواب دے سکے قیمت ۸

تقدیس القرآن حصہ اول و دوم و سوم جسمیں آریوں کا جواب مدلل محققانہ طور پر دیا گیا ہے جسکی تہذیب و متانت کا فریق مخالف کو بھی اقرار ہے قیمت ہر حصہ ۸

کشف الظلمات حصہ دوم جسمیں آیات بینات حصہ فدک کا جواب دیا گیا ہے یہ کتاب چند حصوں پر منقسم ہے۔ قیمت فی حصہ ۸

رد الملاحدہ ہر دو حصہ ۸ بجواب خلافت راشدہ مکمل چھپ گئی ہے قابل دید کتاب ہے کہ اس طرح کی کوئی کتاب آجتک نہیں تصنیف ہوئی۔

الشمس جلد اول کامل۔ جلد دوم جلد سوم۔ جلد چہارم جلد پنجم۔ جلد ششم۔ جلد ہفتم۔ جلد ہشتم۔ جلد نہم جلد دہم اس کی جلدیں بہت کم رہ گئی ہیں اگر جلد طلب کیا تو پھر ملنا اس کا مشکل بلکہ محال ہوگا۔

ذو الفقار حیدر جلد اول۔ جلد دوم جلد سوم جسمیں مذہبی تحقیقات کا وہ سرمایہ جمع کیا گیا ہے کہ شاید ہی کہیں ملے یہ کتاب اصل میں دس جلد ہے صرف تین جلد چھپی ہے وہ بھی نایاب تھی مگر دوبارہ طبع ہوئی اگر مومنین ہمت کریں تو بقیہ جلدیں بھی طبع ہوں۔

کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم جسمیں صرف اس کی تحقیقات ہے کہ نسبت عقد حضرت ام کلثوم بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ قیمت ۸

مناظرہ امجدیہ حصہ اول ۸ حصہ دوم ۸ جسمیں سوپچاس وہ حالات درج ہیں کہ آجتک کسی کتاب میں نہیں جمع ہوئے آیات قرآنی احادیث رسول اللہ۔ احادیث ائمہ اطہار اقوال حضرت عائشہ دیگر صحابہ و تابعین مجتہدین سے لغت کا جواز بلکہ ضرورت اس صراحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ پھر کسی کو اسمیں شک نہ رہے جسکی سند صفحہ و کتاب مع مطبع درج ہے

رسالہ وضو (۸) **الجمرہ** (کلوخ) ۳

ارسال الیدین (۸) **البسملہ** ۶

تاریخ الاذان حصہ اول ۶

عقل و تہذیب اہلحدیث ۸ صرف اس بحث میں ہے کہ جو طریقہ شیعوں میں جاری ہے وہی اصل سنت رسول اللہ ہے اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ ناجائز ہے۔

تصحیح تاریخ (۱۲) جس میں وہ تاریخی نکات بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تاریخی واقعات جو خلفا کے لکھے گئے ہیں اوس میں کسدرجہ خلاف واقع بیان کیا گیا ہے۔

مجالس عشرہ (۸) جسمیں واقعات مصائب کربلا نہایت صحیح روایتوں سے لکھے گئے ہیں جس سے بہتر مجلسوں میں پڑھنے کیلئے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

المشتہر

علی حیدر اڈیٹر اصلاح کھجوا ضلع سارن

سید [illegible] ملتہ

رجسٹرڈ ڈی ۲۳

ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

۱۹۱۲

الشمس

جلد ۱۲	مقاصد و قواعد الشمس	نمبر ۱۲-۱۱-۱۰

(۱) محض ترویج دین حق کے لیے یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔

(۲) پہلا کام اسکا یہ ہے کہ لکھنؤ سے جو اخبار بمخالفت شیعہ شائع ہو رہا ہے جسمین خاص طور پر کتاب مستطاب استقصار الافحام کا نام لیا جاتا ہے اُس کا جواب۔

(۳) آیات بینات حصہ فدک کا جواب جسپر سنیونکو بڑا ناز تھا اسکے تین حصے شائع ہو چکے ہین چوتھا حصہ زیر اشاعت ہے۔

(۴) شہ۳ سوم التحفہ (جواب تحفہ اثنا عشریہ) بھی شائع ہوگا۔

(۵) دنیا مین اگر مہذب مناظرہ کا وجود ہے تو صرف یہی الشمس ہے جسمین سنی۔ آریہ۔ مرزائی سب کے ساتھ نہایت مہذبانہ تقریر کیجاتی ہے۔

(۶) حجم اس رسالہ کا معمولاً ۳۲ صفحہ ہوتا ہے۔

(۷) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ

(۸) مراسلات مین نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے۔

(۹) نامہ نگار اسکے صرف وہی علما ہو سکتے ہین جو کسی کتاب کا خاص طور پر جواب لکھین۔

(۱۰) جملہ مراسلات بنام منیجر ہونا چاہیے نام کی ضرورت نہین۔

نوٹ (۱) الشمس محض فن مناظرہ مین ہے لہذا اسکی امداد زیادہ تر کتابونکے ذریعہ سے ہونی چاہیے
(۲) پانچ خریدار دینے پر ایک سال تک الشمس مفت جاری رہے گا۔
(۳) دس خریدار دینے والے کو اصلاح و الشمس دونون مفت ملے گا

ایڈیٹر رسالہ ہذا — مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن — محمد حیدر

الشمس

نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ | بابت ماہ شوال ذیقعدہ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۵ھ | جلد ۱۲

الحمد للہ ثم الحمد للہ

کہ یہ تین نمبر اکٹھا ہی حاضر ہیں جس سے اسکی جلد پوری ہوگئی اگر بارہ نمبر کی جلد علیحدہ مرتب کرائی ہوگی
تو یہ جلد پوری ہوگئی اور اگر مضامین کے لحاظ سے کتابوں کی جلد بندی کرلیتے ہونگے تو ابھی اسکا موقع
نہیں آیا کیونکہ مودۃ القربیٰ کشف الظلمات حصہ سابعہ و التحفہ سب بالکل ناتمام ہیں

جواب تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق یوں تو ہر حصہ سے سخت اصرار تھا مگر ہم قوم کی بدمذاقی
سے متامل تھے کیونکہ ہماری قوم جب سُن لیتی ہے کہ فلاں کتاب کا جواب شائع ہو رہا ہے تو وہ بجائے
خود ایسا مطمئن ہوجاتی ہے کہ سمجھتی ہے کہ ہمارے فلاں علامہ ایسے یکتائے روزگار ہیں کہ جتنی
تائیدیں انبیاء و مرسلین اور ائمہ دین کو حاصل تھیں وہ سب اسکو حاصل ہیں نہ انکو کھانے پینے
کی ضرورت ہے نہ لباس کی نہ اور دیگر ضروریات کی کیونکہ یہ تو نائب امام ہیں لہذا جس طرح ہمارے
ائمہ دین اس سے مستغنی تھے کہ قوم انکی کچھ مالی خدمت کرے اوسی طرح نائب امام
بھی مستغنی ہیں انکو کسی قسم کی حاجت نہیں ہے نہ انکی فکر ضروری ہے کیونکہ انکو مؤید روح القدس ہیں
سامان طبع کے نسبت سب کا یہ خیال ہے کہ مطبع ذاتی ہے بیع نہیں اور ملازمین جتنے
ہیں وہ ایسے زرخرید غلام ہیں کہ کھانے کی بھی ضرورت نہیں کاغذ اور روشنائی تو انکے اشارہ
سے پیدا ہوجاتا ہے بجز کاہلی و تساہلی کیا باعث ہے جو پرچہ وقت پر نہیں نکلتا چھپائی
لکھائی اچھی نہیں ہوتی معلوم ہوتا ہے اچھا نسخہ اور لوگوں کو بھیجا ہے خراب نسخہ ہمارے لیے ہے اب اگر
خطوط کا جواب دیا جائے تو پوسٹ کارڈ و ٹکٹ کا بار دفتر پر پڑتا ہے اگر جواب نہ دیا جائے
تو رنج ہے خطوط بھی بعض تو ایسے مطول ہوتے ہیں کہ ایک جزو میں جواب لکھا جائے

جس وقت جواب تحفہ کی تحریک خاص طور پر کی گئی تو ہمنے صرف دو سو روپیہ کے کاغذ کی
فرمائش کی تھی کہ ۱۰۰ ریم کاغذ آجائے تو ہم اطمینان سے اس کام کو کرسکیں جلد اول اس کاغذ میں
تمام ہوجائیگی کیونکہ یہ جواب تحفہ صرف اسی قدر نہیں چھپیگا جتنے خریدار الشمس ہیں بلکہ کچھ زیادہ

تعجب یہ ہے کہ جو بعض کو خریدار ہوں اونکو پوری کتاب مل سکی مگر اسپر مطلق اعتنا نہ کیا گیا اور بعض
نے بھی شروع کر دیا کیونکہ یہ کیا معلوم تھا کہ کاغذ میں یہ وقت آئیگی کہ عمدہ والا کاغذ ہم کو بھی بمشکل
ملیگا۔ اب ہمکو دوسری مصیبت کا سامنا ہے کہ موجودہ خریدار ونکے لیے بھی چھپوائیں اور
آئندہ جو خریدار ہوں انکے لیے بھی یہی مصیبت۔ تنقید بخاری الاکل والاصحاب
حسب العصر والزمان وغیرہ میں بھی ہے کہ تعداد اصلاح سے کچھ زیادہ چھپتا ہے
کہ کتاب مرتب ہو سکے۔

ہمنے ۸ و ۹ میں اسکی استدعا کی تھی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو نمبر ۱۰-۱۱-۱۲
ویلو پی ایبل کر دیا جائے کہ کاغذ منگا لیا جائے اور باقاعدہ پرچہ کی اشاعت ہو مگر افسوس ایک
شخص نے بھی منظور نہ کیا نامنظور لہذا ہم سمجھے کہ قوم کو نامنظور ہے اور اتفاقات بھی ایسے ہی
پیش آتے گئے کہ دو مہینے تک پریس بالکل بند رہا اور اسوقت چل بھی رہا ہے تو
استطاعت کے لیے تین پریس کے ایک پریس ہے وہ بھی شکستہ دل کیونکہ روایات کی ہوا
سے جو ۹ شعبان سے شروع ہوئی ہر دل کو زخمی کر دیا خود میرا یہ حال ہے کہ جناب اخی مولوی
سید علی حیدر صاحب صاحب الرای الفاضل دام ظلہ کا جو رسالہ اردو کا اس ہفتہ میں نذر اجل ہو چکا
ہے جو ہم اور ہمارا گھر ایسا محزون و مغموم ہے کہ اسکا اظہار نہیں ہو سکتا

بہر حال شکر خدا کہ ہم قوم کے مطالبہ سے سبکدوش ہو رہے ہیں نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ امید ہے جا رہے ہیں جلد ۱۲
اونکی مکمل ہو گئی اور ہمنے قبل از وقت ویلو کر کے قوم کا بار اپنے سر پر نہیں لیا۔ کیونکہ نہ معلوم
آئندہ کیا ہوگا اگر خیریت رہی اور منظور خدا ہوا تو جلد ۱۳ کا پہلا تین نمبر انشاء اللہ تعالے
ماہ شوال میں شائع ہوگا اگر کسی صاحب کو آئندہ خریداری نامنظور ہو تو براہ کرم ہمارا پرچہ واپس کر
مطلع فرمائیں اور اگر خریداری منظور رہے تو اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت کریں اور ایک
جدید خریدار کا بھی کیونکہ میں جب تک زندہ ہوں اسوقت تک یہ رسالہ انشاء اللہ تعالی بند نہ ہوگا
آپ پورے اطمینان سے اسکے اشاعت میں کوشش فرمائیں یہ ترددات عارضی ہیں
فضل خدا نے چاہا تو اسکی ضیا باری عالم کو منور کرتی ہوگی

والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم

بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اُنکے دعوے کے ثبوت کیلیے کافی نہیں تھا اُنکو چاہیے تھا کہ اُن طرق مختلفہ سے جنکا اُنھوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اُن تمام روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے

اقول اسکا جواب اگرچہ تقریر سابق میں گذر چکا ہے کہ جبکہ خود قاضی صاحب نے اسکو تسلیم کرلیا ولسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک کہ ہم اس روایت کی صحت کے منکر نہیں ہیں کہ جناب سیدہ نے فدک کا مطالبہ کیا تو اب فرمایئے جناب سید کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اُن کل روایتوں کو لکھیں کیونکہ خود قاضی صاحب کثرت روایت کے بھی مقر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح یعنی اکثر روایتیں اس باب میں غیر صحیح ہیں جس سے کثرت روایت بھی ثابت ہوئی اور صحت بھی تو اب جناب سید کو اُن طرق کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی ہاں اگر قاضی صاحب کسی روایت پر جرح کرتے یا اُسکی غیر صحت کا بالخصوص دعویٰ کرتے تو البتہ جناب سید کا فرض تھا کہ اُس روایت کی صحت کو ثابت کرتے۔

آپ خود اپنی عبارت منقولہ میں غور فرمائیں کہ سارا زور قاضی صاحب کا اسپر ہے کہ جناب سیدہ کو قبضہ نہیں ملا تھا جسکو جناب سید نے رد کر دیا۔

پھر آپکا یہ فرمانا کہ جناب علم الہدیٰ کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے تسلیم اور اُنکے دعوے کے ثبوت کیلیے کافی نہیں تھا اسطرح کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے کیونکہ فریق مخالف نے کثرت طرق کو بھی تسلیم کرلیا ہے اور صحت روایت کو بھی تو اب بجز تحصیل حاصل کیا فائدہ تھا۔

افسوس ہے کہ آپکی نظر کتب فریقین پر بہت کم پڑی ہے ورنہ یہ فرماتے کہ اُنکو چاہیے تھا کہ اُن طرق مختلفہ سے جنکا اُنھوں نے بالاجمال دعوی کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اُن تمام روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے کیونکہ بجز کتاب مستطاب عبقات الانوار تمامی کتب فریقین کا یہی دستور رہا ہے کہ ایک روایت کو لکھکر اُسکے ناقلوں کا نام لے دیتے ہیں یا یہ کہدیتے ہیں کہ بہت سے طرق سے یہ روایت وارد ہے چونکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے

بخلاف ثبوت سلف کے خریعات ہے کے نسبت دعویٰ کیا کہ در کتب معتبرہ اہلسنت اصلا نیست
اسلیے جناب حجۃ الاسلام مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ مجبور ہوئے کہ ایک ایک روایت کو
ہر ہر کتاب سے علیحدہ لکھیں اور اسکے راویوں کی توثیق ائمہ خلف تا سلف ثابت کریں۔

قال المخاطب طعن اول میں جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال
شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کو علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ
کیے جانے کا ذکر کرتے ہیں کما یقول دوعا السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل
تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ اخرج البزار وابو یعلیٰ وابن ابی
حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وآت
ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمہ فاعطاہا فدک و این روایت
صریح ست درآنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذی القربیٰ حقہ یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق و نازل
گردید آنجناب فاطمہ را ہبہ فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود و شیخ علی متقی در
کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت وآت ذی
القربیٰ حقہ قال النبی صلعم یا فاطمہ لک فدک و سید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب
خود مسنداً از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ و نیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ
و مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک را نوشتن و ترجمہ اش نقل کردہ چنانچہ آنفا عبارت
آن بمعرض بیان در آمد و عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ با وصف اعطائے فدک و ہبہ
آن و نوشتن وثیقہ برائے آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض
آن بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ لفظ اعطا نیز برآن دلالت دارد کما لا یخفی و صاحب تاریخ
آل عباس کہ از معتمدین اہلسنت است در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از انکہ
جماعتے از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود صد کس از علمائے حجاز
و عراق وغیر ایشان را و تاکید کرد کہ کتمان صواب نا نمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ
پیچند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر
جبرئیل با آیہ وآت ذی القربیٰ حقہ نازل شد پس سو خدا گفت کیست ذا القربیٰ

وصیت حق او جبریل گفت فاطمہ است وفدک حق او ست پس آنحضرت فدک را بآنحضرت داد

اقول افسوس آپنے اپنے خیالی جوش میں خود درمنثور سیوطی کو نہ دیکھا اور نہ معلوم سوچا کہ یہ حدیث دو طریق سے منقول ہے ایک بطریق ابو سعید خدری دوسرے بروایت حضرت ابن عباس ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۷ ج ۴ مصر

واخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه قال لما نزلت هذه الآیة وآت ذا القربی حقه دعا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاعطاها فدک۔

واخرج ابن مردویه عن ابن عباس قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه اقطع رسول اللہ صلعم فاطمه فدکا۔

دیکھیے اس حدیث کے دو صحابی راوی ہیں ایک ابو سعید خدری دوسرے ابن عباس اور مخرج اس روایت کے صرف ابن مردویہ نہیں ہیں بلکہ حافظ بزار امام ابو یعلے امام ابن ابی حاتم بھی ہیں جو امام احادیث صحیحہ ہیں

تیسری روایت اسکے تائید میں اور بھی اوسی درمنثور میں موجود ہے واخرج ابن جریر عن علی بن الحسین قال لرجل من اهل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال افما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذا القربی حقه قال وانکم للقرابة الذی امر اللہ ان یؤتی حقه قال نعم ص ۱۷۶

یعنی ابن جریر نے روایت کی ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مرد شامی سے فرمایا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں آیہ وآت ذا القربی حقه کی تلاوت کی ہے اوسنے کہا ہاں پھر اوسنے پوچھا کیا آپ ہی لوگ اس قرابت سے مراد ہیں جنکے ادائے حق کا حضرت نے حکم دیا فرمایا ہاں تو کیا اسکے بعد بھی آپکو شک رہ سکتا ہے کہ اس آیہ کی تعمیل رسول اللہ نے نہیں کی اور حق ذی القربے نہیں دیا۔

چونکہ اکثر مضامین اسکے سابق مذکور ہو چکے ہیں اسلئے ہم زیادہ تکرار نہیں کرنا چاہتے کیونکہ مولوی صاحب کا مقصود دوسرا ہے اور ہم تک اسے ہمکو جلد پہنچنا ہے۔

قال المخاطب صاحب تشیید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

اقول۔۔ سابقاً مرقوم ہو چکا کہ کتاب مستطاب تشیید المطاعن میں پچیس کتابوں کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ دعویٰ مثل آفتاب تاباں روشن و نمایاں ہے۔

قال المخاطب کفایہ و سوم عصمت الولایہ کی جلد دوم میں صفحہ ۳۵۶ سے تا صفحہ ۳۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وات ذا القربی حقہ کی نسبت صفحہ ۳۶۰ میں یہ لکھا ہے کہ از برائے احدی از امت شبہہ نبود در انکہ فدک خالص بود از برائے رسول خدا صلعم و احدی را در آں حقی نبود از امت۔ و اخبار طرفین از خاصہ و عامہ ناطق باین امر ست و نیز ظاہر آیہ وات ذا القربے حقہ بہ تصدیق کثیرے از علماء مفسرین و روات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا در عطیہ داد بحضرت فاطمہ چون ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس و واقدی و بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر در صواعق و ابن ابی الحدید و ابوہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابوالقاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی و قاضی ابو عبد اللہ بن موسیٰ انہ نزلت آیۃ وات ذا القربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدک فقط۔ اس میں مولف نے روایت ہبہ فدک اور دعویٰ فدک کو مخلوط کر دیا ہے اور ان کی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا مگر سوا ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۶۵ میں اوس کتاب کی باین الفاظ بیان کی گئی ہے کہ ثانیہ ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی بن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی فرمود در سورہ بنی اسرائیل این آیہ خواندہ کہ وات ذا القربے حقہ آں شخص عرض کرد مگر شما ئید ذی القربے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ امر فرمود کہ حق اہل را برسانند فرمود بلے۔"

اقول اس میں بھی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ وہی مطلب ہے جو مکرر سہ کرر ثابت ہو چکا کہ قریب قریب تمامی روایات اہلسنت میں یہ موجود ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم پر یہ آیہ نازل ہوا اور

اور حضرت نے جناب سیدہ کو ہبہ فرمایا اور اسکا نوشتہ لکھا اور جس روایت ثعلبی کا تذکرہ ہم کیا گیا ہے اوسکا حوالہ ہم تفسیر درمنثور سیوطی سے بھی لکھ چکے ہیں کہ اونھوں نے ابن جریر سے روایت کیا ہے

قال المخاطب ان کتابونکے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوسکا نام غایۃ المرام و حجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص و العام اور اوسکے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہیں اور اونکی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی شیخنا المجلسی رح وکانت وفاتہ فی السنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ یعنی سید موصوف نے بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور استیعاب کرنیوالے احادیث واخبار میں کہ مثل انکی اگلے لوگوں میں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہیں جنسے اونکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنیمیں لکھی ہے اور اوسمیں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کی متعلق جتنی روایتیں اور حدیثیں ہیں خواہ اہلسنت کی ہوں خواہ شیعوں کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اونھوں نے اس کتاب کی دیباچہ میں اون تمام کتابوں کو نام لکھے ہیں جن سے اونھوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکی مولف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے اس کتاب کی مقصد دوم کے ستر ہوین اور اٹھارہوین باب میں آیہ وآت ذی القربے حقہ کی متعلق جتنی حدیثیں اور روایتیں فریقین کی ہیں وہ نقل کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کی سوا ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اونھوں نے سنیوں کیطرف سے بیان نہیں کی البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں چنانچہ اوسکے صفحہ ۲۲۳ میں یہ لکھا ہے الباب السابع عشر قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی تفسیرہ

فی هذه الآیة قال علی بن لک قرابة رسول الله صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اهل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذا القربی حقه قال وانکم القرابة التی امر الله تعالیٰ ان یؤتی حقه قال نعم فقط اسکا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم لکھ چکے اسکے بعد وہ لکھتے ہیں الباب الثامن عشر فی قوله تعالیٰ وآت ذا القربی حقه والمسکین الآیة من طریق الخاصة وفیه احد عشر حدیثاً کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں اور اوس میں عطیہ عوفی کی وہ روایتیں بھی منقول ہیں جسکو بعض سنیوں کی کتابوں سے علماء امامیہ نے نقل کی ہیں جیسا ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہیں الثامن العیاشی باسناده عن عطیة العوفی قال لما فتح رسول الله خیبر وافاء الله علیه فدکا وانزل الله وآت ذا القربی حقه قال یا فاطمة لک فدک التاسع العیاشی باسناده عن عبد الرحمن بن صالح کتب المأمون الی عبد الله بن موسیٰ العبسی یساله عن قصة فدک فکتب الیه عبد الله بن موسیٰ بهذا الحدیث ۔ العاشر العیاشی باسناده عن فضیل بن مرزوق عن عطیة ان المأمون رد فدکا علی ولد فاطمة"

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں ایک کتاب امامت میں لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ ۲۷ میں فدک کی بحث ہے مگر اس میں خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کر بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعة الرسول برہان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بتقریب اسے آنکہ خالی از تجددی نیست از ما جری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتداد مشار الیہ ست می سازد فقط اسمیں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کی ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرہویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں ان

سب سے ہمنے اون روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں میں اونھوں نے
نقل کی تھیں بلفظہ لکھدیا اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہونگی جو ہمیں
نہیں مل سکیں مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلّی
اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد
سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً انکے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ نگئی ہوگی
خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے اور اسلیے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھوں نے
ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اون کے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں
کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت میں داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت
ہے اسلیے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر
ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا ایک ہی شخص اس تمام رنگا رنگ پردے میں چھپا ہوا ہے
جسکے مختلف رنگ دوسروں نے لیے ہیں اور ایک ہی گندا چشمہ ہے جس سے یہ سب
نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں اور
ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جنکو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنھوں نے اوسکی
بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات
شیخین پر لگائے ہیں اور بہت درد ناک تقریریں اونکا ظلم و ستم ظاہر کیا ہے اور
جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے
والی باتیں بتائی ہیں اپنے پیش کیے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب
ہم اوسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدر رہ جائینگے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی
نور اللہ شستری نے کشف الحق کے شائع ہونیکے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنی
اوپر صادق سمجھینگے ای یتمنون لیکونوا جمادا او نباتا او یبھتون کانھم
التقموا الحجر یعنی تمنا کرینگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت
ہو جائینگے گویا اونپر پتھر پڑ گئے ہیں۔

علماء امامیہ کی مذکورہ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جنکو ہم

سینوں کی روایت کرتے ہیں ان ہی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلۂ الذیل روایتیں پائی جاتی ہیں ایک وہ جنمیں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہو دوسری وہ جسمیں صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویوں کے نام لکھ دیئے ہیں اول قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روایتیں ہیں اول قسم کی روایتیں یہ ہیں۔

ایک وہ روایت جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنیوالے راوی حسب ذیل ہیں **اول** محی السنہ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی **دوسرے** قاضی ابو النصر شعیب بن علی **تیسرے** موسیٰ بن سعید **چوتھے** ولید بن علی **پانچویں** عباد بن یعقوب **چھٹے** علی بن عباس **ساتویں** فضیل **آٹھویں** عطیہ **نویں** ابو سعید جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری وہ روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اسکے راوی یہ ہیں **اول** سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی **دوسرے** حاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی **تیسرے** حاکم الوالد ابو محمد **چوتھے** عمر ان احمد بن عثمان **پانچویں** عمر بن حسین بن علی بن مالک **چھٹے** جعفر بن محمد احمصی **ساتویں** حسن بن حسین **آٹھویں** ابو معمر بن سعید **نویں** ابو علی قاسم کندی **دسویں** یحییٰ بن یعلی **گیارہویں** علی بن مسہر **بارہویں** فضیل بن مرزوق **تیرہویں** عطیہ کوفی **چودہویں** ابو سعید خدری

تیسری وہ روایت جسکو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے اسکے راوی **اول** محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہیں **دوسرے** ہیثم بن خلف دوری **تیسرے** عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث **چوتھے** محمد بن قاسم بن زکریا **پانچویں** عباد بن یعقوب **چھٹے** علی بن عابس (یہ حقیقت میں علی بن عباس ہے) **ساتویں** جعفر بن محمد حسینی **آٹھویں** علی بن منذر طریقی **نویں** فضیل بن مرزوق **دسویں** عطیہ عوفی

فغذ لنا من الطعام بمثل ما صنعت
ثم اجمعهم الی قال ففعلت ثم جمعتهم
ثم دعانی بالطعام فقربته لهم ففعل کما
فعل بالامس فاکلوا حتی ما لهم بشیٔ
حاجة ثم قال اسقهم فجئتهم بذلک
العس فشربوا حتی رووا منه جمیعا ثم تکلم
رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا بنی
عبد المطلب انی والله ما اعلم شابا
فی العرب جاء قومه بافضل مما قد
جئتکم به انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرة
وقد امرنی الله تعالیٰ ان ادعوکم الیه فایکم
یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون
اخی ووصیی وخلیفتی فیکم قال فاحجم
القوم عنها جمیعا وقلت وانی لاحدثهم
سنا وارمصهم عینا واعظمهم بطنا و
احمشهم ساقا انا یا نبی الله اکون وزیرک
علیه فاخذ برقبتی ثم قال ان هذا
اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا
له واطیعوا قال فقام القوم یضحکون
ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع
لابنک وتطیع ۔ ص ۲۱۷ جلد ۲ طبری

ویسا ہی کھانا طیار کرو اور سب کو جمع
کرو جناب امیر فرماتے ہیں میں نے ویسا ہی کیا اور سبکو
جمع کیا جیسا کہ پہلے روز کیا تھا سب نے
سیر ہو کر کھایا کہ پھر کچھ کھانے کی
ضرورت نہ رہی پھر دودھ پلائے گئے
کہ سب سیراب ہو گئے اور اسکے بعد جناب رسول اللہ
نے کلام کیا اور فرمایا اے فرزندان
عبد المطلب ہم جہاں تک جانتے ہیں کوئی شخص
اپنے قوم کیلئے اس سے بہتر نہیں لایا ہے
جو ہم تمکو گوں کیلئے لائے ہیں کیونکہ ہم خیر دنیا
و آخرت دونوں تم لوگوں کیلئے لائے ہیں اور خدا نے
ہمکو حکم دیا ہے کہ اسکی طرف تمھاری دعوت
کریں تو کون تم سے ایسا ہے جو اس پر ہماری وزارت
کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی اور
وصی و خلیفہ ہو تم لوگوں میں تو پورے قوم نے اس
کلام سے منھ موڑ لیا اور میں نے کہا حالانکہ ہم سب سے
صغیر السن تھے کہ اے نبی خدا میں آپکا وزیر ہوتا ہوں
پس حضرت نے ہماری گردن پکڑی اور فرمایا
کہ یہ میرا بھائی ہے اور وصی ہے اور خلیفہ ہے تم میں
اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو ۔ اسپر تمام قوم
اٹھ گئی اور ابو طالب سے کہتی تھی کہ تمکو حکم دیا ہے
کہ اپنے فرزند کی اطاعت و فرمانبرداری کرو
ص ۲۱۷ جلد دوم مطبوعہ مصر

غرض محمد بن جریر طبری جنکے تحقیقات کو اوڈیٹر انجم نے شرف اولیت بخشا ہے ایسے مفسر ہیں کہ خود علمائے اہلسنت کو اونپر صدہا اعتراض ہیں مگر ہم اوس سے بخوف طول بحث نہیں کرتے بلکہ صرف یہ دکھلاتے ہیں کہ اونکی تفسیر کیا وزن رکھتی ہے کیونکہ یہ آیہ قرآن مجید میں دو مقام پر آیا ہے ایک سورہ اسرا میں جو مشہور بہ سورہ بنی اسرائیل ہے اوس میں خداوند عالم فرماتا ہے وآت ذی القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل و لاتبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا یعنی اور دو ذوالقربیٰ کو حق اونکا اور مسکین ابن السبیل کو اور بیجا خرچ نکرو کہ بیجا خرچ کرنیوالے برادر شیطان ہیں اور شیطان خدا کی نعمتونکا منکر ہے۔

طبری اس آیہ کی تفسیر میں دو قول لکھتے ہیں (۱) عنی به قرابة المیت من قبل ابیه وامه امر الله عز وجل تناؤه بصلتها یعنی مقصود اس سے مردہ کے قرابت مند ہیں خواہ بجانب اب ہوں یا ام تو خدا نے حکم دیا کہ اپنے قرابت مندونکے ساتھ صلہ رحم بجالاؤ اس مضمون کی تین روایتیں لکھی ہیں ایک حسن بصری سے دوسرے عکرمہ سے تیسرے ابن عباس سے۔

(۲) وقال آخرون بل عنی به قرابة رسول الله دوسرونے یہ لکھا ہے کہ مراد اس سے قرابت مندان رسول ہیں کہ اونکا حق دیدو اسکی دلیل یہ لائے ہیں قال علی بن الحسین لرجل من اهل الشام اقرءت القرآن قال نعم قال افما قرءت فی بنی اسرائیل وآت ذی القربیٰ حقه قال وانکم للقرابة التی امر الله جل تناؤه ان یؤتیٰ حقه قال نعم صفہ جلد ۵

یعنی جناب امام زین العابدین نے ایک مرد شامی سے (جو گالی دیرہا تھا) فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اوسکی سورہ بنی اسرائیل میں آیہ وآت ذی القربیٰ حقه کو پڑھا اوس شامی نے کہا اس سے آپلوگ مراد ہیں حضرت نے فرمایا ہاں۔

ان دونوں تفسیروں میں کوئی حدیث رسول اللہ کی تو نہیں ہے مگر ایک قول عکرمہ خارجی وحسن بصری سے ہے دوسرا قول جناب امام زین العابدین ؑ ہے جو اگرچہ اہلسنت کے نزدیک

صحابی تو نہیں ہیں مگر انکی عظمت بلکہ عصمت وطہارت سے کسیکو انکار نہیں ہو پھر بجز عداوت وناصبیت کیا باعث ہو سکتا ہو کہ حدیث جناب امام زین العابدین ؑ نہ لیجاے اور عکرمہ خارجی کے قول پر دار ومدار رکھا جاے حالانکہ باتفاق فریقین حضرت نے حدیث ثقلین میں احکام ائمہ طاہرین کے اتباع کا ویسا ہی حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن کے اتباع کا حکم ہو۔ اب دیکھو کہ امام طبری کے ایمان نے اسکا کیونکر فیصلہ کیا ہو لکھتے ہیں۔

واولی التاویلین عندی بالصواب تاویل من تاول ذلک انہا بمعنی وصیۃ اللہ لعبادہ بصلۃ قرابات انفسہم وارحامہم من قبیل اٰبائہم وامہاتہم وذلک ان اللہ عز وجل عقب ذلک عقیب حضہ لعبادہ علی بر الآباء والامہات فالواجب ان یکون ذلک حضا علی صلۃ انسابہم دون انساب غیرہم التی لم یجر لہا ذکر واذا کان کذلک فتاویل الکلام اعط یا محمد ذا قرابتک حقہ من صلتک ایاہ وبرک بہ والعطف علیہ ص۵۰ جلد ۱۵ –

یعنی ان دونوں صورتوں میں اقرب بصواب یہی ہے کہ مراد اس سے عام طور پر صلہ رحم کرنا ہو کہ اپنے قرابت مندوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرو کیونکہ پہلے اسکا ذکر ہو چکا ہو کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے لہذا مطلب آیہ یہ ہوا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم اپنے قرابت مندوں کو دو اور انکے ساتھ صلہ رحم بجالاؤ نیکی اور عطوفت کرو۔

اس تاویل سے اگرچہ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ ظاہر ہو حضرت کے اقرب قرابت مند یہی پنجتن پاک ہیں تو انکا حق ہر طرح مقدم رہا مگر اہلسنت کا مطلب اس سے کفار قریش کی حمایت اور طرفداری ہے کہ حضرت پر انکا حق دینا اور نیکی واحسان کرنا لازم ہو یہاں تو یہ کیا کہ حمایت کفار کو حضرت پر لازم کیا اور دوسرے آیہ میں جو اسکے بعد مذکور ہو گی یہ کیا کہ معاذ اللہ حضرت کو بھیکھ منگا بنایا کہ اے قریشیو تم ہمارے خون کی پیاسے نہ ہو ہمکو جان سے نہ مارو کہ ہم تمہارے قرابت مند ونسبے ہیں۔ واہ رے شان اسلام جس کو بشارت ہے انتم الاعلون تم ہی سب سے بالا ہو گو اوسکے رسول کو ایک طرف یہ حکم ہو کہ کفار کی خاطرداری کرتے رہو اور انکا حق ادا کرتے رہو دوسرے طرف ہدایت ہو کہ تم

اپنی ابن قبیلہ نالوتہ اور نتیجہ ہے مخالفت احکام رسول کا کہ قرآن کو جو
مرود سمجھے تو نتیجہ نکلا کہ امام طبری لکھتے ہیں وخرج ذلک مخرج الخطاب لنبی اللہ والمراد
بہ جمیع من لزمتہ فرائض اللہ یدل علی ذلک ابتدائہ الوصیۃ بقول جل ثناؤہ
وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر
احدھما فوجہ الخطاب بقولہ وقضی ربک الی النبی اللہ ثم قال لا تعبدوا الا ایاہ
فرجع بالخطاب بہ الی الجمیع ثم صرف الخطاب بقولہ اما یبلغن عندک الی
افرادہ بہ والمعنی لکل ذلک جمیع من لزمتہ فرائض اللہ عزوجل افرد
بالخطاب رسول اللہ وحدہ او ثم بہ جمیع امتہ انتہی

یعنی جب طلب ہوئی کہ اے محمد تم اپنی قرابت مندوں کے ساتھ صلہ رحم بجا لاؤ تو گویا اس میں خطاب
خاص نبی سے اور مراد اس سے کل مسلمان ہیں کیونکہ خدا نے ابتداء کلام وقضی ربک سے
کیا ہے تو آپ کے لئے خطاب رسول ہی ہوا پھر الا تعبدوا سے خطاب امت کی طرف پھر گیا
پھر خاص رسول اللہ سے خطاب ہوا۔

کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہی شان ہے کہ اس طرح کی بد نظمیاں واقع ہیں کہ ایک آیہ
میں خطاب ایک دفعہ رسول سے ہوا ایک دفعہ امت سے پھر رسول سے پھر امت سے یہ سب کیوں ہے
یہی وجہ ہے کہ مطلب خدا بدلا جاتا ہے کیونکہ اگر اصلی معنی پر یہ آیہ رہتا تو کوئی خرابی نہیں لازم
آتی دیکھیے تفسیر در منثور سیوطی میں ہے ص۱۷۷ ج ۴

واخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری
قال لما نزلت ہذہ الآیہ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا
فدک واخرج ابن مردویہ عن ابن عباس قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ
اقطع رسول اللہ فاطمۃ فدکا۔ کہ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں اور
حضرت ابن عباس کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے جناب سیدہ کو بلایا
اور فدک آپ کو مرحمت کیا۔

اس حدیث کو دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اگر اس پر ایمان لایا جاوے تو قرآن مجید میں

منجر کی لازم آئے اور نہ یہ اختلاف کہ ایکدفعہ امت سے خطاب دوسری دفعہ رسول سے۔
حدیث کی حیثیت سے کوئی حدیث اس آیہ کی متعلق نہیں ملتی بجز اس حدیث کی یہانتک کہ حافظ ابن کثیر جنکی تفسیر اس زمانہ میں بحیثیت جامعیت حدیث بہت مستند سمجھی جاتی ہے انکو بھی بجز اس حدیث کی کوئی حدیث نہیں ملی لکھتے ہیں وقال الحافظ ابو بکر البزار حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذی القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک ص۳۶ جلد۲
ہاں مگر چونکہ اعیان المحدثین سے ہیں لہذا یہ اعتراض بھی جڑ دیا لان الایۃ مکیۃ وفدک انما فتحت مع خیبر سنۃ سبع من الھجرۃ فکیف یلتئم ھذا مع ھذا کہ یہ آیہ تو مکی ہے اور فدک ۷ھ میں خیبر کے ساتھ فتح ہوا پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتا ہے مگر افسوس انکو آیہ وما جعلنا الرویا التی اریناک بھول گیا جو اسی سورہ میں ہے اور باتفاق اکثر مفسرین شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں مگر حافظ ابن کثیر اسکو بھی نہیں گوارا کرتے کہ کسیطرح ان کا نام آنے پائے لکھتے ہیں قال رای رسول اللہ بنی فلان ینزون علی منبرہ ص۹۲
کہ حضرت نے ایک خاندان کی لوگونکو منبر پر چڑھتے دیکھا تو اس آیہ پر بھی یہی اعتراض ہے کہ سورہ یہ مکی ہے اور واقعہ مدینہ کا ہے تفسیر کبیر میں ہے ص۱۱۶ جلد۵۔
القول الثانی قال ابن عباس رض الشجرۃ بنو امیہ یعنی الحکم بن العاص قال ورای رسول اللہ فی المنام ان ولد مروان یتداولون منبرہ فقص رویاہ علی ابی بکر وعمر وقد خلا فی بیتہ معہما فلما تفرقوا سمع رسول اللہ الحکم یخبر برویا رسول اللہ فاشتد ذلک علیہ واتہم عمر فی افشاء سرہ ثم ظہر ان الحکم کان یتسمع الیہم فنفاہ رسول اللہ صلعم قال الواحدی ہذہ القصۃ کانت بالمدینۃ والسورۃ مکیۃ فیبعد ہذا التفسیر الا ان یقال ہذہ الایۃ مدنیۃ ولم یقل بہ احد ومما یؤکد ہذا التاویل قول عائشۃ لمروان لعن اللہ اباک وانت فی صلبہ فانت بعض لعنۃ ص۴۱۶
یعنی ابن عباس نے فرمایا کہ مراد شجرہ ملعونہ سے اولاد حکم بن ابی العاص ہے حضرت نے

خواب دیکھا کہ اوسکی اولاد منبر پر بندروں کی طرح چڑھی جاتی ہے حضرت نے تخلیہ میں ابوبکر و عمر سے اس خواب کو بیان کیا جب دولت سرا سے باہر تشریف لائے تو لوگونکو اس خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے سُنا حضرت نے سمجھا کہ اسکو عمر نے بیان کیا ہوگا جس سے آپکو بہت رنج ہوا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہ کارروائی خود حکم کی تھی وہ سُنا کرتا حضرت نے اوسکو خارج البلد کر دیا واحدی کہتے ہیں یہ قصہ مدینہ کا ہے اور سورہ مکیہ ہے پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے مگر یہ کہا جا یہ آیہ مدنی ہے مگر کوئی اسکا قائل نہیں اور اس تاویل کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ نے مروان سے فرمایا کہ خدا نے تیرے باپ پر لعنت کی اور تو اوسکی صلب میں تھا اسلئے تو بھی لعنت کا ایک جزو ہے۔

بہر حال اصل مقصود تو یہ ہے کہ تاویل طبری نہ اصول کسی حدیث کی ہے نہ معنی قرآن کو بلکہ محض خود رائی ہے کہ جسطرح ہو سکے آل رسول کی حق کو مٹائیں مگر نظر آتا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون کیا ہو سکتا ہے۔

اب دوسری آیہ پر آئیے اور دیکھیے کہ اسمیں کیا خرابی ڈالی گئی ہے کیونکہ پہلا معنی تو ایسا ہے کہ کوئی سفیہ بھی کہتی سے نہ کہہ سکے کہ ہم تمہیں تم کافر ہو مشرک ہو مگر دین زدنی ہو اور پھر تم سے سوال کریں کہ ہماری جان نہ مارو ہم تمھارے قرابتمند ہیں ایسا کلام خود غرضانہ تو کسی مجنون کی منھ سے بھی نہ نکلیگا اور تعجب ہے کہ طبری نے اسی قول کو اولی الاقوال کہا چوتھا معنی بالکل بے غرضانہ اور محض ہمدردانہ ہے کہ ہم تمسے کوئی اجر نہیں مانگتے یا خود باہم محبت وصلہ رحم ادا کرو مگر افسوس اس قول کا قایل ایک ہی شخص ہے عبد اللہ بن قاسم اگر اس معنے پر بھی عمل کیا جاتا تو اہلبیت رسول کیساتھ یہ ظلم و جفا نہوتا تیسرے معنی یہ بتلائے گئے کہ اس سے مراد صلہ رحم یا قرابتمندوں کی خیال کا نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کی درگاہ میں بذریعہ اعمال تقرب حاصل کرنا جیسے امام فخر رازی لکھتے ہیں فالقربی علی القول الاول القرابۃ التی ھی بمعنی الرحم وعلی الثانی القرابۃ التی ھی بمعنی الاقارب وعلی الثالث ھی فعلی من القرب والتقرب صہ ۲۸۶ جلد ۷
کہ اگر معنی اول مراد لیا جا کہ حضرت کفار سے اسکی درخواست کرتے ہیں ہمکو جان سے نہ مارو

کیونکہ ہم تمھارے قرابت مند ہیں تو لفظ قربیٰ جو المودۃ فی القربیٰ میں ہے مراد صلۂ
رحم ہے اور دوسرے معنی پر کہ مراد اوس سے اہل قرابت رسول ہیں قربیٰ بمعنی اقارب ہوگا
تیسرے معنی پر قربیٰ قرابت مندی وغیرہ سے نکلکر بمعنی تقرب الی اللہ ہوگا۔
اب آپ ہی غور فرمایئے کہ بجز عداوت اہلبیت اسکا کیا منشا ہے کہ ایک مختصر سے آیۃ میں
اسقدر اختلافات پیدا کیے گئے کہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا مقصود خداوند علم کیا ہے
خدا کس چیز کے سوال کا مسلم کو حکم دیتا ہے اور رسول کیا مانگتے ہیں کیا سوال کرتے ہیں
اور امت اوسکا کیا جواب دیتی ہے۔

مگر ہم ایک بہت آسان طریقہ اسکے فیصلہ کا بتائے دیتے ہیں کہ خدا کا کیا حکم ہے اور رسول کس چیز کے
سائل ہیں کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی حکم خدا کیطرف سے نازل ہو اور رسول اللہ اوسکو بعدد
متواتر و متکاثر طریقوں سے واضح نہ کریں کہ خدا کا مقصود یہ ہے اب اگر تم تمام دنیا کی کتابوں کو چھان
ڈالو تو کوئی حدیث ایسی نہ ملیگی کہ رسول اللہ نے کفار قریش سے کسیطرح کی استدعا کی ہو یا
کسیطرح اونسے طالب رحم و عفو ہوئے ہوں ابتداء اسلام میں تو حضرت نے اتنی بات بھی اونکی
نہ مانی کہ اونکے بتوں کو برا نہ کہیں حالانکہ بظاہر حضرت ابوطالب کے سوا کوئی معین و مددگار نہ تھا
پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اوس وقت میں کہ مکہ و مدینہ طائف تمام عرب قبضہ اختیار میں ہے
کفار سے یہ استدعا کریں کہ ہماری جان نہ مارو ہمارے خون کے پیاسے نہ بنو حالانکہ ہر فرد
بشر اون کفار کا آپکی ہیبت سے لرزاں تھا۔

ہمنے اسکو بارہا لکھا ہے کہ عداوت اہلبیت طاہرین کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا نہ دین رہتا ہے
کیونکہ نہ پھر قرآن پر اوسکا ایمان رہ سکتا ہے نہ خدا پر یہی وجہ ہے کہ ایک لفظ قربیٰ میں
اسطرح کے اختلافات ڈالے گئے کہ آپ اس قابل نہ رہے کہ کسی مسلمان کے سامنے قرآن کی ترجیح
نہ کسی غیر مسلم کے سامنے کیونکہ جب وہ کہیگا یہ قرآن کس مرض کی دوا ہے جسمیں اسقدر اختلاف ہے
کہ سمجھ میں نہیں آسکتا خداوند علم خلاف قاعدہ مقررہ انبیا کہ وہ طالب اجر نہیں ہوتے رسول
کو طلب اجر کا حکم دیتا ہے مگر ایسے الفاظ سے کہ کسیطرح اوسکا مطلب سمجھ میں نہ آئے
تو فرمایئے کیا تعمیل اوسکی ہوسکتی ہے۔

مولوی حسن الزمان صاحب جو مشاہیر علماء متاخرین حیدرآباد سے ہیں قول مستحسن میں لکھتے ہیں و لابن جریر و ابن مردویہ و الواحدی عن عکرمۃ فی قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ الآیۃ قال لیس بالذی تذہبون الیہ انما ہو نساء النبی و لابن جریر و الواحدی انہ قال ینادی فی السوق انما یرید اللہ الآیۃ نزلت فی نساء النبی خاصۃ و فی الروایات الثلث عندنا اشعار منہ بان المشہور بین الجمہور الخاصۃ و العامۃ خلافہ و خلافہ لہم لما رواہ عن مولاہ و لما مضیٰ علیٰ حسن الظن بہ اذ ہو منہم بالنصب و الکذب و للحق الصدق و کان نسبۃ النصب لغلوہ فی ہذا و نحوہ کآیۃ المودۃ فی القربیٰ حیث قال و ذکر لہا وجہا و لیس کما یقول الکن ابو و کان لا کون تالیف علی للقرآن کما انزل الاول فالاول استحالۃ منہ ذلک و لم یعول ابن سیرین علیہ و لا یلتفت الیہ فلا یغرنہ معالم بحکم الخ

یعنی ابن جریر یعنی طبری اور ابن مردویہ اور واحدی روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ بازاروں میں پکارتا پھرتا کہ آیہ انما یرید اللہ ازواج کے بارے میں نازل ہوا عکرمہ اسی وجہ سے ناصبی کہلاتا ہے کہ وہ اس قسم کی روایتوں میں بہت غلو کرتا ہے اور آیہ مودۃ میں ایک ایسی توجیہ نکالی حالانکہ ایسا نہیں ہے جو کہ اون کہتے ہیں اور مثل اسکے کہ عکرمہ نے انکار کیا اس سے کہ جناب امیر نے جمع کیا ہو قرآن کو اسی وجہ سے ابن سیرین نے اوس پر مطلق اعتماد نہ کیا اور نہ اودھر ملتفت ہوئے۔

غرض ہماری اس نقل سے صرف اسقدر ہے کہ خود علماء اہلسنت جو با فہم اور با انصاف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب شرارت عکرمہ خارجی کی ہے جسنے محض بعداوت جناب امیر و ائمہ طاہرین ایسے معنی بنائے اور ابن جریر طبری وغیرہ نے اسکی روایت کی اور رواج دیا پھر کیونکر کوئی مسلمان اون خوارج کی تقلید کر سکتا ہے جب تک دین و ایمان سے رخصت ہو

اب اون احادیث کو دیکھئے جن کو میں صواعق محرقہ وغیرہ سے لکھ چکا ہوں تو آپکو یقین کامل حاصل ہو جائیگا کہ مقصود خدا و رسول اس آیہ سے اظہار فضل اہلبیت طاہرین ہے نہ یہ کہ حضرت آنحضرا اسکی فرمائش کریں کہ ہماری جان نثار ہو حالانکہ آیہ و اللہ یعصمک من الناس نے اطمینان کر دیا تھا کہ اب کسی حفاظت کی بھی ضرورت نہ رہی۔

اون سب کو ابن حجر نے بڑے شد و مد سے صواعق محرقہ میں جمع کر دیا ہے ملاحظہ ہو صہ ۳
جس میں مشرک کافر سب بنایا گیا ہے مگر نصاریٰ کا خطاب کبھی بھی نہیں دیا گیا ہے۔
مولف نے اون فرقہاے باطلہ قدریہ مشبہہ کے نسبت جہاں مشہور حدیث القدریۃ مجوس
ہذہ الامۃ یا المشبہۃ یہود ہذہ الامۃ لکھا وہاں شیعوں کو اوسی بھی ایک حدیث وضعی بنا دیا
الرافضۃ نصارا اہا مگر خداوند عالم چونکہ منتقم حقیقی ہے اوسنے خود اس علما کے ہاتھوں اسکا بھی
سامان کر دیا کہ شیعوں کو اس تہمت و افترا سے نجات دیں چنانچہ علامہ ابن تیمیہ جو مشہور خوارج
علماسے ہیں اپنی منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں صہ ۸ جلد اول

قلت ومن زمن خروج زید افترقت الشیعۃ الی رافضۃ وزیدیۃ فانہ لما سئل عن ابی بکر
وعمر فترحم علیہما رفضہ قوم فقال لہم رفضتمونی فسموا رافضۃ لرفضہم ایاہ وسمی من لم
یرفضہ من الشیعۃ زیدیۃ لانتسابہم الیہ ولما صلب کانت العباد تاتی الی خشبتہ
باللیل یتعبدون عندہا والشعبی توفی فی اوائل خلافۃ ہشام او اواخر خلافۃ
یزید بن عبد الملک سنۃ خمس ومائۃ او قریبا من ذلک فلم یکن لفظ الرافضۃ معروفا
اذ ذاک وبہذا یعرف کذب الاحادیث المرفوعۃ التی فیہا لفظ الرافضۃ صہ ۸

یعنی حضرت زید بن علی کے خروج کے وقت سے شیعوں کی دو قسم ہوئی رافضہ زیدیہ کیونکہ
ابوبکر و عمر پر جب حضرت زید نے رحمت کی دعا کی تو ایک قوم نے اونکا ساتھ چھوڑ دیا جسپر اونھوں نے
رفضتمونی کہا اوسیوقت سے اونکا نام رافضہ پڑا اور جو حضرت زید کے ساتھ رہے وہ زیدیہ کہلائے
شعبی راوی حدیث مذمت رافضہ کی وفات اوائل خلافت ہشام او اخر خلافت یزید
بن عبد الملک میں ہوئی قریب ۱۰۵ھ تو اوسوقت تک یہ لفظ رافضہ مشہور بلکہ پیدا بھی نہیں
ہوا تھا (پھر کیونکر وہ ایسی روایت کرتے) لہذا معلوم ہوا کہ جن جن احادیث مرفوعہ میں یہ لفظ رافضہ ہے
وہ سب کذب و افترا ہے رسول اللہ پر۔

پس اگر فرض بھی کیا جائے کہ کوئی حدیث ایسی ہے بھی جسکے یہ الفاظ ہوں الرافضۃ نصارا
تو وہ یقینا موضوع ہے کیونکہ یہ لفظ تو عہد رسول میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا پھر یہ حدیث کہاں سے آگئی
افسوس ہمکو آج تک دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ملا جسنے کچھ بھی شیعوں کے رد میں لکھا ہو

اور وہ کذب وافترا سے محفوظ رہا ہو کیونکہ حق یہی ہے حق کا ابطال بغیر کذب و زور ناممکن ہے
ہر حال علامہ مذکور اسکے بعد لکھتے ہیں المقدمۃ الرابعۃ فی بیان اول شبہۃ وقعت
فی الملۃ الاسلامیۃ وکیف انشعابہا ومن مصدرہا ومن مظہرہا وکما قررنا
ان الشبہات التی فی اٰخر الزمان ہی بعینہا تلک الشبہات التی وقعت فی اول الزمان
کذلک یمکن ان یقع فی زمان کل نبی ودور کل صاحب ملۃ وشریعۃ ان شبہات
امتہ فی اٰخر زمانہ ناشیۃ من شبہات خصماء اول زمانہ من الکفار والمنافقین واکثرہا
من المنافقین وان خفی علینا ذلک فی الامم السالفۃ لتمادی الزمان فلم یخف فی
ہذہ الامۃ ان شبہاتہا نشأت کلہا من شبہات منافقی زمن النبی صلعم اذ لم
یرضوا بحکمہ فیما کان یامر وینہی وشرعوا فیما لا مسرح للفکر فیہ ولا مسری وسالوا
عما منعوا من الخوض فیہ والسوال عنہ وجادلوا بالباطل فیما لا یجوز الجدال فیہ اعتبر
حدیث ذی الخویصرۃ التمیمی اذ قال اعدل یا محمد فانک لم تعدل حتی قال علیہ السلم
ان لم اعدل فمن یعدل فعاود اللعین وقال ہذہ قسمۃ ما ارید بہا وجہ اللہ تعالی
وذلک خروج صریح علی النبی علیہ السلم ولو صار من اعترض علی الامام الحق خارجیا
فمن اعترض علی الرسول الحق اولی ان یصیر خارجیا اولیس ذلک قولا بتحسین العقل
وتقبیحہ وحکما بالہوی فی مقابلۃ النص واستکبارا علی الامر بقیاس العقل حتی قال
علیہ السلام سیخرج من ضئضئی ہذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السہم
من الرمیۃ الخبر بتمامہ واعتبر حال طائفۃ من المنافقین یوم احد اذ قالوا ہل لنا
من الامر شیء وقولہم لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ہہنا وقولہم لو کانوا عندنا
ما ماتوا وما قتلوا فہل ذلک الا تصریح بالقدر وقول طائفۃ من المشرکین لو شاء اللہ
ما عبدنا من دونہ من شیء وقول طائفۃ انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ تصریح بالجبر
واعتبر حال طائفۃ اخری حیث جادلوا فی ذات اللہ تفکرا فی جلالہ وتصرفا فی
افعالہ حتی منعہم وخوفہم بقولہ تعالی ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء
وہم یجادلون فی اللہ وہو شدید المحال فہذا ما کان فی زمانہ علیہ السلام وہو

على شوكته وقوته وصحة بدنه والمنافقون يخادعون فيظهرون الاسلام ويبطنون
النفاق وانما يظهر نفاقهم في كل وقت بالاعتراض على حركاته وسكناته فصارت
الاعتراضات كالبذور وظهرت منها الشبهات كالزروع واما الاختلافات الواقعة
في حال مرضه وبعد وفاته بين الصحابة رضي الله عنهم فهي اختلافات اجتهادية
كما قيل كان غرضهم فيها اقامة مراسم الشرع وادامة مناهج الدين. فاول
تنازع وقع في مرضه عليه السلام فيما رواه محمد بن اسمعيل البخاري باسناده عن
عبد الله بن عباس قال لما اشتد بالنبي صلى الله عليه وسلم مرضه الذي مات
فيه قال ايتوني بدواة وقرطاس اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعدي فقال عمر ان رسول الله
قد غلبه الوجع حسبنا كتاب الله وكثر اللغط فقال النبي عليه السلام قوموا عني
لا ينبغي عندي التنازع قال ابن عباس الرزية كل الرزية ما حال بيننا وبين كتاب
رسول الله. الخلاف الثاني في مرضه انه قال جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف
عنها فقال قوم يجب علينا امتثال امره واسامة قد برز من المدينة وقال قوم
قد اشتد مرض النبي عليه السلام فلا تسع قلوبنا المفارقة والحالة هذه فنصبر
حتى نبصر اي شيء يكون من امره وانما اوردت هذين التنازعين لان المخالفين
ربما عدوا ذلك من الخلافات المؤثرة في امر الدين وهو كذلك وان كان الغرض
كله اقامة مراسم الشرع في حال تزلزل القلوب وتسكين نائرة الفتنة المؤثرة
عند تقلب الامور. الخلاف الثالث في موته عليه السلام قال عمر بن الخطاب من قال
ان محمدا مات قتلته بسيفي هذا وانما رفع الى السماء كما رفع عيسى بن مريم ع
وقال ابو بكر بن ابي قحافة من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان يعبد
اله محمد فانه حي لا يموت وقرء هذه الاية وما محمد الا رسول قد خلت من قبله
الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم فرجع القوم الى قوله وقال عمر كاني
ما سمعت هذه الاية حتى قراها ابو بكر. الخلاف الرابع في موضع دفنه عليه السلام
اراد اهل مكة من المهاجرين رده الى مكة لانها مسقط راسه وموانس نفسه

وصوطھی قد صہ وم بلن اھلہ وموقع ہجلبہا لما اھل المدینۃ من الانصار فقد
بمدینۃ لانھاوار ھجر تہ وصلو نصرتہ والجودت جماعۃ نقلہ الی بیت المقدس لانہ موضع
دفن الانبیاء و منہ حمل جبالی اشام ثم اتفقوا علی دفنہ بالمدینۃ لماروی عنہ علیہ السلام
الانبیاء یدفنون حیث یموتون الخلاف الخامس فی الامامۃ واعظم خلاف بین الامۃ
خلاف الامامۃ اذ ماسل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ماسل علی الامامۃ
فی کل زمان وقد سھل اللہ تعالی ذلک فی الصدر الاول فاختلف المہاجرون والانصار
فیہا وقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر واتفقوا علی رئیسہم سعد بن عبادۃ الانصاری
فاستدرکہ ابوبکر وعمر فی الحال بان حضرا سقیفۃ بنی ساعدۃ وقال عمر کنت ازور
فی نفسی کلاما فی الطریق فلما وصلنا الی السقیفۃ اردت ان اتکلم فقال ابوبکر مہ یا
عمر فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ما کنت اقدرہ فی نفسی کانہ یخبر عن غیب فقبل ان
یشتغل الانصار بالکلام مددت یدی الیہ فبایعتہ وبایعہ الناس وسکنت النائرۃ
الا ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ فایما رجل
بایع رجلا من غیر مشورۃ من المسلمین فانہما تغرۃ ان یقتلا وانما سکتت الانصار عن
دعویہم لروایۃ ابی بکر عن النبی علیہ السلام الائمۃ من قریش وھذہ البیعۃ ھی
التی جرت فی السقیفۃ ثم لما عاد الی المسجد انثال الناس علیہ وبایعوہ عن رغبۃ
سوی جماعۃ من بنی ھاشم وابی سفیان من بنی امیۃ وامیر المومنین علی کرم اللہ
وجھہ کان مشغولا بما امرہ النبی علیہ السلام من تجہیزہ ودفنہ وملازمۃ قبرہ
من غیر منازعۃ ولا مدافعۃ الخلاف السادس فی امر فدک والتوارث عن النبی
علیہ السلام ودعوی فاطمۃ علیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن
ذلک بالروایۃ المشہورۃ عن النبی علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث
ما ترکناہ فہو صدقۃ الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلہم قتال
الکفرۃ وقال قوم بل نقاتلہم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا مما اعطوا رسول اللہ
لقاتلتہم علیہ ومضی بنفسہ الی قتالہم ووافقہ الصحابۃ باسرہم وقد ادی

اجتهاد عمر في ايام خلافته الى رد السبايا والاموال اليهم واطلاق المحبوسين منهم
الخلاف الثامن في تنصيص ابي بكر على عمر بالخلافة وقت الوفاة فمن الناس من قال
قد وليت علينا فظا غليظا وارتفع الخلاف بقول ابي بكر لو سألني ربي يوم القيمة لقلت
وليت عليهم خيرا لهم وقد وقع في زمانهما اختلافات كثيرة في مسائل ميراث الجد
والاخوة والكلالة وفي عقل الاصابع وديات الاسنان وحدود بعض الجرائم التي لم يرد
فيها نص وانما اهم امورهم الاشتغال بقتال الروم وغزو العجم وفتح الله تعالى الفتوح
على المسلمين وكثرت السبايا والغنائم وكانوا كلهم يصدرون عن راي عمر وانتشرت
الدعوة وظهرت الكلمة ودانت العرب ولانت العجم الخلاف التاسع في امر الشورى
واختلاف الاراء فيها حتى اتفقوا كلهم على بيعة عثمان رضي الله عنه وانتظم الملك
واستقرت الدعوة في زمانه وكثرت الفتوح وامتلأ بيت المال وعاشر الخلق على
احسن خلق وعاملهم بابسط يد غير ان اقاربه من بني امية قد ركبوا نهابر
فركبته وجاروا فجير عليه ووقعت اختلافات كثيرة واخذوا عليه احداثا كلها
محالة على بني امية منها رده الحكم بن امية الى المدينة بعد ان طرده النبي عليه السلام
وكان يسمى طريد رسول الله وبعد ان تشفع الى ابي بكر وعمر رضي الله عنهما ايام
خلافتهما فما اجابا الى ذلك ونفاه عمر من مقامه باليمن اربعين فرسخا ومنها نفيه
ابا ذر الى الربذة وتزويجه مروان بن الحكم بنته وتسليمه خمس غنائم افريقية له
وقد بلغت مائتي الف دينار ومنها ايواؤه عبد الله بن سعد بن ابي سرح بعد ان
اهدر النبي عليه السلام دمه وتوليته اياه مصر باعمالها وتوليته عبد الله بن عامر
البصرة حتى احدث فيها ما احدث الى غير ذلك مما نقموا عليه وكان امراء جنوده
معاوية بن ابي سفيان عامل الشام وسعد بن ابي وقاص عامل الكوفة وبعده
الوليد بن عقبة وعبد الله بن عامر عامل البصرة وعبد الله بن سعد بن ابي سرح
عامل مصر وكلهم خذلوه ورفضوه حتى اتى قدره عليه وقتل مظلوما في داره
وثارت الفتنة من الظلم الذي جرى عليه ولم تسكن بعد الخلاف العاشر في زمان

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعد الاتفاق علیہ وعقد البیعۃ لہ فاولا خروج
طلحہ والزبیر الی مکۃ ثم حمل عائشۃ الی البصرۃ ثم نصب القتال معہ ویعرف ذلک بحرب
الجمل والحق انہما رجعا وتابا اذ ذکرہما امرا فتذکرا فاما الزبیر فقتلہ ابن الجرموز
وقت الانصراف وہو فی النار لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر قاتل ابن صفیۃ
بالنار واما طلحۃ فرماہ مروان بن الحکم بسہم وقت الاعراض فخر میتا واما عائشۃ
فکانت محمولۃ علی ما فعلت ثم تابت بعد ذلک ورجعت والخلاف بینہ وبین معاویہ
وحرب صفین ومخالفۃ الخوارج وحملہ علی التحکیم ومغادرۃ عمرو بن العاص ابا
موسی الاشعری وبقاء الخلافۃ الی وقت الوفاۃ مشہور وکذلک الخلاف
بینہ وبین الشراۃ المارقین بالنہروان عقدا وقولا ونصب القتال معہ
فعلا ظاہر معروف وبالجملۃ کان علی مع الحق والحق معہ وظہر فی زمانہ الخوارج
علیہ مثل الاشعث بن قیس ومسعود بن فدکی التمیمی وزید بن حصین الطائی
وغیرہم وکذلک ظہر فی زمانہ الغلاۃ فی حقہ مثل عبد اللہ بن سبا وجماعۃ
معہ ومن الفریقین ابتدأت البدعۃ والضلالۃ وصدق فیہ قول النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یہلک فیک اثنان محب غال ومبغض قال وانقسمت الاختلافات بعدہ
الی قسمین احدہما الاختلاف فی الامامۃ والثانی فی الاصول

یعنی چوتھا مقدمہ اس بیان میں ہے کہ ملت اسلامیہ میں سب سے پہلا شبہہ کون پیدا ہوا اور مادہ اوس
کیونکر ترقی کیا اوسکا مصدر و مظہر کون ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں جو شبہات آخر زمانہ میں
پیدا ہوئے یہ وہی شبہے ہیں جو پہلے زمانہ میں پیدا ہوئے اسی طرح ہر نبی کے زمانہ میں اور
دور میں جو صاحب ملت و شریعت ہوئے اسیطرح کے شبہے پیدا ہوئے جو شروع زمانہ میں ہوئے
وہ شبہے کفار سے پیدا ہوں یا منافقین سے اور زیادہ انھیں منافقین کی بدولت پیدا ہوا۔
اگر ہمکو زمانہ سابق کے حالات نہ معلوم ہوں کیونکہ اوسکو زمانہ دراز گذر چکا اگرچہ اسکا
تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے تو یہ کسی طرح مخفی نہیں ہے کہ اس ملت اسلامیہ میں جتنے
شبہات پیدا ہوئے وہ سب ان منافقوں کی بدولت پیدا ہوئے۔

جو حضرت کے زمانہ میں تھے کیونکہ وہ حضرت کے حکم پر راضی نہیں ہوئے اون کے احکام
اوامر و نواہی کو واجب التعمیل نہ سمجھا اپنے رائے و فکر کو اوس میں دخل دیا حالانکہ اس کا
اونکو حق نہ تھا اور اون باتوں سے سوال کیا جس میں خوض و فکر کرنے سے وہ ممنوع تھے اور باطل
کے ساتھ جدال کیا جس میں اونکو جدال جائز نہ تھا حدیث ذو الخویصرہ تمیمی کو
کہا تھا اے محمد تم عدل کرو کیونکہ تم نے عدل نہیں کیا تو حضرت نے فرمایا اگر میں عدل نکرونگا
تو پھر کون عدل کریگا اوس ملعون (یاد رکھو خاص صحابی کو ملعون کہا ہے) نے کہا یہ ایسی
تقسیم ہے جس میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کیا گیا یہ کلام اوسکا صریح خروج ہے نبی پر حالانکہ
جو شخص امام پر اعتراض کرتا ہے تو وہ خارجی ہوجاتا ہے تو رسول اللہ پر اعتراض کرنیوالا بدرجہ
اولے خارجی ہوگا (یاد رکھئے) کیا یہ فرمائش ذو الخویصرہ کی اس بنا پر نہیں ہے کہ
اوسنے اپنی عقل کو دریافت حسن و قبیح میں کافی سمجھا اور نص صریح کے مقابلہ میں اپنی نفس
سے حکم لگایا اور حکم رسول پر قیاس عقل استکبار کیا یہانتک کہ حضرت نے فرمایا اس کی
پشت سے ایک ایسی قوم باہر آئے گی جو دین اسلام سے اسطرح نکلجائیگی جسطرح تیر
شکار سے نکلجاتا ہے۔

پھر اون منافقین کا حال دیکھو جنھوں نے بروز احد کہا تھا آیہ اذ قالوا ھل لنا من الامر
شیء (کیا ہمکو کسی قسم کا اختیار ہے) اسی طرح اونکا یہ کہنا آیہ لو کان لنا من الامر شیء
ما قتلنا ھھنا اگر ہمکو کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے اسی طرح یہ کہنا آیہ لو کانوا
عندنا ما ماتوا وما قتلوا (اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے) یہ سب باتیں
بتارہی ہیں کہ وہ قدر کے قایل تھے قدریہ تھے) اور یہ وہی کلام ہے جو مشرکین کہا کرتے کہ آیہ
لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیء اگر خدا چاہتا تو ہم اوسکے سوا کسیکی عبادت
نہ کرتے ایک طائفہ کہتا ہے انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ کیا ہم اونلوگونکو کھلائیں
کہ اگر خدا چاہتا تو کھلاتا اسمیں تصریح ہے جبر کی (تو منافقین صحابہ و مشرکین کا ایک خیال ہے)
اسیطرح زوبیر فرق کے حال کا اعتبار کرو جو ذات خدا میں اور اوسکی جلال
و عظمت میں فکر کرنے سے پیغمبر نے منع کیا اور خوف دلایا کہ فرمایا و یرسل الصواعق

فیصیب بہا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال کہ خدا بجلیوں کو بھیجتا ہے جو اونپر گرتا ہے جسکو خدا چاہتا ہے اور وہ خدا کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں حالانکہ وہ شدید المحال ہے تو یہ حالت اوس زمانہ کی ہے جبکہ آپ زندہ تھے اور اپنی پوری شوکت وقوت وقدرت وصحت بدنی پر تھے مگر منافقین اسطرح جزع وفزع کرتے ظاہر میں تو اسلام کا دم بھرتے اور نفاق کو دل میں چھپا کر رکھتے۔

یہ نفاق اونکا ہر وقت ظاہر ہوتا جبکہ حضرت کی حرکات وسکنات پر اعتراض کرتے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اعتراض کرنیوالے کون لوگ تھے تو یہ اعتراض اونکے بطور تخم تھے جس سے آئندہ چلکر بہت سے شبہات پیدا ہوئے مثل اوس کھیت کے جو اون تخموں سے لہلہاتے ہیں۔

یہی تھے وہ اختلافات جو حضرت کے حال مرض میں یا بعد وفات آپکے صحابہ میں پیدا ہوئے تو یہ سب اختلافات اجتہادی ہیں پھر نہ معلوم وہ اختلافات کیوں مذموم قرار پائے جو حضرت کے حال صحت میں ہوا تھا حالانکہ اون اختلافات کو تو آپ دفع کر سکتے تھے بخلاف ان اختلافات کے جو زمانہ مرض میں پیدا ہوئے کہ حضرت بوجہ مرض وضعف اوس کو دفع بھی نہ کر سکتے تھے جیسا کہ کہا گیا ہے غرض اوس کی اقامہ مراسم شرع وادامہ مناہج دین تھا مگر یہ ایسا افترا ہے جسکی کوئی حد نہیں کیونکہ اسطرح کی تاویل تو منافقین سابقین کے اقوال میں بھی ممکن ہے۔

سب سے پہلا نزاع جو آپکے زمانہ مرض میں ہوا وہ ہے جسکو بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ابن عباس سے کہ جب حضرت کا وہ مرض شدید ہوا جس میں حضرت نے وفات پائی اور فرمایا دوات کاغذ لاؤ کہ ہم تمہارے لئے ایسی کتاب لکھدیں جسکے بعد تم گمراہ نہو عمر نے کہا رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے کتاب خدا ہمکو کافی ہے اور غل زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا ہمارے پاس سے نکل جاؤ کہ ہمارے پاس اختلاف جائز نہیں حضرت ابن عباس کہتے ہیں مصیبت اور سب سے بڑھکر مصیبت یہ تھی کہ حائل ہوئے درمیان ہمارے اور کتاب رسول اللہ کے یعنی حضرت کے وصیت نامہ کو نہ لکھنے دیا۔

دوسرا اختلاف جو حضرت کی زمانہ مرض میں ہوا یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا تیاری کرو لشکر اسامہ کی خدا کی لعنت ہو جو اس لشکر سے پیچھے رہجائے (رہجائے) تو ایک گروہ نے صحابہ سے کہا ہم حضرت کے حکم کی تعمیل لازم ہے اور اسامہ مدینہ سے باہر ہو چکے ہیں اور ایک گروہ نے کہا حضرت کا مرض بڑھ گیا ہے اور ہمارے دلونکو تاب مفارقت نہیں ہے لہذا ہم کو صبر کرنا چاہیے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

ہمنے ان دونوں اختلافونکو اسلیے ذکر کیا ہے کہ ممکن ہے مخالفین ان دونوں نزاعونکو ان امور میں شمار کریں جو امر دین میں موثر ہے حالانکہ یہ ایسا ہی ہے اگرچہ غرض سب کی اقامت مراسم شرع تھی ایسے حالت میں کہ دلوں میں تزلزل پیدا ہوا تھا اور مقصود تسکین نائرہ فتنہ تھا جو موثر ہوتا ہے وقت تقلب امور کے اسکا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ان بلونسے غافل تھے جو ایسا حکم دیدیا مراد یا ذکر افرا موتکی اسی جگہ موزون ہے۔

تیسرا اختلاف خود حضرت کی موت میں ہوا کہ عمر نے کہا جو شخص کہیگا کہ محمد نے انتقال کیا اسکو میں اپنی تلوار سے قتل کرونگا وہ تو آسمان پر اوٹھائے گئے جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اوٹھائے گئے اور ابوبکر نے کہا کہ جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ محمد صلعم نے انتقال کیا اور جو شخص خدائے محمد کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے جو نہ مریگا اوسکے بعد اس آیہ کی تلاوت کی وما محمد الا رسول یعنی محمد صلعم تو رسول تھے جنکے پہلے بہت سے پیغمبر ہو چکے تو کیا اگر وہ مر گئے یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ مرتد ہو جاوگے سب نے ابوبکر کا قول مان لیا اور کہتے تھے گویا ہمنے ابوبکر کے تلاوت کرنے کے پہلے اسکو سنا ہی نہ تھا پھر حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا جبکہ یہ معمولی آیہ بھی معلوم نہ تھی۔

چوتھا اختلاف حضرت کی دفن میں ہوا کہ مہاجرین اہل مکہ نے چاہا کہ آپکو مکہ میں لیجائیں جہاں آپکی ولادت ہوئی تھی اور جہاں آپ کی اہل و عیال رہتے تھے اہل مدینہ نے چاہا کہ حضرت کو یہیں مدینہ میں دفن کریں کیونکہ دار ہجرت اور مدار نصرت یہی ہے ایک گروہ نے چاہا کہ (غالباً اندرونہ یہ وہ لوگ تھے جو بظاہر اسلام لائے تھے) کہ حضرت کو بیت المقدس کیطرف لیجائیں کیونکہ وہ مدفن انبیا ہے اور وہیں سے آپکو معراج ہوئی آسمان کیطرف [illegible]

غزوہ تبوک کی یہی وجہ بتاتے ہیں کہ حضرت سے یہود نے کہا اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں توبیت المقدس چلے جایئے کہ سب انبیاء وہیں مبعوث ہوئے اور حضرت نے بھی اس کی تیاری کردی تھی ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور سورہ اسرا)

اسکے بعد سب نے اتفاق کیا اس پر کہ حضرت کو مدینہ ہی میں دفن کریں کیونکہ حضرت سے یہ روایت کیگئی کہ آپ نے فرمایا نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں مرتا ہے۔

اختلاف خامس درباره امامت ہے اور یہ سب سے بڑا عظیم اختلاف ہے درمیان امت کے کیونکہ اسلام میں اور کسی قاعدہ دینیہ پر اسقدر تلوار نہیں کھینچی گئی جو اس امر پر کھینچی ہر زمانہ میں مگر خدا نے اسکو سہل کردیا صدر اول میں کیونکہ مہاجرین و انصار میں اس بارے میں اختلاف ہوا انصار کہتے تھے۔ ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے ہو اور سب نے اتفاق کرلیا سعد بن عبادہ انصاری پر مگر ابوبکر و عمر نے توڑ اسکو سنبھال لیا اسطرح کہ وہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے عمر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں ایک خوب عمدہ تقریر گڑھ لی تھی سقیفہ میں پہونچ کر چاہا کہ ابوبکر کے سامنے اوسکو بیان کریں مگر ابوبکر نے کہا ٹھہرو پھر حمد خدا و نعت رسول بجا لائے اور اون سب باتوں کو بیان کیا جو میں نے اپنے دل میں گڑھ رکھا تھا گویا کہ وہ غیب کی باتیں کرتے تھے (دلیل کمال اتحاد ہے) تو قبل اسکے کہ انصار کلام ابوبکر کا جواب دیں میں نے ہاتھ بڑھا کر ابوبکر کی بیعت کرلی اور لوگوں نے بھی بیعت کی جس سے وہ آتش سوزاں فرو ہوگئی مگر یہ سمجھ رکھو کہ ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی خدا نے اوسکے شر سے بچالیا مگر اب جو ایسا کرے اوسکو قتل کر ڈالو۔ کیونکہ جو شخص بلا مشورہ مسلمین بیعت کرے وہ دونوں اس قابل ہیں کہ قتل کیے جائیں (مگر افسوس خود اپنی خلافت کو نہ بتایا کہ کن مسلمانوں کے مشورہ سے ہوئی حالانکہ صرف یہ ابوبکر کی کارروائی تھی)

انصار نے جو سکوت کیا تو اسوجہ سے کہ ابوبکر نے یہ حدیث رسول پیش کی کہ حضرت نے فرمایا الامام قریش ہی سے ہونگے مگر افسوس کسی نے اس حدیث کو نہ پیش کیا کہ حضرت نے فرمایا تھا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یہ وہ بیعت تھی جو سقیفہ میں ہوئی تھی جب سقیفہ سے لوٹ کر ابوبکر مسجد میں آئے تو ہر طرف سے لوگ جھک پڑے بیعت پر اور اپنی خواہش سے بیعت کی

سوا جماعت بنی ہاشم اور ابوسفیان کی جو بنی امیہ سے تھے۔

اور جناب امیر المومنین ع مشغول تھے ساتھ اوس امر کے جسکا حضرت نے حکم دیا تھا یعنی تجہیز اور دفن کیساتھ اور اسکا کہ قبر مطہر کو نہ چھوڑیں بلا کسی منازعہ و مدافعہ کے (جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کارروائی قبل دفن ہو لی)

چھٹا اختلاف امر فدک میں ہوا اور میراث نبی ص کی بارے میں کہ حضرت فاطمہ نے ایکدفعہ میراث کا دعویٰ کیا پھر تملیک کا یہانتک کہ وہ دفع کی گئیں اس حق سے بسبب اوس روایت کے جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم گروہ انبیا نہ وارث ہوتے ہیں نہ کسیکو میراث دیتے ہیں (اگر یہ مقصود ہے کہ یہ روایت اب مشہور ہے تو مسلم ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ پہلے سے مشہور تھی تو غلط ہے کیونکہ بجز ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ملاحظہ ہو تشئید المطاعن جلد ۲)

ساتواں اختلاف اس میں ہوا کہ مانعین زکوٰۃ کیساتھ قتال کیا جائے یا نہ ایک قوم نے کہا کہ انسے ویسا قتال نہ کرنا چاہیے جیسا کہ کفار کیساتھ قتال کیا جاتا ہے ایک قوم نے کہا کہ ہاں چاہیے تھم ابوبکر نے کہا اگر وہ رسیاں بھی نہ دیں جس میں بکریاں باندھی جاتی ہیں اور وہ رسول اللہ کو دیتے تھے تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے یہانتک کہ خود بنفس نفیس روانہ ہوئے (اگرچہ فرار بھی کیا) اور سب صحابہ نے اونکی موافقت کی (حالانکہ پہلے اجماع ہو چکا تھا کہ انسے قتال ناجائز ہے مگر جب خود خلیفہ اوٹھ کے چلے تو سب موافق ہو گئے کیا اچھا اجماع ہے)

مگر عمر کے اجتہاد نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ کیا کہ جتنے لوگ قید ہو کر آئے سب کو انھوں نے رہا کیا اور لونڈیوں کو اور مال کو واپس دیا (اس سے اجماع کا اصلی حال معلوم ہوا کہ عمر پہلے خلاف رہے پھر شریک رائے ہوئے پھر جب خود مالک خلافت ہوئے تو ابوبکر والی کارروائی کو باطل کیا حالانکہ اگر کوئی عادل خلیفہ آپ کی جگہ مقرر ہوتا تو وہ اون سب سے قصاص لیتا جو اس قتال ناجائز میں شریک ہوئے تھے کیونکہ من قتل مومنا متعمدا قرآن کا حکم صحیح ہے)

آٹھواں اختلاف اس میں ہوا کہ ابوبکر نے اپنی وفات کیوقت عمر پر خلافت کا نص کیا (افسوس نص رسول تو مانا نہ گیا مگر نص ابوبکر سر آنکھوں پر رکھا گیا) تو بعض لوگوں نے کہا تم نے افظ و اغلظ کو خلیفہ بنایا مگر جب ابوبکر نے کہا کہ اگر خدا ہم سے روز قیامت سوال

کریگا تو ہم کہدینگے سب سے بہتر شخص کو ہمنے خلیفہ بنایا ہے (ان سب سے معلوم ہوا کہ اجماع کبھی ہوا ہی نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ہوا وہ شخصی کارروائی تھی۔ مہاجرین و انصار کے اختلاف کیوقت حضرت عمر نے ابوبکر کی بیعت کر لی تصفیہ ہوا عمر کے خلافت میں جب جھگڑا ہوا تو ابوبکر نے یہ کہکر طے کیا کہ خدا جب سوال کریگا تو ہم کہدینگے مگر رسول اللہ جو حدیث العم فرماتے رہے کہ علی تم سب سے بہتر ہو اوس کی کسی نے شنوائی نہ کی گیا اسی کا نام اسلام ہے) یہاں چونکہ ذکر خلافت عمر آگیا ہے لہذا مجملاً اسکا حال تاریخ طبری سے بیان کرنا مناسب ہے۔ ص ۱۴۶ جلد ۵

عقد ابوبکر فی مرضه التی توفی فیہا لعمر بن الخطاب عقد الخلافة من بعدہ وذکر انه لما اراد العقد له دعا عبد الرحمن بن عوف فیما ذکر ابن سعد عن الواقدی عن ابن ابی سبرة عن عبد المجید بن سهیل عن ابی سلمة بن عبد الرحمن قال لما نزل بابی بکر رحمه الله الوفاة دعا عبد الرحمن بن عوف فقال اخبرنی عن عمر فقال یا خلیفة رسول الله هو والله افضل من رایک فیه من رجل ولکن فیه غلظة فقال ابوبکر ذلک لانه یرانی رقیقا ولو افضی الامر الیه لترک کثیرا مما هو علیه ویا ابا محمد قد رمقته فرایتنی اذا غضبت علی الرجل فی الشیء ارانی الرضا عنه واذا لنت له ارانی الشدة علیه لا تذکر یا ابا محمد مما قلت لک شیئا قال نعم ثم دعا عثمان بن عفان فقال یا عبد الله اخبرنی عن عمر قال انت اخبر به فقال ابوبکر علی ذاک یرحمک الله یا ابا عبد الله قال اللهم علمی به ان سریرته خیر من علانیته وان لیس فینا مثله قال ابوبکر رحمه الله رحمک الله یا ابا عبد الله لا تذکر مما ذکرت لک شیئا قال افعل فقال له ابوبکر لو ترکته ما عدوتک وما ادری لعله تارکه والخیرة له الا یلی من امورکم شیئا ولوددت انی کنت خلوا من امورکم وانی کنت فیمن مضی من سلفکم یا ابا عبد الله لا تذکرن مما قلت لک من امر عمر ولا مما دعوتک له شیئا × حدثنا ابن حمید قال حدثنا یحیی بن واضح قال حدثنا یونس بن عمرو عن ابی السفر قال اشرف ابوبکر علی الناس من کنیفه واسماء ابنة عمیس ممسکته موشومة الیدین وهو یقول اترضون بمن استخلف علیکم فانی والله ما الوت من جهد الرای ولا ولیت ذا قرابة وانی قد

واستخلف عمر بن الخطاب فاسمعوا له واطيعوا فقالوا سمعنا واطعنا وحدثني
عثمان بن يحيى عن عثمان القرقساني قال حدثنا سفيان بن عيينة عن
اسمعيل عن قيس قال رايت عمر بن الخطاب وهو يجلس والناس معه وبيده جريدة
وهو يقول ايها الناس اسمعوا واطيعوا قول خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم
انه يقول اني لم الكم نصحا قال ومعه مولى لابي بكر يقال له شديد معه الصحيفة التي
فيها استخلاف عمر (قال ابوجعفر) وقال الواقدي حدثني ابراهيم بن ابي النضر عن
محمد بن ابراهيم بن الحارث قال دعا ابوبكر عثمان خاليا فقال له اكتب بسم الله الرحمن
الرحيم هذا ما عهد ابوبكر بن ابي قحافة الى المسلمين اما بعد قال ثم اغمي عليه فذهب
عنه فكتب عثمان اما بعد فاني قد استخلفت عليكم عمر بن الخطاب ولم الكم خيرا ثم
افاق ابوبكر فقال اقرا علي فقرا عليه فكبر ابوبكر وقال اراك خفت ان يختلف الناس
ان افتلتت نفسي في غشيتي قال نعم قال جزاك الله خيرا عن الاسلام واهله واقرها
ابوبكر رضي الله تعالى عنه من هذا الموضع وحدثنا يونس بن عبد الاعلى قال حدثنا
يحيى بن عبد الله بن بكير قال حدثنا الليث ابن سعد قال حدثنا علوان عن
صالح بن كيسان عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف عن ابيه انه دخل على ابي بكر الصديق
رضي الله تعالى عنه في مرضه الذي توفي فيه فاصابه مهتما فقال له عبد الرحمن
اصبحت والحمد لله بارئا فقال ابوبكر رضي الله تعالى عنه اتراه قال نعم قال اني وليت
امركم خيركم في نفسي فكلكم ورم انفه من ذلك يريد ان يكون له الامر دونه ورايتم
الدنيا قد اقبلت ولما تقبل وهي مقبلة حتى تتخذوا ستور الحرير ونضائد الديباج
وتالموا الاضطجاع على الصوف الاذري كما يالم احدكم ان ينام على حسك والله لان
يقدم احدكم فتضرب عنقه في غير حد خير له من ان يخوض في غمرة الدنيا وانتم
اول ضال بالناس غدا فتصدوهم عن الطريق يمينا وشمالا يا هادي الطريق
انما هو الفجر او البحر فقلت له خفض عليك رحمك الله فان هذا يهيضك في امرك
انما الناس في امرك بين رجلين اما رجل رأى ما رأيت فهو معك واما رجل

خالفك فهو مشير عليك وصاحبك بما تحب ولا اعلمك اردت الا خيرا ولم تزل
صالحا مصلحا وانك لا تاسى على شيء من الدنيا قال ابوبكر رضي الله تعالى عنه
اجل اني لا اسى على شيء من الدنيا الا على ثلاث فعلتهن وددت اني تركتهن و
ثلاث تركتهن وددت اني فعلتهن وثلاث وددت اني سالت عنهن رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاما الثلاث اللاتي وددت اني لم اكشف بيت فاطمة عن شيء
وان كانوا قد غلقوه على الحرب ووددت اني لم اكن حرقت الفجاءة السلمي واني
كنت قتلته سريحا او خليته نجيحا ووددت اني يوم سقيفة بني ساعدة كنت قذفت
الامر في عنق احد الرجلين يريد عمر وابا عبيدة فكان احدهما اميرا وكنت
وزيرا واما اللاتي تركتهن فوددت اني يوم اتيت بالاشعث بن قيس اسيرا
كنت ضربت عنقه فانه تخيل الي انه لا يرى شرا الا اعان عليه ووددت اني حين
سيرت خالد بن الوليد الى اهل الردة كنت اقمت بذي القصة فان ظفر المسلمون
ظفروا وان هزموا كنت بصدد لقاء او مددا ووددت اني كنت اذ وجهت خالد
بن الوليد الى الشام كنت وجهت عمر بن الخطاب الى العراق فكنت قد بسطت
يدي كلتيهما في سبيل الله ومد يديه ووددت اني كنت سالت رسول الله صلى الله
عليه وسلم لمن هذا الامر فلا ينازعه احد ووددت اني كنت سالته هل للانصار
في هذا الامر نصيب ووددت اني كنت سالته عن ميراث ابنة الاخ والعمة فان في
نفسي منهما شيئا قال لي يونس قال لنا يحيى ثم قدم علينا علوان بعد وفاة الليث
فسالته عن هذا الحديث فحدثني به كما حدثني الليث بن سعد حرفا حرفا واخبرني
انه هو حدث به الليث بن سعد وسالته عن اسم ابيه فاخبرني انه علوان بن داود

یعنی ابوبکر نے اپنے مرض میں عمر کو خلیفہ بنانا چاہا اسکا قصد کیا تو عبدالرحمن بن عوف کو
بلا بھیجا اور اون سے اس بارے میں مشورہ کیا تو عبدالرحمن نے کہا یہ تو ہر طرح اچھا ہی مگر
اوس میں غلظت ہے ابوبکر نے کہا ہم میں چونکہ نرمی ہے اسلیے اوس میں غلظت ہے اگر امر خلافت
اوسکو ملی تو بہت سی باتوں کو ترک کردیگا پھر کہا اچھا اس رائے کو ابھی کسی پر ظاہر کرنا نہ عثمان

کو بلایا اونسے مشورہ لیا اونھوں نے کہا تم خوب جانتے ہو ابوبکر نے کہا ہم تمکو اچھا جانتے ہیں دیکھو اے عثمان اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور کہا اگر عمر کو نہ بنائیں تو تمکو خلیفہ کرینگے دیکھو ان باتونکا کسی سے تذکرہ نکرنا اسکے بعد ابوبکر بالاخانہ میں تھے اور وہاں اونکی زوجہ اسما بنت عمیس اونکو اپنے مہندی بھرے ہاتھوں سے پکڑے ہوئی تھیں کہ ابوبکر نے پکار کر پوچھا کیا تم اسپر راضی ہو جسکو ہم خلیفہ کریں کیونکہ ہمنے اپنے کسی قرابت مند کو نہیں خلیفہ بنایا ہے بلکہ عمر کو خلیفہ کیا ہے سبنے کہا ہم راضی ہوئے۔

اسمٰعیل قیس سے راوی ہیں کہ ہمنے دیکھا عمر لوگونکو بٹھال رہے ہیں عمر کے ہاتھ میں ایک ٹہنی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ سنو اپنے خلیفہ کا قول کہہ رہے ہیں ہمیشہ تمھاری خیر خواہی کرتے رہو عمر کے ساتھ ابوبکر کا غلام شدید نامی بھی تھا جسکے ہاتھ میں پروانہ خلافت عمر تھا۔

واقدی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے عثمان کو بلایا اور فرمان خلافت عمر کا لکھوانا چاہا ابھی اسقدر لکھا گیا تھا کہ یہ عہد نامہ ابوبکر ہے طرف مسلمانوں کی کہ ابوبکر کو غش آگیا عثمان نے جلدی سے لکھدیا اما بعد ہمنے تمپر عمر کو خلیفہ کیا اور تمھاری خیر خواہی سے باز نہ آئے اتنے میں ابوبکر کی آنکھ کھل گئی پڑھوا کر سنا تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے گمان کیا کہ ہم اس غشی میں مرجائیں لہٰذا بخوف فتنہ لکھدیا عثمان نے کہا ہاں ابوبکر نے دعا دی اور اسکو بحال رکھا آگے لکھوایا

عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ہم ابوبکر کے پاس اس زمانہ مرض میں گئے اور کہا کہ شکر ہے کہ آج مزاج تمھارا بحال ہے ابوبکر نے کہا کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہا ہاں۔ ابوبکر نے کہا تم پر خلیفہ ہوئے اور تملوگونکی خیر خواہی ہمارے دل میں تھی مگر سب کے ناک پر ورم آگیا (غصہ ہوئے) چاہتے تھے کہ تم ہی خلیفہ ہو دوسرا نہو کیونکہ تمنے دیکھ لیا دنیا نے رخ کیا ہے اور ابھی کیا ہے اور کرنیوالی ہے یہانتک کہ تم پردہ ہاے حریر اور تکیہ ہاے دیبا پر آرام کرو نرم کپڑے پر سونا تمکو ایسا ناگوار گذریگا جیسا کہ کانٹوں پر سونا قسم بخدا اگر کسیکی گردن بغیر کسی حد شرعی کے ماردیجائے تو وہ بہتر ہے اس سے کہ غمرات دنیا میں مبتلا ہو سمجھ رکھو تملوگ سب سے پہلے گمراہ کرنیوالے ہو آدمیوں کی کل کے روز کہ لوگونکو راہ حق سے گمراہ کروگے داہنے بائیں اپنے

ہادی طریق وہ یا بخیر ہو یا شر عبد الرحمن نے کہا آہستہ رہو خدا تم پر رحم کرے کہ جس فکر میں تم ہو اوس میں اور بھی ہیجان پیدا کریگا سمجھ رکھو لوگ دو ہی قسم کے ہیں یا تو اونکی وہی رائے ہے جو تمھاری رائے ہے تو وہ تمھارا شریک ہے یا وہ مخالف ہے تمھاری رائے کا تو وہ تمھارا مشیر ہے۔

ہم جہاں تک سمجھتے ہیں جس شخص (عمر) کو تمنے تجویز کیا ہے اوس میں خیرخواہی ہی کا خیال ہے اور وہ ہمیشہ صالح و مصلح رہا اور تم دنیا کی کسی بات پر افسوس نکرتے ہو گے۔

ابو بکر نے کہا ہمکو دنیا کی تین باتوں پر افسوس ہے جنکو کیا اور افسوس ہے کہ نہ کیے ہوتے اور تین باتیں چھوڑدیں کاش اونکو کیے ہوتے اور تین باتیں ایسی ہیں جسپر افسوس ہے کہ ہمنے رسول اللہ سے نہ پوچھا ہوتا۔

وہ تین باتیں جنکو کیا اور افسوس ہے کہ نہ کیے ہوتے یہ ہیں (۱) کشف بیت فاطمہ نہ کیے ہوتی اگرچہ اوسکو ہمسے لڑنے کیلیے بلند کیا ہوتا (۲) فجاۃ اسلمی کو نہ جلائے ہوتے یا تو اوسکو قتل کرتے یا یونہی چھوڑ دیے ہوتے (۳) بروز سقیفہ ہم اس بار خلافت کو نہ اٹھاتے ہوتے یا تو عمر کے گلے میں ڈالتے یا ابو عبیدہ کے کہ ان میں سے ایک امیر ہوتا اور ہم وزیر ہوتے۔

لیکن وہ باتیں جنکو ہمنے چھوڑدیا اور کاش کیے ہوتے (۱) یہ کہ اشعث بن قیس جب قید ہوکر آیا تھا تو کاش ہم اوسکو قتل کر ڈالتے کیونکہ ہمارے خیال میں وہ ہر شر کا معین ہوتا ہے دیگر افسوس بجائے اسکی اپنی بہن ام فروہ کا اوس سے عقد کر دیا جس سے محمد بن اشعث وغیرہ قاتل امام حسین ع پیدا ہوا (۲) جب خالد کو اہل ردہ کی قتال کو روانہ کیا تو کاش ہم مقام ذی القصہ رہتے کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہوتی تو کفار عدو کو منتظر رہتے یا مدد کرتے (۳) جب خالد بن ولید کو طرف شام کے روانہ کیا تو عمر کو بھی جانب عراق روانہ کرتے کہ دونوں ہاتھ ہمارا خدا کی راہ میں پھیلے ہوتا۔

رہی وہ تین باتیں جنکا افسوس ہے رسول اللہ سے نہ پوچھا ہے۔

(۱) کہ ہم پوچھتے یہ خلافت کس کا حق تھا کہ ہم اوس سے کوئی نزاع نکرتے (افسوس صدیق ہو کر اتنا سفید جھوٹ کیا آج تک معلوم ہی نہ تھا کہ رسول نے کسکو خلیفہ بنایا)

(۲) کاش پوچھو ہوتا کہ انصار کا بھی کچھ حق ہے یا نہیں (تعجب ہے کہ الائمۃ من قریش کے خود ہی
راوی ہیں جس سے انصار کو محروم کیا اور آج یہ کہہ رہے ہیں)
(۳) کاش پوچھو ہوتے کہ بھائی بہن پھوپھی کو بھی میراث میں کچھ حق ہے کہ نہیں (افسوس ہے کہ
قرآن سے بھی بے بہرہ ہیں) صفحہ ۵۳ تاریخ طبری جلد ۴
چونکہ شہرستانی نے خلافت عمر کو آٹھویں اختلاف میں لکھا اسلیے ہمکو کچھ تفصیل سے کام لینا پڑا
تاکہ معلوم ہو دعوی تو یہ ہے کہ جو کچھ ہوا اجماع سے ہوا اور حالت یہ ہے کہ نہ ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوا
نہ عمر پر کیونکہ ابھی انصار نے تقریر شروع کی تھی کہ عمر نے بیعت کر لی اور قصہ طے ہوا۔
کیا اسی کا نام اجماع ہے اور عمر کے بارے میں تو سب کو اختلاف ہے کہ ابوبکر کو پانچ نہیں
بیٹھکر فیصلہ سنانا پڑا اور فرمان بھی اسطرح سنایا تو اسطرح کہ بند لفافہ پر بیعت لی گئی اسطرح کہ
عمر صاحب ڈنڈا لیے ساتھ ہیں اور لوگوں کو سنبھال رہے ہیں کیا کوئی مسلمان ان واقعات سے یہ
نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کوئی کام خداترسی سے کیا گیا یا محض خواہش نفس سے کام کیا گیا۔
دوسرا امر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ کاغذ دوات لاؤ کہ ایسا
نوشتہ لکھدیں۔ وہ اسی قابل تھا کہ اوسکا یہ جواب دیا جائے کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان
کہہ رہا ہے اور فرمائے کہ ابوبکر اس قابل تھا کہ اوسکی یوں تعمیل کیجائے کہ ابوبکر کو غش آجائے
تو عثمان جلدی سے نام عمر کا لکھدیں اور عمر صاحب اوس حکمنامہ کو مسجد رسول میں اسطرح
سنائیں کہ ڈنڈا لیے ہوئے لوگوں کو بٹھائیں اور کہیں کہ سنو فرمان خلیفہ یہ ہے۔
کیا کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا ہے جو ان حالات کو سنکر کہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے یا کوئی
کام انکا از راہ خداترسی تھا۔
آہ حب دنیا نے ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا تھا کہ کچھ نہ سوچا کہ ہم کیا کر رہے ہیں
جس رسول پر ایمان لائے اور خدا کا رسول مانا اوسکے حکم کو تو آپکی آخری زمانہ میں ہذیان
مانا اور اوسکی جنازہ کو بے غسل وکفن چھوڑا اور احکام خلیفہ کی اسطرح تعمیل کی جاتی ہے کہ
نام بھی لکھ لیا جاتا ہے اور اوسکی بند لفافہ پر بیعت لی جاتی ہے۔ اور شاہ صاحب ایجاد
مذہب کا سہرا عبداللہ بن سبا یہودی کے سر پر رکھتے ہیں کہ جو کچھ کیا اوسی نے کیا۔

یا ادن یہود و نصاریٰ نے جو تازہ اسلام لائے تھے اور یہ نہیں دیکھتے کہ اونکے مورخین محدثین کیسی پردہ دری کرتے ہیں اور پوست کندہ حالات لکھتے ہیں کہ سارے فساد کی جڑ عمر کی ذات والاصفات ہی جنھوں نے روز قبول اسلام سے کیسی کیسی رخنہ اندازی کی ہیچی انتہے مفصلا علامہ شہرستانی بعد اسکے لکھتے ہیں غرض زمانہ صحابہ میں اسکے سوا اور بھی بہت سے اختلافات ہوئے میراث جد۔ میراث اخوہ میراث کلالہ میں اور عقل اقارب و دیات ایمان و حدود بعض جرائم میں جس میں کوئی نص نہیں وارد ہوا مگر ادن سب کا اہم مسئلہ یہ تھا کہ قتال روم جہاد عجم میں مشغول رہے اور خدا نے بہت سی فتوح مسلمانوں کو دکھائے لونڈی غلام غنیمت بہت سا ہاتھ آیا اور سب کچھ عمر کے رائے سے ہوتا تھا اور منتشر ہوئی دعوت اور ظاہر ہوا کلمہ اسلام اور عرب و عجم سب تابع ہوئے۔

نواں اختلاف امر شوریٰ میں ہوا یہاں تک کہ عثمان کی بیعت پر اتفاق ہوا اور انتظام ملک درست ہوا دعوت اونکے زمانہ میں مشتہر کی اور فتوحات بہت ہوا اور بیت المال مال سے مملو ہوا خلایق کیساتھ حسن طریقہ پر معاشرت کیا اور خوب کشادہ دلی سے معاملہ کیا بجز اسکے کہ اقارب اونکے بنی امیہ سے سب گردنوں پر مسلط ہوئے اور ظلم و جور کرنے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونسے بدلہ لیا گیا۔ عثمان کے زمانہ میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے اور اونکی احداث و بدعات پر مواخذہ کیا گیا مگر سب کے دار و مدار بنی امیہ تھی کیونکہ حکم بن امیہ کو مدینہ میں بلوایا حالانکہ رسول اللہ نے اونکو نکلوا دیا تھا اور اسکا نام ہی طرید رسول اللہ قرار پایا تھا عثمان نے زمانہ ابوبکر و عمر میں اسکی شفاعت بھی کی مگر اونھوں نے نہ مانا تھا بلکہ عمر نے تو اور بھی اوسکی سزا کو بڑھا دیا تھا کیونکہ یمن میں جہاں وہ رہتا تھا اوس سے چالیس فرسخ اور بھی نکلوا دیا تھا۔

اسی قسم سے یہ ہے کہ حضرت ابوذر کو مدینہ سے نکلوا کر ربذہ کو بھجوا دیا۔ دشاید یہ اوسکا انتقام ہو کہ حضرت صلعم نے حکم کو نکلوا دیا تھا تو عثمان نے آپکے خاص صحابی ابوذر کو نکلوایا)

اور عثمان نے اوسی حکم کے بیٹے مروان سے اپنے بیٹی کی شادی کر دی اور خمس غنیمت افریقہ اوسکو دیدیا باجود دو لاکھ اشرفی تھا۔

اسی طرح عبداللہ بن ابی سرح کو مدینہ میں بلوا بھیجا حالانکہ حضرت صلعم اسکا خون مسلمانوں پر

مباح کیا تھا پھر عثمان نے اوسکو حاکم مصر بنا کر بھیجا اسی طرح عبداللہ بن عامر کو حاکم بصرہ بنایا جسنے وہاں جا کر بہت سا احداث کیا۔

غرض اسی طرح کو بہت سے امور ہیں جنکا الزام عثمان پر ہے اوسکے لشکر کا سردار معویہ تھا شام میں اور سعد بن ابی وقاص کوفہ میں جنکو بعد ولید بن عقبہ حاکم بنایا گیا اور عبداللہ بن عامر عامل بصرہ تھا اور عبداللہ بن ابی سرح عامل مصر تھا مگر سب نے عثمان کو اپنے نصرت سے مخذول کیا اور تنہا چھوڑ دیا یہانتک کہ وہ مظلوم قتل ہوئے اپنے گھر میں اور اون مظالم کا یہ نتیجہ ہوا کہ فتنے ادھر ادھر کھڑے ہوئے اور کسیطرح کم نہوئے۔

دسواں اختلاف زمانہ جناب امیر میں ہوا حالانکہ سبکا اتفاق ہو چکا تھا آپکی بیعت پر اور سبنے خلیفہ قبول کیا تھا مگر سب سے پہلے طلحہ زبیر مکہ میں آئے اور وہانسے عائشہ کو لیکر بصرہ گئے اور جناب امیر سے قتال کا بازار گرم ہوا جو مشہور بہ جنگ جمل ہے مگر حق یہ ہے کہ دونوں نے رجوع کیا اور توبہ کیا بعد اسکے کہ یاد دلایا گیا ایک امر اور وہ اونکو یاد آگیا۔ زبیر کو تو ابن جرموز نے قتل کیا جبکہ وہ لڑائی سے واپس آ رہے تھے جس سے رسول کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ قاتل ابن صفیہ کو بشارت ہے جہنم کی۔

رہے طلحہ تو اونکو مروان نے ایک تیر مارا جس سے وہ مر گئے رہیں عائشہ کو تو لوگ اوٹھا کر لیگئے تھے اور وہ نادم تھیں اور توبہ کیا اپنے فعل سے یہ سب مطابق عقائد اہلسنت ہے حالانکہ سب غلط ہے۔

اسکے بعد جناب امیر کی مخالفت کی معویہ نے جس سے جنگ صفین قائم ہوئی پھر خوارج نے مخالفت کی اور اونکا اعتراض یہ تھا کہ کیوں حکم مقرر کیے گئے پھر عذر کیا عمرو عاص نے اپنے بہانے سے ابو موسی اشعری کو حالانکہ حضرت علی کا خلیفہ ہونا تا وقت وفات مشہور ہے اسی طرح خوارج کی مخالفت جناب امیر کے ساتھ مشہور ہے مگر حق یہ ہے کہ جناب امیر ہر امر میں حق پر تھے اور حق اون کے ساتھ تھا۔

حضرت ہی کے زمانہ میں خوارج ظاہر ہوئے جو مثل اشعث بن قیس و شوبر خوارج ابو بکرہ اور مسعود بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی وغیرہ اسی طرح ظاہر ہوئے حضرت کے زمانہ میں

غلاۃ مثل عبداللہ بن سبا وغیرہ کے اور انھیں دونوں کی بدولت ظاہر ہوئی بدعت وضلالت اور حضرت کا قول سچ ہوا جو جناب امیر سے فرمایا تھا کہ اے علی تمہاری بارہ میں دو فرقہ ہلاک ہونگے ایک بست ہمی کرنیوالا (خوارج) دوسرا بست دوستی کرنیوالا (غلاۃ)

جناب امیر کے بعد جو اختلافات ہوئے اوسکی دو قسم ہے ایک اختلاف دربارۂ امامت دوسرا اختلاف دربارۂ اصول اسکے بعد اون اختلافات کو لکھا ہے جو زیدیہ وغیرہ اور معتزلہ میں ہوا۔ تمام ہوا ترجمہ ملل ونحل کا بقدر حاجت۔

اقول اس تقریر مسلسل کو دیکھئے جس میں صاحب ملل ونحل نہایت اختصار سے مگر پیوست کرکے لکھا ہے پھر شاہ صاحب کے اس دعوی کو کہ عہد شیخین میں بہت سے فتوحات ہوئے اور یہود ونصاریٰ داخل اسلام ہوئے انھوں نے اسلام ظاہر قبول کرکے فتنہ وفساد پیدا کیا اور آخر میں عبداللہ بن سبا یہودی کے بدولت مذہب تشیع کا ایجاد ہوا کیونکہ علامہ شہرستانی کی تحقیقات سے ظاہر ہے جو کچھ فساد ہوا اون بظاہر مسلمانوں سے جو صحابی رسول کہلاتے اور سرگروہ اون کے اصحاب ثلثہ تھے کیونکہ لفظ منافق تو اسم صفت ہے نہ علم ذات تو اب جس میں وہ صفت نفاق پائی جائیگی وہ منافق کہلائیگا اور ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فریق مخالف کو اس صفت سے یاد کرسکتا ہے مگر جب تک کوئی قاعدہ معین نہو نہیں کہا جاسکتا ان دونوں فریق میں کون منافق ہے کون مومن

علامہ شہرستانی نے ایک قاعدہ کلیہ اسکا بتادیا ہے کہ کون مومن ہے کون منافق کیونکہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں "سب سے پہلا شبہہ جو خلق میں ظاہر ہوا وہ شبہہ ابلیس تھا جسنے نص کے مقابلہ میں اپنی رائے ظاہر کی"

پھر چوتھے مقدمہ میں لکھتے ہیں "اس ملت اسلامیہ میں جتنے شبہات پیدا ہوئے وہ سب اون منافقین کے بدولت پیدا ہوئے جو حضرت کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ حضرت کے حکم پر راضی نہیں ہوئے انکو احکام کو واجب التعمیل نہ سمجھا" جس سے بالبداہت شاہ صاحب کا یہ دعوی تو باطل ہوا کہ فتوحات زمانہ شیخین کے بعد جو یہود ونصاریٰ داخل اسلام ہوئے تھے اونکی تفریق مذاہب پیدا ہوئی کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے جو قوم مفتوح ہوتی ہے اوسکی کوئی بات نہ اثر کرتی ہے نہ اوسکو کوئی وقعت ہوتی ہے

پھر ایسے یہود و نصاریٰ کی باتیں قابل سماعت ہو سکتی ہیں جو اس ذلت و خواری سے تابع اسلام
ہوئے علامہ شہرستانی نے مثال دیکر بھی سمجھا دیا کہ دیکھو ذوالخویصرہ نے حضرت کی تقسیم پر اعتراض
کیا اصل فقرہ اسکا صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔

ان ابا سعید الخدری قال بینما نحن عند رسول اللہ وهو یقسم قسما اذ اتاه
ذوالخویصرۃ وهو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل
اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ائذن لی فیه فاضرب
عنقه فقال دعه فان له اصحابا یحقر احدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم
یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة
ینظر الی نصله فلا یوجد فیه شیء ثم ینظر الی رصافه فلا یوجد فیه شیء ثم ینظر الی نضیه
وهو قدحه فلا یوجد فیه شیء ثم ینظر الی قذذه فلا یوجد فیه شیء قد سبق الفرث
والدم آیتهم رجل اسود احدی عضدیه مثل ثدی المرأة او مثل البضعة
تدردر ویخرجون علی حین فرقة من الناس قال ابو سعید فاشهد انی سمعت
هذا الحدیث من رسول اللہ واشهد ان علی بن ابی طالب قاتلهم وانا معه فامر بذلک
الرجل فالتمس فاتی به حتی نظرت الیه علی نعت النبی صلعم الذی نعته صفحہ ۱۷۳

ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ ہم خدمت رسول میں حاضر تھے اور آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے
کہ ذوالخویصرہ آیا جو بنی تمیم سے تھا اور اوسنے کہا یا رسول اللہ انصاف کیجیے حضرت نے فرمایا
وائے ہو تجھپر اگر میں نہ انصاف کرونگا تو پھر کون انصاف کریگا اگر میں انصاف نہ کروں تو
خائب و خاسر ہونگا عمر نے کہا یا حضرت اجازت دیجیے کہ میں اسکو قتل کروں حضرت نے فرمایا
چھوڑ دو کہ اسکے ایسے اصحاب ہیں جنکے نماز روزے کے سامنے تم اپنی نماز و روزہ کو حقیر جانوگے
یہ قرآن کو پڑھتے ہونگے مگر وہ اونکے سینہ گردن سے نہ بڑھیگا (یعنی اونکی سمجھ میں نہ آئیگا)
اور ایسی تاویل کرینگے جو خلاف مقصود ہوگی سو یہ اسطرح دین سے نکلجاینگے جیسا کہ تیر
نشانہ سے نکلجاتا ہے اور پھر باہر نکلجاتا ہے پھر جب اوسکو اوس نوک میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں
لگا رہتا ہے تو اوس میں کچھ نہیں ملتا مقصود یہ ہے کہ جسطرح تیر جب اپنی تیزی سے نشانہ کو

جیسے کہ نکل آتا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اوس میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے نکل جائینگے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا اون میں نہ رہیگا) سردار اسکا ایک مرد سیاہ ہوگا جسکا ایک بازو ایسا ہوگا جیسا کہ عورتونکا پستان ہے یا گوشت کا ایک ٹکڑہ جو حرکت کرتا ہوگا یہ لوگ اوس وقت ظاہر ہونگے جبکہ لوگوں میں اختلاف ہوگا ابوسعید خدری کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ خود میں نے اس حدیث کو سنا رسول اللہ سے اور گواہی دیتا ہوں کہ جناب امیر نے ان سے قتال کیا اور حضرت نے حکم دیا کہ اسکو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو اوسکو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیجیے کہ یہ بنی تمیم کیسے تھے اوسی صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۴۹ جلد ۲۔

عن ابی هریرة قال لا ازال احب بنی تمیم بعد ثلاث سمعته من الله صلعم یقولها فیهم هم اشد امتی علی الدجال وکانت فیهم سبیة عند عائشة فقال اعتقیها فانها من ولد اسمٰعیل وجاءت صدقاتهم فقال هذه صدقات قوم او قومی

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کہا میں ہمیشہ دوست رکھتا ہوں بنی تمیم کو جبسے رسول اللہ سے تین حدیثیں سنیں ایک یہ کہ آپنے فرمایا ہمارے امت سے بنی تمیم سب سے زیادہ شدید ہونگے دجال پر دوسرے یہ کہ ایک لونڈی ان کی عائشہ کے پاس تھی تو حضرت نے فرمایا اسکو آزاد کردو کہ یہ اولاد اسمعیل پیغمبر سے ہے تیسرے یہ کہ اس قوم کا کچھ صدقہ آیا رسول کے پاس تو حضرت نے فرمایا قوم کا صدقہ آیا یا ہمارے قوم کا صدقہ آیا۔

فتح الباری میں ہے عن زهیر بن حرب شیخ البخاری فیه صدقات قومی بغیر تردد انتہی

یعنی زہیر بن حرب شیخ بخاری اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قوم کا صدقہ آیا بغیر تردد کے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنی تمیم ایسی قوم تھی کہ حضرت اوسکو اپنی قوم فرماتے ہیں اوسی قبیلہ کا یہ ذوالخویصرہ ہے جسنے رسول اللہ پر یہ اعتراض کیا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کوئی معمولی شخص تھا بلکہ نہایت معزز قوم و قبیلہ سے جسکی حضرت نے اسقدر تعریف فرمائی کہ ابوہریرہ اوس سے محبت کرنے کو لوازم ایمان سمجھتے ہیں۔

اب ایک دوسرے ذوالخویصرہ کا حال سنیے خود صحیح مسلم میں ہو صفحہ ۳۳۴ جلد

عن سلمان بن ربیعہ قال قال عمر بن الخطاب قسم رسول اللہ قسما فقلت واللہ یا رسول اللہ لغیر ہولاء کان احق بہ منھم قال خیرونی بین ان یسالونی بالفحش او یبخلونی ولست بباخل یعنی سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ خود عمر کہتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا قسم بخدا یا رسول اللہ جنکو تمنے دیا ہے دوسرے لوگ اس سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے مخیر کیا ہے اس میں کہ سوال نہ کرو مجھ سے فحش سے یا بدگوئی سے یا ہمکو نسبت دو بخل سے حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں۔

اب دونوں اعتراضوں کا مقابلہ کرو تو معلوم ہو کیا فرق ہے کیونکہ تقسیم پر اعتراض کرنیوالے دو تھے ذوالخویصرہ بھی جو منافق کہا جاتا ہے اور موجد مذہب خوارج ہے اور عمر بن الخطاب بھی جو خلیفہ کہلاتے ہیں اور اونکے فضائل موضوعہ سے حدیث کی کتابیں مملو ہیں اب بتاؤ علامہ شہرستانی نے جو قاعدہ بتایا تھا کہ جو شخص خدا اور رسول پر اعتراض کرے اور اپنی خواہش کو دخل دے وہ منافق ہے! غلط ہے یا صحیح اگر غلط ہے تو پھر نہ شیطان پر اعتراض ہے نہ ذوالخویصرہ پر اور اگر وہ قاعدہ صحیح ہے تو پھر کیا وجہ کہ ذوالخویصرہ تو منافق کہا جائے اور عمر صاحب نہ کہے جائیں حالانکہ حضرت عمر کے اس قسم کے اعتراضات ایک نہیں صدہا ہیں جن کو ہم آگے چلکر کچھ بیان کرینگے۔

اب بتاؤ دین اسلام میں رخنہ ڈالنا اور اس قسم کی تفریق پیدا کرنا جس سے اسلام کا مجموعہ پراگندہ ہو ان صحابہ کا کام ہے جو عہد رسول میں اسطرح کی تفریق کرتے ہیں اور حضرت کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوے ؟ یا انکا جو ذلیل و خوار ہوکر مغلوب اسلام ہوئے جنکو شاہ صاحب موجد اول کا خطاب دیرہے ہیں۔

افسوس کہ شہرستانی نے نہ معلوم کس مصلحت سے صرف ذوالخویصرہ کی روایت کو لکھا اور واقعہ عمر کو ترک کیا حالانکہ عمر کا اعتراض بڑے زوردار لفظوں میں ہے کیونکہ وہ صرف یہی کہہ رہے ہیں اعدل عدل و انصاف فرمائیے جسکو یہ لازم نہیں کہ حضرت بے انصافی کرتے تھے اور دوسری روایت کی مطابق اتق اللہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۲ میں ہے صفحہ ۱۰۴۶ خیر

بریک قلم

جس سے الزام آیا یہ سمجھا جاتا ہی کہ حضرت خلاف تقویٰ یعنی تقسیم فرما رہی تھی بخلاف مقولہ عمر کہ اوس میں صراحتہ یہ بیان ہی کہ خلیفہ دوم تقسیم فرماتے ہیں غیر لوگ اس سے زیادہ مستحق تھے یعنی آپنے یہ صریح حق تلفی فرمائی کہ مستحقین کو محروم کیا اور غیر مستحق کو دیا۔

حضرت نے ذوالخویصرہ کے جواب میں فرمایا ان لم اعدل فمن یعدل اگر ہم نہ عدل کرینگے تو کون عدل کریگا اور جواب عمر میں فرمایا کہ ہمکو اختیار دیا گیا ہی کہ یا فحش کیساتھ سوال کریں یا ہمسے بخل کریں حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اعتراض عمر کو اسی قسم میں داخل کیا کہ حضرت کو بخل کی نسبت دی اب اسکے بعد اہلسنت کو اختیار ہے کہ عمر کو مسلمان سمجھیں یا جو کچھ چاہیں مگر خود حضرت عمر کا فیصلہ موجود ہی کہ کہا ہی کہ ہم اس منافق کو قتل کر ڈالیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی یہ سمجھتے تھی کہ اس قول سے آدمی منافق ہو گیا تو پھر عمر کے منافق اور واجب القتل ہونے میں کیا عذر ہو سکتا ہی۔

ہاں اس حدیث میں تو بخاری نے عمر کا نام لکھا ہی کہ اونھوں نے اجازت قتل مانگی مگر دوسری روایت میں بخاری ہی یہ لکھتے ہیں قال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ (فتح الباری) کہ خالد بن ولید نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسکو قتل نہ کر ڈالیں جس سے صریحی اختلاف دونوں روایتوں میں بخاری کی ظاہر ہی مگر ابن حجر یہ تاویل کرتے ہیں کہ ممکن ہی دونوں نے یہ سوال کیا ہو مگر یہ ایسی تاویل ہی کہ خواہی نخواہی اسپر مضحکہ کیا ہے کیونکہ دو ہی صورت ہی یا دونوکا سوال ایک ساتھ ہوا اگر ایسا ہی تو پھر جواب دونوں کا مخالف کیوں ہوا اور اگر مقدم و موخر ہی تو یہ اور بھی عجیب ہی کہ حضرت ایک دفعہ منع کر چکے تھی تو پھر دوسرے نے کیوں سوال کیا۔

حضرت نے بجواب عمر فرمایا تھا کہ اسکے ایسے اصحاب ہیں کہ تم اونکی نماز و روزہ کے سامنے اپنے نماز و روزہ کو حقیر جانو گے جس سے اوسکا نماز گزار ہونا بنص رسول ثابت ہی اور بجواب خالد فرمایا لا لعلہ ان یکون یصلی کہ نہ قتل کرو کیونکہ ممکن ہی وہ نماز پڑھتا ہو اور اوسکے بعد فرمایا یخرج من ضئضئ هذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه واظنه قال لئن ادرکتهم لاقتلنهم قتل ثمود

کہ اسکے اعقاب یا اصحاب سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو کتاب اللہ کو تو خوب پڑھینگے مگر اونکی فہم میں مع
قرآن نہ آئیگا وہ اسطرح اسلام سے نکلجائینگے جیسا کہ تیر شکار سے نکلجاتا ہے اگر ہم اونکو پائینگے تو قتل کرینگے
زیادہ تر تعجب خیز یہ ہے کہ یہاں تو عمر یا خالد یا دونوں حضرت سے اسکی اجازت طلب
کرتے ہیں کہ اگر حکم ہو ہم اس منافق کو قتل کرڈالیں مگر جہاں حضرت خود بھی حکم دیتے ہیں کہ
اس منافق کو قتل کرڈالو تو ابوبکر عمر دونوں بلا قتل واپس آتے ہیں چنانچہ ابن حجر شارح
صحیح بخاری اصابہ میں لکھتے ہیں صفحہ ۱۷۲ جلد ۲

عن انس قال کان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل یعجبنا تعبدہ واجتہادہ
وقد ذکرنا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باسمہ فلم یعرفہ فوصفناہ بصفتہ فلم یعرفہ
فبینا نحن نذکرہ اذ طلع الرجل قلنا ہو ہذا قال انکم لتخبرونی عن رجل ان فی وجہہ لسفعۃ
من الشیطان فاقبل حتی وقف علیہم ولم یسلم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انشدک
اللہ ہل قلت حین وقفت علی المجلس ما فی القوم احد افضل منی او خیر منی قال اللہم
نعم ثم دخل یصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یقتل الرجل فقال ابوبکر
انا فدخل علیہ فوجدہ یصلی فقال سبحان اللہ اقتل رجلا یصلی وقد نہی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم عن قتل المصلین فخرج فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما فعلت
قال کرہت ان اقتلہ وہو یصلی وانت قد نہیت عن قتل المصلین قال من یقتل الرجل
قال عمر انا فدخل فوجدہ واضعا جبہتہ فقال عمر ابوبکر افضل منی فخرج فقال لہ النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مہ قال وجدتہ واضعا وجہہ للہ فکرہت ان اقتلہ فقال من یقتل الرجل
فقال علی انا فقال انت ان ادرکتہ قال فدخل علیہ فوجدہ قد خرج فرجع الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ مہ قال وجدتہ قد خرج قال لو قتل ما اختلف من امتی
رجلان کان اولہم وآخرہم قال موسی فسمعت محمد بن کعب یقول الذی قتلہ علی ذو الثدیہ
قلت وللقصۃ ذی الثدیہ طرق کثیرۃ جدا استوعبہا محمد بن قدامہ فی کتاب الخوارج
واصح ما ورد فیہا ما اخرجہ مسلم فی صحیحہ وابوداؤد من طریق محمد بن سیرین عن عبیدۃ
عن علی ان علیا ذکر اہل النہروان فقال فیہم رجل مودن الید او مخدج الید لولا ان

تنظر والعنبا تکم ما وعد اللہ الذین یقتلونہم علی لسان محمد فقلت لہ ان سمعتہ قال ای ورب الکعبۃ وقال ابو الربیع الزہرانی حدثنا حماد حدثنا جمیل بن مرۃ عن ابی الوضی ان علیا لما فرغ من اہل النہروان قال التمسوا المخدج فطلبوہ ثم جاؤا فقال لم نجدہ قال ارجعوا فلا ناکل ذلک لا نجدہ فقال علی واللہ ما کذبت ولا کذبت قال فوجدوہ تحت القتلی فی الطین فکانی انظر الیہ حبشی علیہ قریطۃ احدی ثدییہ مثل ثدی المرأۃ علیہا شعیرات مثل التی علی ذنب الیربوع اخرجہ ابو داؤد

یعنی انس سے روایت ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایک عابد تھا جسکی کثرت عبادت سے لوگوں کو تعجب ہوتا تھا ہم لوگوں نے حضرت سے اوسکا نام لیکر تعریف کیا تو حضرت نے اوسکو نہ پہچانا پھر اوسکے اوصاف کو بیان کیا اوسپر بھی نہ پہچانا ابھی یہی باتیں ہورہی تھیں کہ وہ شخص سامنے آیا ہمنے کہا یہی شخص ہے حضرت نے فرمایا تم ایسے شخص کا بیان کرتے تھے جسکے چہرہ پر شیطانی نشان ہے وہ آکر کھڑا ہوا اور کسی پر سلام نہ کیا حضرت نے فرمایا ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ تو اپنی مجلس سے اوٹھا تھا تو یہ کہا تھا کہ ہمسے افضل یا خیر دوسرا کوئی نہیں اوسنے کہا ہاں کہا تھا اسکے بعد وہ نماز پڑھنے چلا گیا تو حضرت نے کہا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے ابوبکر نے کہا ہم جاتے ہیں وہاں جاکر دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہا ہے تو کہا سبحان اللہ کیا ہم ایسے شخص کو قتل کریں جو نماز پڑھتا ہے حالانکہ حضرت نے نماز پڑھنے والونکو قتل سے منع کیا ابوبکر یہ کہکر واپس آئے تو حضرت نے پوچھا کیا کیا۔ کہا یا حضرت وہ نماز پڑھتا تھا لہذا ہمنے کراہت کی اس سے کہ اوسکو قتل کریں حالانکہ آپ نے نماز پڑھنے والونکو قتل سے منع کیا ہے پھر حضرت نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے عمر نے کہا میں جاتا ہوں یہ بھی اوسی طرح واپس آگئے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور دل میں کہا کہ ابوبکر ہمسے افضل ہیں پھر کیونکر ہم قتل کریں پھر حضرت نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے جناب امیر نے کہا میں جاتا ہوں حضرت نے فرمایا ہاں اگر تم پاؤ۔ جناب امیر واپس آئے اور عرض کیا وہ مسجد سے جا چکا تھا تب حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل ہو جاتا تو ہمارے امت میں دو آدمی بھی اختلاف نکرتے یہ اول ہے یہ آخر ہے۔

موسیٰ راوی کہتے ہیں کہ ہمنے محمد بن کعب سے سنا کہ کہتے تھے ذو الثدیہ کو جناب امیر نے

قتل کیا ابن حجر کہتے ہیں قصہ ذی الثدیہ بہت سے طرق سے مروی ہے محمد بن قدامہ نے کتاب الخوارج میں اسکو جمع کیا ہے اور سب سے صحیح وہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ جناب امیر نے اہل نہروان کا ذکر کیا تو فرمایا ایک شخص اون میں ایسا ہے جسکا ایک ہی ہاتھ ہے اگر تمکو انتظار کرنا نہ پڑے تو ہم اسکو بیان کر سکتے ہیں جسکا رسول اللہ نے وعدہ کیا ہے اون لوگوں سے جو اسکو قتل کرینگے راوی نے کہا کیا خود آپ نے سنا ہے فرمایا ہاں قسم اوس خدا کی جو رب کعبہ ہے راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت فارغ ہوئے اہل نہروان سے تو آپ نے فرمایا اوس شخص کی تلاش کرو وہ لوگ ڈھونڈھکر آئے تو کہا ہمنے نہیں پایا تین مرتبہ یہ بیان کیا تو حضرت نے فرمایا قسم بخدا نہ مجھے جھوٹ کہا ہے نہ ہمسے جھوٹ کہا گیا ہے آخر میں انھوں نے سب مردوں کے نیچے پایا جو کیچڑ میں گرا ہوا تھا راوی کہتا ہے کہ ہمنے دیکھا وہ ایک حبشی ہے جسکا ایک ہاتھ مثل پستان ہے جسپر چند بال ہیں مثل دم یربوع کے ص ۱۷۱

کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ انلوگوں کو کسی طرح رسول اللہ کے قول پر اعتماد تھا یا آپکو رسول صادق امین جانتے تھے کہ اپنی خواہش سے تو اسکے قتل پر آمادہ ہوئے اور جب حضرت نے حکم صریح دیا کہ جاکر قتل کرو تو یہ بات بنا کر چلے آئے کہ وہ تو نماز پڑھ رہا ہے اور آپنے مصلین کے قتل سے منع کیا ہے کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ حکم خاص بوجہہ حکم عام رد کر دیا جائیگا۔

اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کو چونکہ معلوم تھا ابوبکر عمر خالد بن ولید بھی ویسے ہی منافق ہیں جیسا کہ ذوالخویصرہ منافق ہے اسی وجہ سے اسکی اجازت نہ دی کہ ایک منافق دوسرے منافق کو قتل کرے کیونکہ اس سے اسلام کو کوئی نفع نہ پہونچیگا کہ ایک منافق قتل کیا جائے اور دوسرے منافق چھوڑ دیئے جائیں بلکہ اسکا ضرر اسلام پر زیادہ پڑتا ترقی اسلام رک جاتی چنانچہ جب خالد نے کہا بہت سے لوگ ایسے نماز گذار ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں اور دل میں نہیں ہوتا تو حضرت نے فرمایا انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونہم ای انما امرت ان اخذ بظواہر امورہم قال القرطبی انما منع قتلہ وان کان قد استوجب القتل لئلا یتحدث الناس انہ یقتل اصحابہ ولا سیما من صلی کما تقدم نظیرہ فی قصۃ عبد اللہ بن ابی صـ ج ۸ فتح الباری

حضرت نے فرمایا ہمکو اسکا علم نہیں ہے کہ لوگوں کا دل چیر کر دیکھیں یعنی صرف اسکا حکم ہے کہ لوگوں کا ظاہر کو دیکھیں قرطبی کہتے ہیں کہ تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ حضرت اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں خصوصًا نمازیوں کو جیسا کہ قصہ عبداللہ بن ابی میں گذرا۔

اس سے وہ اعتراض بھی دفع ہو گیا جو کہا جاتا ہے کہ اگر حضرت ثلٰثہ منافق جانتے تھے تو کیوں نہ قتل کرادیا کیونکہ جب حضرت نے ایسے اپنے اصحاب کو نہ قتل کیا تو جو لوگ ہمہ وقت گرد و پیش رہا کرتے تھے انکو کب حضرت قتل کرتے جس سے رخنہ عظیم اسلام میں پیدا ہوتا

غرض جب حضرت نے انکی ظاہر ارادہ کو دیکھا ہوگا کہ عمر اور خالد اسطرح اوس منافق کے قتل پر آمادہ ہیں تو اپنے صریحی حکم دیا کہ جاکر قتل کرو کیونکہ آپ تو جانتے تھے کوئی قول وفعل انکا صدق دل سے نہیں ہوتا چنانچہ وہی ہوا کہ یہ لوگ اوسکو نماز پڑھتا دیکھکر واپس آئے اور اسکا بھی نہ خیال کیا کہ حضرت نے تو اسکے قتل کا صریح حکم دیا تھا پھر ہم حضرت کو کیونکر منہہ دکھاویں بمناسبت مقام بیان جنگ احزاب کا واقعہ یاد پڑ گیا جس میں حضرت نے ایسا ہی صریحی حکم دیا تھا مگر یہ لوگ استغفر اللہ کہکر رہ گئے

چنانچہ تفسیر در منثور سیوطی میں ہے صفحہ ۱۸۵ ج ۵

واخرج الفریابی وابن عساکر عن ابراھیم التیمی عن ابیہ قال قال رجل لو ادرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حملتہ ولفعلت فقال حذیفۃ لقد رایتنی لیلۃ الاحزاب ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فی لیلۃ باردۃ ما قبلھا ولا بعدھا برد کان اشد منہ فحانت منی التفاتۃ فقال الا رجل یذھب الی ھؤلاء فیاتینا بخبرھم جعلہ اللہ معی یوم القیامۃ قال فما قام منا انسان فسکتنا ثم عاد فسکتنا ثم قال یا ابا بکر ثم قال استغفر اللہ ورسولہ ثم قال ان شئت ذھبت فقال یا عمر فقال استغفر اللہ ورسولہ ثم قال یا حذیفۃ فقلت لبیک فقمت حتی اتیت وان جنبی لیضربان من البرد فمسح راسی ووجھی ثم قال ائت ھؤلاء القوم حتی تاتینا بخبرھم ولا تحدثن شیئا حتی ترجع ثم قال اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ حتی یرجع قال فلان یکون ارسلھا

لكان احب الي من الدنيا وما فيها قال فانطلقت فلعنت امشي نحوهم كاني امشي في
حمام قال فوجدتهم قد ارسل الله عليهم ريحا فقطعت اطنابهم وابنيتهم وذهبت بخيولهم
فلم تدع شيئا الا اهلكته قال وابو سفيان قاعد يصطلي عند نار له قال فنظرت اليه
فاخذت سهما فوضعته في كبد قوسي قال وكان حذيفة راميا فذكرت قول رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا تحدثن حدثا حتى ترجع قال فرددت سهمي في كنانتي قال فقال رجل
من القوم الا ليأخذ كل بيد جليسه فاخذت بيد جليسي فقلت من انت
قال سبحان الله اما تعرفني انا فلان بن فلان فاذا رجل من هوازن فرجعت الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته الخبر فلما اخبرته ضحك حتى بدت انيابه في سواد الليل
وذهب عني الدفاء قال فادناني رسول الله صلى الله عليه وسلم فانامني عند رجليه
والقى على طرف ثوبه فان كنت لالزق بطني وصدري ببطن قدميه فلما هزم الله
الاحزاب وهو قوله فارسلنا عليهم ريحا وجنودا لم تروها۔

امام فریابی وابن عساکر راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا اگر ہم رسول کو پاتے تو انکی
خدمت کرتے حذیفہ نے کہا شب احزاب ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے حضرت نماز شب پڑھ رہے تھے
ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہوکر فرمایا کوئی ہے ایسا جو جاکر مخالفین کے لشکر کی خبر لائے خدا اس شخص کو
ہمارے ساتھ کریگا جنت میں مگر ہم لوگوں سے کوئی نہ اوٹھا تب آپ نے ابوبکر کا نام لیا وہ استغفار
کہکر رہگئے حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ پھر آپنے عمر کا نام لیا وہ بھی استغفر اللہ رسولہ کہکر چپ
ہو رہے پھر آپ نے کہا یا حذیفہ میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اوسوقت ایسی سردی
تھی کہ دونوں پہلو جاڑے سے مار رہے تھے پھر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہمارے سر اور چہرہ پر مسح کیا
اور فرمایا اس قوم کے طرف جاؤ اور انکی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیا نہ کرنا حضرت حذیفہ کہتے ہیں
اگر حضرت ہمکو بھیجتے ہوتے (غالبا یہ ہو کہ نہ بھیجے ہوتے) تو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا جب ہم
روانہ ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم حمام میں جا رہے ہیں کہاں وہ سردی تھی اور اب یہ گرمی تھی
ببرکت دعاء رسول اللہ جب وہاں پہونچے تو معلوم ہوا انپر ایسی آندھی آئی ہے کہ انکے خیمہ کی
طنابیں اور کل چیزیں منہدم ہوگئیں ہیں جانور انکے تباہ ہوگئے اور کل چیزیں برباد ہوگئیں اور

ابوسفیان آگ تاپ رہا ہے حذیفہ بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیر کمان میں جوڑ کر نشانہ پر ماریں مگر قول رسول یاد کرکے چپ رہے وہاں سے آکر حضرت سے کل واقعہ سنایا تو حضرت مارے خوشی کے ہنس پڑے کہ اوس تاریکی شب میں آپکے دندان مبارک نمایاں ہوئے اور حضرت نے اپنے پائے مبارک کے پاس ہمکو لٹا لیا اور اپنی چادر کا ایک گوشہ ہمپر ڈالدیا ہم مارے سردی کے اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرت کے قدم سے ملادیتے تھے جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ گیا اسی کیطرف اشارہ ہے آیہ فارسلنا علیھم ریحا و جنودا لم تروھا میں ص ۱۹۵ ج ۵۔

دیکھیے حضرت کسطرح ابوبکر و عمر کا نام لیکر پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں کوئی جاکر مخالفین کی خبر لائے جو ہمارے ساتھ ہوگا بروز قیامت۔ مگر کون ایمان رکھتا تھا جو اسکو باور کرتا اور وہاں جاتا۔ اس مجمع کثیر میں صرف ایک حذیفہ یمانی تھے جنہوں نے حضرت کے حکم کو قبول کیا اور بےخوف و خطر وہاں گئے۔

منصف فرمائیے شیخین کا ایمان کیا نکلا کہ اسقدر بھی انکو یقین نہ تھا کہ حضرت جو حکم دیرہے ہیں اس میں حکمی بھی ضمانت ہے کہ ہمکو کوئی گزند نہ پہونچیگا مگر نہ جانا تھا نہ گئے۔ پھر بھلا جہادوں میں کب یہ ثابت قدم رہتے جس میں جان جوکھم کا معاملہ تھا حالانکہ انکو یہودیونے جوتشی سے اسکا پیغام مل چکا تھا کہ تم خلافت پاؤگے مگر نہ قول رسول پر ایمان تھا نہ قول یہود پر کہ بے دھڑک ہوکر کفار سے لڑتے۔

ہاں خود ذوالخویصرہ والی روایت میں دو امر قابل غور ہیں ایک یہ کہ روایت بخاری میں اختلاف شدید ہے ایک روایت میں ہے کہ عمر نے کہا ہمکو اجازت دیجئے تو اسکا سر اوڑادیں دوسری روایت میں ہے کہ خالد نے کہا ہمکو اجازت دیجئے ابن حجر نے تو یہ تاویل کردی کہ ممکن ہے دونوں نے خواہش کی ہو لہذا ایک روایت میں عمر کا نام ہے دوسرے میں خالد بن ولید کا مگر یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ حضرت ایک کو جواب دیدیں دوسرا ابھی خواہاں ہو لہذا اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ خالد کا سوال بربنائے قول عمر تھا کیونکہ عمر نے بھی وہی کہا تھا جو ذوالخویصرہ نے کہا یہ تقسیم ناجائز ہے لہذا خالد جو ایک بہادر شخص تھا اور تازہ مسلمان تھا وہ حضرت عمر کے بے ادبی پر بھڑک اٹھا ہو اور کہا ہو کہ کہیے تو قتل کرڈالیں اسکی موید یہ بھی ہے کہ عمر اور خالد میں عداوت قدیم سے چلی آتی تھی جب عمر کو موقع ملا تو خالد کو معزول کیا لہذا خالد نے اس موقع کو غنیمت سمجھا ہو کہ عمر سے اپنا بدلہ ابھی سے لے لیں

سیرۃ حلبیہ میں ہے صفحہ ۱۹۵ ج ۳ مطبوعہ مصر

واصل العداوۃ بین خالد وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما علی ما حکاہ الشعبی انہما وہما غلامان تصارعا وکان خالد ابن خال عمر فکسر خالد ساق عمر فعولجت وجبرت ولما ولی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ الخلافۃ اول شیء بدا بہ عزل خالد لما تقدم وقال الحلبی لی عمد ابدا وقیل الکلام بلغہ عنہ ومن ثم ارسل الی ابی عبیدۃ ان اکذب خالد نفسہ فہو امیر علی ما کان علیہ وان لم یکذب نفسہ فہو معزول فانتزع عمامتہ وقاسمہ مالہ نصفین فلم یکذب نفسہ فقاسمہ ابو عبیدۃ مالہ حتی احدی نعلیہ وترک لہ الاخری وخالد یقول سمعا وطاعۃ لامیر المومنین وبلغہ ان خالدا اعطی الاشعث ابن قیس عشرۃ الاف وقد قصد بہ ابتغاء احسانہ فارسل الی ابی عبیدۃ ان یصعد المنبر ویوقف خالدا بین یدیہ وینزع عمامتہ وقلنسوتہ ویقیدہ بعمامتہ لان العشرۃ الاف ان کان دفعہا من مالہ فہو سرف وان کان من مال المسلمین فہی خیانۃ فلما قدم خالد رضی اللہ تعالی عنہ علی عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال لہ من این ہذا الیسار الذی تجیز منہ بعشرۃ الاف فقال من الانفال والسہمان قال ما زاد علی الستین الفا فہو لک ثم قوم امولہ وعرض وضع اخذ منہ عشرین الفا۔

یعنی اصلی عداوت عمر اور خالد میں یہ تھی کہ خالد عمر کا ماموں زاد بھائی تھا بچپنے میں دونوں کشتی لڑے خالد چونکہ مضبوط تھا عمر کو اوٹھا کر پٹخ دیا جس سے عمر کی ہڈی ٹوٹ گئی بعد علاج معالجہ کے وہ ہڈی اچھی ہوگئی اسی وجہ سے جب عمر خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے یہ کام کیا کہ خالد کو معزول کیا اور کہا کبھی وہ ہمارے زمانہ میں حکومت کسی کی نہ پائیگا اور ابو عبیدہ کو لکھ بھیجا کہ اگر خالد تکذیب کرے اپنے نفس کی تو وہ امیر رہے ورنہ وہ معزول ہے اوسکا عمامہ سر سے اوتار لو اور مال اوسکا تقسیم کر لے نصفا نصف۔ خالد نے اپنی تکذیب قبول نہ کی۔ ابو عبیدہ نے اوسکا مال تقسیم کر لیا یہانتک کہ ایک نعل اوسکی خود لی اور ایک اوسکو چھوڑ دی اور خالد کہتا جاتا تھا کہ سب حکم امیر المومنین قبول ہے۔ عمر کو یہ خبر پہنچی تھی کہ اشعث بن قیس کو خالد نے دس ہزار دیا تب عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ منبر پر چڑھ کر خالد کو اپنے سامنے کھڑا کرو اور عمامہ ٹوپی اوسکی سر کو

لو اور عمائدہ کو قید کر دو کیونکہ خالد نے اگر یہ مال دس ہزار بال مسلمین سے دیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر اپنے مال سے دیا ہے تو یہ اسراف ہے خالد جب دربار عمر میں آیا تو عمر نے پوچھا یہ مال کہاں سے آیا جو تو ایسی فیاضی کر رہا ہے خالد نے کہا انفال اور غنیمتوں سے ہم نے دیا ہے عمر نے کہا نو ہزار سے جو زیادہ ہو وہ میرا ہے اسکے بعد عمر نے اوسکے مال کی قیمت کرائی اور بیس ہزار اوس میں سے لے لیا۔

تو جب بیہقی کی عداوت یہ تاثیر دکھاتی ہے کہ خالد کا ایسے کار نمایاں پر بھی اوسکا اثر نہ گیا تو کیا اس میں تامل ہو سکتا ہے کہ خالد نے اوس موقع پر رسول اللہ صلعم سے اسکی اجازت لی ہو کہ اجازت دیجیے عمر کو قتل کر ڈالیں۔

ان روایات کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ ایسے ایسے احکام جب صادر ہو سکتے ہیں جو اسطرح ممالک اسلام پر حاوی تھے اور جو جانتے تھے کہ یہ تھے یا وہ لوگ جو ذلیل و خوار ہو کر تابع اسلام ہو گئے تھے خالد بن ولید کو رسول اللہ نے ایک دفعہ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا وہ سب مسلمان تھے خالد نے عداوت قدیمہ کی بنیاد پر سب کو قتل کر ڈالا جب یہ خبر حضرت کو پہونچی فقال ذلک قال النبی صلعم اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد لعنہ قال ذلک مرتین سیرت حلبیہ ص ۱۹۹ ج ۳۔
تو حضرت نے فرمایا خداوندا ہم تبرا کرتے ہیں خالد بن ولید سے دو مرتبہ فرمایا (شیعوں کے تبرا کی ابتدا شاید اسی حدیث سے ہو)

اوسکے بعد حضرت نے جناب امیر کو وہاں بھجوایا اور سب کا خون بہا دلوایا۔

اس مقدمہ میں بھی عمر کی شرکت ظاہر ہے کیونکہ جن دو شخصوں نے آ کر اسکی گواہی دی کہ خالد نے یہ حرکت کی ہے تو وہ دونوں بھیس بدل کر حضرت کے پاس آئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد سے وہ کس درجہ خائف تھے) حضرت نے اونکو نہ پہچانا بلکہ لباس وغیرہ بتایا کہ ایسا کپڑا پہنے تھے فقال عمر واللہ یا رسول اللہ اعرفہما اما الاول فھو ابنی فھذہ صفتہ واما الثانی فھو سالم مولیٰ ابی حذیفہ بعنہ ذلک قال النبی عمر نے کہا یا حضرت میں ان دونوں کو پہچانتا ہوں پہلا جو اسطرح کا لباس پہنے تھا وہ ہمارا فرزند تھا اور دوسرا سالم مولی ابو حذیفہ تھا اوس پر حضرت نے فرمایا اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد۔

دوسری روایت اسطرح ہو فاستقبل القبلۃ شاھرا یدیہ یقول اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید ثلث مرات یعنی آنحضرت قبلہ رو ہوگئے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر فرمایا خداوندا ہم تبرا کرتے ہیں عمل خالد بن ولید سے تین مرتبہ فرمایا۔

پس جسطرح حضرت عمر ہر وقت درپے آزار خالد رہتے تھے تو بہت قرین قیاس ہے کہ خالد نے موقع پا کر عمر کے قتل کی اجازت طلب کی ہو اور راویوں نے یا خود بخاری نے اسکو ذوالخویصرہ کیطرف منسوب کیا ہو کہ عمر اور خالد دونوں نے اوسکو قتل کا ارادہ کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف میں کچھ قصہ ہوا جسپر حضرت غضبناک ہوئے تو وہاں بھی عمر کا قدم درمیان میں تھا سیرۃ حلبیہ میں ہے و لما عاب عبدالرحمن بن خالد الفعل المذکور اعان عبدالرحمن عمر بن الخطاب وان رسول اللہ صلعم اعرض عن خالد ۱۹۷ یعنی جب عبدالرحمن نے خالد کی شکایت کی تو عمر نے بھی عبدالرحمن کی مدد کی جسپر حضرت نے خالد سے منہ پھیر لیا

تیسرا واقعہ مشہور ہے کہ خالد نے جب مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اوسکے سر کو جلا کر کھانا پکایا اور اوسکی زوجہ پر ناجائز طور پر متصرف ہوا تو عمر نے کہا قال عمر لابی بکر نقلت لا افعل ۱۹۸ لانہ متاول فقال اعزلہ فقال لا اغمد سیفا سلہ اللہ علی المشرکین ولا اعزل والیا ولاہ رسول اللہ یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا اسکو قتل کر ڈالو ابوبکر نے کہا ہم ایسا نہ کرینگے کیونکہ اسمیں وہ متاول تھا تب عمر نے کہا اسکو معزول کر دو ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو میان میں نہ رکھینگے جسکو خدا نے مشرکین پر بلند کیا ہے نہ اوسکو معزول کرینگے جسکو رسول اللہ نے والی بنایا۔

غرض یہ سب واقعات ایسے ہیں کہ خود بتا رہے ہیں عمر کو اسکے ایسی عداوت تھی کہ ہمیشہ خالد کے درپے رہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ خالد نے بحضور رسول انھیں کے بارے میں کہا تھا کہ اگر حکم ہو تو ہم قتل کر ڈالیں مگر راویوں نے اس جملہ کو بھی ذوالخویصرہ کیطرف منسوب کر دیا کہ خالد نے بھی اوسکے قتل کا ارادہ کیا جس سے اسطرحکا اختلاف روایت بخاری میں پیدا ہوا

دوسری دلیل اسکی یہ ہے کہ بخاری نے اصل روایت سے عمر کا نام نکال دیا حالانکہ صحیح مسلم میں بتصریح مذکور ہے کہ عمر نے تقسیم کہا تھا کہ یہ تقسیم صحیح نہیں ہے اصل روایت بخاری کی اسطرح ہے فقال رجل من اصحابہ جسکی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں لم اقف علی اسمہ صفحہ ۶۴ پارہ ۱۴۷۱

کہ ہمکو اوس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا تو اب دوسرا کون ہے جو شبہ لگا سکے مگر صحیح مسلم سے معلوم ہوا کہ وہ معترض غالباً یہی عمر تھے ورنہ اسکی کوئی وجہ نہ تھی کہ اسقدر نام چھپایا جائے۔

یہ جو ہے کہ عمر نے کیوں اسکی اجازت چاہی کہ اجازت دیجئے تو ہم ذوالخویصرہ کو قتل کر ڈالیں تو اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جب یہ کلمہ اوسکا ایسا تھا جو سراسر اصول اسلام کے خلاف تھا لہذا ضرورت تھی کہ وہ اپنی حمیت دکھائیں کیونکہ جب خود انکے قول پر حسب تحقیق سابق اسقدر دار و گیر ہو چکی تھی تو پھر انکے سکوت کا اسوقت میں موقع نہ تھا کیونکہ ابتلا انسے ہو چکی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ضرور تھا کہ عمر صاحب ایسا خوشامدانہ کلام کریں ورنہ کون نہیں جانتا کہ عمر صاحب نے موقع جنگ میں بھی کسی کافر کو اسوجہ سے قتل نہ کیا کہ اوسکی قوم و قبیلہ میں مادہ جوش انتقام نہ پیدا ہو غالباً اسی وجہ سے بخاری کی دو روایتوں میں خالد ہی کا نام ہے اور عمر کا صرف ایک ہی روایت میں ہے۔

اشکال علماء اہلسنت یہاں علماء اہلسنت کو بہت کچھ مشکلیں پیدا ہوئیں چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں وقد استشکل قوله لئن ادرکتهم لاقتلنهم مع انه نهى خالدا عن قتل اصلهم واجيب بانه اراد ادراک خروجهم واعتراضهم المسلمين بالسيف ولم يكن ظهر في زمانه اول ما ظهر في زمان علي كما هو مشهور وقد سبقت الاشارة الى ذلك في علامات النبوة وقد استدل به على بكفر الخوارج وهي مسئلة شهيرة في الاصول ص ۴۵ ج ۱۷

یعنی اس میں اشکال کیا گیا ہے کہ حضرت نے فرمایا اگر ہم ادنکو پاتے تو مثل قوم ثمود قتل کرتے کیونکہ پھر خالد کو قتل سے کیوں روکا حالانکہ اونے اصل کس کے قتل کا ارادہ کیا تھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مقصود حضرت کا یہ ہے کہ ان لوگوں کے زمانۂ خروج کو پاتے جبکہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونگے اور ابھی وہ اسطرح نہیں ظاہر ہوئے تھے بلکہ جناب امیر کے زمانہ میں انکا ظہور ہوا اور اس سے استدلال کیا گیا ہے اسپر کہ خوارج کافر تھے مگر افسوس یہی خوارج استاد ہیں بخاری کے جنکے روایتوں سے ساری کتاب بھری ہے۔

اب اس سے بھی بڑھکر لطیفہ سنیئے قال المازری يحتمل ان يكون النبي صلعم انما لم يقتلهم من ان يطعن في النبوة وانما نسبته الى ترک العدل في القسمة وليس ذلک كميلة

والانبیاء معصومون من الکبایر بالاجماع واختلف فی جواز وقوع الصغائر او لعلہ لم یقل
هذا الرجل لانہ لم یثبت ذلک عنہ بل نقلہ واحد وخبر الواحد لایراق بہ الدم انتہی
وابطلہ عیاض بقولہ فی الحدیث اعدل یا محمد مخاطبہ فی الملاء بذلک فاستاذن فی
قتلہ فالصواب ما تقدم ص ۶۵

یعنی مازری کہتے ہیں ممکن ہے حضرت نے یہ سمجھا ہو کہ وہ آپکی نبوت میں قدح کرنیوالا ہے کیونکہ اوسنے تو صرف یہی کہا تھا کہ عدل کیجیے یعنی آپ تقسیم میں عدل نہیں کرتے اور یہ کوئی کبیرہ نہیں ہے (شاید ہے یہ اشارہ عمر کیطرف جنھوں نے تقسیم بالسویہ کی قاعدہ کو توڑدیا) اور انبیا اگر معصوم ہیں تو کبائر سے (صغائر کے بارے میں اختلاف ہے لہذا یہ صغیرہ ہوگا جسپر قتل لازم نہیں) اور ممکن ہے کہ حضرت نے اسوجہ سے عقاب نکیا ہو کہ اوسکا قول حضرت کے سامنے ثابت نہیں ہوا کیونکہ ممکن ہے کسی دوسرے نے حضرت سے بیان کیا ہو۔ اور خبر واحد سے کوئی مستحق قتل نہیں ہوتا۔ اس پر قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس شخص نے تو حضرت سے سبکے سامنے کہا تھا اعدل یا محمد یہانتک کہ لوگوں نے حضرت سے قتل کی اجازت طلب کی لہذا اسمیں خبر واحد کو کیا دخل)

اس عبارت سے آپکو معلوم ہوگا کہ جب خود ذوالخویصرہ کے کلام میں اسقدر تاویلیں کیگئیں حالانکہ سب اوسکو منافق اور راس الخوارج مانتے ہیں تو عمر کے بارے میں کسقدر غل مچایا اسی لیے بخاری نے اصل روایت ہی کو اڑادیا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری مگر امام مسلم نے ایک نہ سنا اور درج صحیح کرہی دیا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں اسکی تصریح ہے کہ حضرت نے فرمایا اسکی نسل یا اصحاب سے ایسے ایسے مفسد پیدا ہونگے ظاہر تو انکا ایسا ہوگا کہ اون کی نماز روزہ کے سامنے اصحاب شرمائینگے مگر باطن ایسا ہوگا کہ بالکل اسلام سے خارج ہونگے جس سے پہلے تو وہ مسئلہ المحدث باطل ہوتا ہے کہ حضرت کو علم مغیبات نہیں حاصل تھا حالانکہ دوسرے روایتوں میں اون کی آئندہ حالات کی تفصیل ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت نے وجہ عدم قتل فرمایا کہ اسکے اعقاب یا اصحاب سے ایسے لوگ پیدا ہونگے تو اب وہ سب اعتراضات بھی دفع ہوگئے جو اس بارے میں کیے جاتے ہیں جب حضرت

maablib.org

جانتے تھے کہ عمر وغیرہ منافق ہیں تو پھر کیوں انکو ساتھ رکھا کیونکہ یہاں تو حضرت نے اسکی تصریح بھی کردی کہ اس سے ایسے لوگ پیدا ہونگے اور اگر ہم پائیں تو مثل قوم ثمود قتل کریں مگر پھر بھی نہ قتل کیا کیونکہ جو تقدیر ایزدی جاری ہو چکی تھی اوسکے خلاف آپ نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ ہزاروں واقعات ایسے ہیں جسکی خبر آنحضرت نے دی ہے مگر اوسکا کچھ اسباب نہ رچا چنانچہ حالات حکم میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا اس شخص کی نسل سے میری امت کی خرابی ہوگی صفحہ ۱۶۲ اسد الغابہ جلد ۳

آپ نے تو روایات متواترہ میں اسکو سنا ہوگا کہ جناب امیر نے عبد الرحمن بن ملجم مرادی کو دیکھکر فرمایا یہ شخص میرا قاتل ہے مگر اوس سے قصاص نہ لیا جناب سیدہ نے خود عمر سے فرمایا اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناکردہ گناہ لوگ (جو تیری نسل سے ہونیوالے ہیں) ناحق قتل ہونگے تو ہم ضرور بددعا کرتے اور وہ دعا ضرور قبول ہوتی۔

غرض علامہ شہرستانی نے جو یہاں ذو الخویصرہ کا بالخصوص ذکر کیا تو اس سے اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ہی صحابہ مصدر احداث فی الدین ہو سکتے ہیں جو اوس زمانہ میں قابل خیال تھے اور اونھوں نے نیا فرقہ پیدا کیا

تو اب عمر صاحب کا وہ بھی معاف ہو گیا جو اعتراض میں حبان ہمیشہ ذو الخویصرہ وہاں ایجاد فرقہ میں بھی تھے کیونکہ اہلسنت کا جو کچھ وجود ہوا وہ انھیں کے بدولت ورنہ اسلام کی سطح ہموار تھی اور کسی طرحکا اوس میں اختلاف تھا نہ افتراق

ہاں چونکہ شہرستانی نے لکھا تھا کہ اس امت میں جو شبہہ پیدا ہوئے وہ منافقوں کی بدولت اور مثال میں ذو الخویصرہ کو لکھا لہذا اور دو چار منافقوں کا تذکرہ ضروری ہے کیونکہ سارا فساد انھیں کی بدولت ہوا صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۱۲۴ جلد ۳ باب غزوۃ الطائف

حدثنا موسیٰ بن اسمعیل حدثنا وهيب حدثنا عمرو بن یحییٰ عن عباد بن تمیم عن عبد اللہ بن زید بن عاصم قال لما افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین قسم فی الناس فی المولفۃ قلوبهم

یعنی حضرت نے جنگ حنین کے بعد جو مال فی کو تقسیم کیا تو آپ نے مولفۃ القلوب کو مال دیا اور انصار کو نہ دیا۔ تو انصار کو غصہ آیا کہ لوگوں کو ملا ہمکو ملا۔ حضرت نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ

ولم يعط الانصار شيئا فكانهم وجدوا اذ
لم يصبهم ما اصاب الناس فخطبهم فقال يا
معشر الانصار الم اجدكم ضلالا فهداكم الله
بي وكنتم متفرقين فالفكم الله بي وعالة
فاغناكم الله بي كلما قال شيئا قالوا الله ورسوله
امن قال ما يمنعكم ان تجيبوا رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال كلما قال شيئا قالوا
الله ورسوله امن قال لو شئتم قلتم جئتنا
كذا وكذا اترضون ان يذهب الناس
بالشاة والبعير وتذهبون بالنبي صلى الله
عليه وسلم الى رحالكم لولا الهجرة لكنت امرا من
الانصار ولو سلك الناس واديا وشعبا
لسلكت وادي الانصار وشعبها الانصار
شعار والناس دثار انكم ستلقون بعدي
اثرة فاصبروا حتى تلقوني على الحوض
حدثني عبد الله بن محمد حدثنا هشام
اخبرنا معمر عن الزهري اخبرني انس
بن مالك رضي الله عنه قال ناس من الانصار
حين افاء الله على رسوله صلى الله عليه
وسلم ما افاء من اموال هوازن فطفق
النبي صلى الله عليه وسلم يعطي رجالا
المائة من الابل فقالوا يغفر الله لرسول
الله صلى الله عليه وسلم يعطي قريشا ويتركنا

اے انصار کیا تم گمراہ نہ تھے کہ ہمنے ہدایت
کی اور تم متفرق تھے ہمارے بدولت تم میں
اتفاق پیدا ہوا تم فقیر تھے خدا نے ہمارے بدولت تمکو
مالدار کیا۔ انصار شکر کرتے ہیں بیشک خدا و
رسول کا شکر ہے حضرت نے فرمایا تم بھی اس
اس طرح کیوں جواب نہیں دیتے کیا تم اسپر راضی
نہیں ہو کہ سب لوگ تو بھیڑ بکری لیکر جائیں
اور تم رسول اللہ کو لیکر اپنے گھر جاؤ
اگر یہ نہوتا کہ ہم ہجرت کر کے آئے تھے تو
ضرور ہم بھی انصار سے ہوتے اگر تمام دنیا کے
لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک
وادی میں تو ہم ضرور انصار کیساتھ ہوں گے
انصار ہمارے شعار و دثار (اوڑھنا بچھونا ہیں)
خیال رکھو کہ ہمارے بعد تمکو بہت کچھ تکلیفیں
پہونچینگی تو صبر کرو یہانتک کہ حوض پر ہمسے
ملاقات کرو۔
(۲) انس بن مالک راوی ہیں کہ حضرت کو جو
مال غنیمت ہوازن میں ملا حضرت نے
اوس سے سو سو اونٹ قریش کو دیا جسپر
اصحاب نے کہا خدا رسول اللہ کو بخشے کہ
آپ قریش کو دیتے ہیں اور ہمکو نہیں دیتے حالانکہ
ہمارے تلوار سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے
انس کہتے ہیں کہ یہ خبر حضرت کو ملی تو

سیوفنا تقطر من دمائهم قال انس فحدث — تو آپ نے ایک خیمہ میں صرف انصار کو بلایا اور

رسول الله صلی الله علیه وسلم بمقالتهم — دوسروں کو نہیں بلایا اور اسکے بعد حضرت نے خطبہ

فارسل الی الانصار فجمعهم فی قبة من ادم — دیا اور فرمایا یہ کیسی باتیں ہم تملوگونکی سنتے

ولم یدع معهم غیرهم فلما اجتمعوا قام النبی — ہیں بزرگان و سرداران انصار نے جواب دیا کہ

صلی الله علیه وسلم فقال ما حدیث بلغنی — ہملوگوں نے تو کچھ نہیں کہا مگر ان کو اور سفیہوں

عنکم فقال فقهاء الانصار اما رؤساؤنا یا — نے البتہ کہا کہ حضرت قریش کو دیتے ہیں اور

رسول الله فلم یقولوا شیئا واما اناس منا — ہمکو نہیں دیتے حالانکہ ہمارے تلواروں سے اون کی

حدیثة اسنانهم فقالوا یغفر الله لرسول الله — خون ٹپک رہا ہے حضرت نے فرمایا ہم

صلی الله علیه وسلم یعطی قریشا ویترکنا وسیوفنا — اونلوگونکو دیتے ہیں جو تازہ مسلمان ہیں کہ انکی

تقطر من دمائهم فقال النبی صلی الله علیه — تالیف قلب کریں کیا تم اس پر نہیں راضی

وسلم فانی اعطی رجالا حدیثی عهد بکفر اتألفهم — ہو کہ سب لوگ تو مال دنیا لیکر جائیں اور ہملوگ

اما ترضون ان یذهب الناس بالاموال — رسول اللہ کو اپنے گھر لیکر جاؤ حالانکہ جو

وتذهبون بالنبی صلی الله علیه وسلم الی — کچھ تم لیجاؤگے بہتر ہے اوس سے جو وہ

رحالکم فوالله لما تنقلبون به خیر مما ینقلبون — لیجاتے ہیں سبنے عرض کیا یا حضرت ہم راضی ہوئے

به قالوا یا رسول الله قد رضینا فقال لهم النبی — اوسکے بعد آپنے فرمایا ہمارے بعد تملوگونکو سخت تکلیفیں

صلی الله علیه وسلم ستجدون اثرة شدیدة — پہونچینگی تم اوس پر صبر کرنا یہانتک کہ خدا اور رسول

فاصبروا حتی تلقوا الله ورسوله صلی الله — سے ملاقات کرو حوض پر انس کہتے ہیں مگر

علیه وسلم فانی علی الحوض قال انس فلم یصبروا — اونھوں نے صبر نہیں کیا۔

حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا شعبة — (۳) انس سے ہے کہ بعد فتح مکہ جب حضرت نے

عن ابی التیاح عن انس قال لما کان یوم — غنیمت کو درمیان قریش تقسیم کیا تو انصار

فتح مکة قسم رسول الله صلی الله علیه وسلم — غضبناک ہوئے تو حضرت نے فرمایا کیا تم اس پر

غنائم بین قریش فغضبت الانصار قال — راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو اپنے ساتھ دنیا

النبی صلی الله علیه وسلم اما ترضون ان — لیجائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ کو بھی

يذهب الناس بالدنيا وتذهبون برسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا بلى قال لو سلك الناس واديا او شعبا لسلكت وادي الانصار او شعبهم

اگر سب لوگ ایک وادی میں جائیں تو ہم اوس وادی میں جائیں جو وادی انصار ہے یا اوسکا شعب۔

حدثنا علي بن عبد الله حدثنا ازهر عن ابن عون انبأنا هشام بن زيد بن انس عن انس رضي الله عنهما قال لما كان يوم حنين التقى هوازن ومع النبي صلى الله عليه وسلم عشرة الاف والطلقاء فادبروا قال يا معشر الانصار قالوا لبيك يا رسول الله وسعديك لبيك نحن بين يديك فنزل النبي صلى الله عليه وسلم فقال انا عبد الله ورسوله فانهزم المشركون فاعطى الطلقاء والمهاجرين ولم يعط الانصار شيئا فقالوا فدعاهم فادخلهم في قبة فقال اما ترضون ان يذهب الناس بالشاة والبعير وتذهبون برسول الله صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو سلك الناس واديا وسلكت الانصار شعبا لاخترت شعب الانصار

(۴) انس سے روایت ہے کہ بروز جنگ حنین جب قبیلہ ہوازن سے ملاقات ہوئی تو حضرت کے ساتھ دس ہزار فوج تھی مگر سب نے فرار کیا حضرت نے انصار کو آواز دی سب نے کہا لبیک وسعدیک ہم حاضر ہیں حضرت سواری سے اوتر پڑے اور فرمایا۔ میں بندہ خدا ہوں اور اوسکا رسول پس ہزیمت پائی مشرکین نے اور حضرت نے مکہ والوں اور مہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا پھر اونکو ایک قبہ میں جمع کیا اور فرمایا کیا تم اسپر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو اونٹ بکریاں لیجائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے گھر لیجاؤ سبنے کہا ہاں اوسکے بعد فرمایا اگر سب ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک وادی میں تو ہم وادی انصار کو اختیار کریں۔

حدثني محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن انس بن مالك رضي الله عنه قال جمع النبي صلى الله عليه وسلم ناسا من الانصار فقال ان

(۵) انس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا قریش تازہ عہد میں بجاہلیۃ اور مصیبت اسلیے ہمنے چاہا کہ اونکے مصیبت کا جبر کریں اور اون کی تالیف کریں کیا تم اسپر نہیں راضی ہو کہ وہ لوگ مال

قریبا حدیث عهد بجاهلیة ومصیبة
وانی اردت ان اجبرهم واتألفهم اما
ترضون ان یرجع الناس بالدنیا وترجعون
برسول الله صلی الله علیه وسلم الی بیوتکم
قالوا بلی قال لو سلک الناس وادیا و
سلکت الانصار شعبا لسلکت وادی الانصار
او شعب الانصار
حدثنا قبیصة حدثنا سفیان عن الاعمش
عن ابی وائل عن عبد الله قال لما قسم
النبی صلی الله علیه وسلم قسمة حنین قال
رجل من الانصار ما اراد بها وجه الله
فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرته
فتغیر وجهه ثم قال رحمة الله علی موسی
لقد اوذی باکثر من هذا فصبر۔
حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جریر
عن منصور عن ابی وائل عن عبد الله
رضی الله عنه قال لما کان یوم حنین آثر
النبی صلی الله علیه وسلم ناسا اعطی
الاقرع مائة من الابل واعطی عیینة
مثل ذلک واعطی ناسا فقال رجل ما ارید
بهذه القسمة وجه الله فقلت لاخبرن
النبی صلی الله علیه وسلم قال رحم الله موسی
قد اوذی باکثر من هذا فصبر

جائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ
کو لے جاؤ ہم انصار کے ساتھ
ہیں جہاں جائیں۔
(۶) عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب
حضرت نے مال حنین کو تقسیم کیا تو
ایک شخص نے انصار سے کہا
اس تقسیم میں وجہ اللہ کا نہیں
خیال کیا گیا راوی کہتا ہے کہ میں
نے حضرت کو خبر دیا تو حضرت کا
چہرہ متغیر ہوا اور فرمایا خدا کی رحمت
ہو موسی پر کہ اس سے زیادہ
اونکو ایذا دی گئی اور اونھوں
نے صبر کیا۔
(۷) عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت
نے بروز حنین اقرع صحابی کو سو اونٹ
دیا اور عیینہ کو بھی سو اونٹ دیا اور
دو گونکو بھی اسی طرح تو ایک شخص نے کہا
اس تقسیم میں رضائے خدا اور اوس کے
محبت کا نہیں خیال کیا راوی نے اگر
حضرت سے کہا تو آپنے فرمایا خدا رحم کرے
موسی پر کہ وہ اس سے زیادہ
ایذا دیے گئے اور باوجود اس
کے انھوں نے صبر کیا۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن معاذ
حدثنا ابن عون عن هشام بن زيد
بن انس بن مالك عن انس بن مالك
رضي الله عنه قال لما كان يوم حنين
اقبلت هوازن وغطفان وغيرهم بنعمهم
وذراريهم ومع النبي صلى الله عليه وسلم
عشرة الاف ومن الطلقاء فادبروا
عنه حتى بقي وحده فنادى يومئذ نداء
من لم يخلط بينهما التفت عن يمينه فقال
يا معشر الانصار قالوا لبيك يا رسول الله
ابشر نحن معك ثم التفت عن يساره
فقال يا معشر الانصار قالوا لبيك يا
رسول الله ابشر نحن معك وهو على بغلة
بيضاء فنزل فقال انا عبد الله ورسوله
فانهزم المشركون فاصاب يومئذ
غنائم كثيرة فقسم في المهاجرين والطلقاء
ولم يعط الانصار شيئا فقالت الانصار
اذا كانت شدة فنحن ندعى ويعطى
الغنيمة غيرنا فبلغه ذلك فجمعهم
في قبة فقال يا معشر الانصار ما حديث
بلغني عنكم فسكتوا فقال يا معشر الانصار
الا ترضون ان يذهب الناس
بالدنيا وتذهبون برسول الله صلى الله

(۵) انس بن مالک سے روایت ہے
کہ بروز جنگ حنین حضرت کیساتھ
طلقا کے علاوہ دس ہزار فوج تھی
جب قبیلہ ہوازن وغطفان سے ملاقات
ہوئی تو حضرت کی فوج نے فرار کیا اور آپ
تنہا رہ گئے۔ تو حضرت نے داہنے
طرف مڑ کر فرمایا یا معشر الانصار
سب نے کہا ہم حاضر ہیں پھر بائیں
طرف مڑ کر فرمایا یا معشر الانصار
سب نے کہا ہم حاضر ہیں اور اس
روز مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور سب
اپنے مہاجرین اور طلقا کو تقسیم کیا
اور انصار کو کچھ نہ دیا اس پر انصار نے کہا
جب سختی ہوتی ہے تو ہم بلائے جاتے ہیں
اور غنیمت غیروں کو دیجاتی ہے حضرت
کو جب یہ خبر ہو گئی تو آپ نے
سب کو جمع کر کے فرمایا یہ کیسی
خبر ہو گئی ہے تو سب چپ
ہو گئے تو آپ نے فرمایا کیا
تم اس پر راضی نہیں ہو کہ
وہ لوگ تو مال دنیا لیجائیں
اور تم رسول کو اپنے ساتھ
لے جاؤ اگر سب لوگ ایک وادی

علیہ وسلم تحوزونہ الی بیوتکم قالوا بلی
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو سلک
الناس وادیا وسلکت الانصار
شعبا لاخذت شعب الانصار فقال
ہشام یا ابا حمزہ وانت شاہد ذاک
قال واین اغیب عنہ ص ۹۵

میں جائیں تو میں انصار کے وادی
میں جاؤں۔

ان روایات صریحہ صحیحہ کے بعد جو سب صحیح بخاری کی حدیثیں ہیں اسمیں تو کسیکو عذر نہیں رہ سکتا کہ مثل حضرت ذوالخویصرہ و عمر بن الخطاب صدہا صحابی تھے جو رسول اللہ کے اقوال و افعال پر اعتراض کرتے اور آپ کی تقسیم کو ناجائز جانتے بات بات پر ناراض ہوتے حضرت کو ایذا دیتے پھر یہ کونسی بات ہے کہ ادن سب صحابہ کو چھوڑ کر عبداللہ بن سبا کا نام لیا جائے کہ وہ موجد مذہب شیعہ ہوا حالانکہ مذہب شیعہ تو محض تعلیم خدا و رسول قائم ہے اور مذہب اہلسنت ان صحابیوں کا ایجاد کردہ ہے جو رسول اللہ پر بات بات پر اعتراض کرتے اور حضرت کو یہ فرمانا پڑتا کہ خدا رحم کرے حضرت موسیٰ پر کہ وہ اس سے زیادہ ایذا دیئے گئے۔

اس اعتراض کرنیوالوں میں انصار کا نام زیادہ ملتا ہے مگر اونکے ساتھ پھر حضرت اونکی تعریف بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم انھیں کیساتھ رہینگے بخلاف مہاجرین و طلقا کہ انکی ایذا دہی ایسی تھی کہ حضرت نے مال دیدے کر اونکی تالیف قلب فرمائی پھر فرمائیے کسکی ایذا حضرت کو زیادہ تکلیف دہ رہی تھی اور آج بھی کتب اہلسنت کو دیکھ لیجیے کہ اسلام کی صورت کے بگاڑنیوالے زیادہ تر مہاجرین ہی ہیں اونمیں بھی سب سے زیادہ خلفائے ثلثہ مگر ہماری غرض یہاں نہ خلفا سے متعلق ہے نہ مہاجرین و انصار سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ صحابہ کے اعمال و افعال کیسے تھے جو بات بات میں حضرت کے احکام پر اعتراض کرتے اور اوسکو ناجائز سمجھتے کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ حضرت نے ہدایت امت کا کام اپنے بعد صحابہ پر چھوڑ دیا ہو اور کوئی قائم مقام اپنا نہ بنایا ہو لا واللہ لا واللہ۔

اب میں ان احادیث کی شرح کچھ فتح الباری سے دکھاتا ہوں کہ اور بھی حقیقت حال واضح ہو

ابن حجر لکھتے ہیں صفحہ ۱۵۲ جلد ۷

کہ مراد مولفۃ القلوب سے جنکو حضرت نے مال دیا وہ لوگ ہیں اول ما دخلوا فی الاسلام لیتمکن الاسلام فی قلوبھم یعنی جو ابھی تازہ مسلمان ہوئے تھے حضرت نے اسلیئے مال انکو دیا کہ اسلام انکے دل میں جگہ پائے وقد سرد ابو الفضل بن الطاھر فی المبھمات له اسماء المولفة وھم ابو سفیان بن حرب وسھیل بن عمرو حویطب بن الابھم التمیمی ومعاویه ویزید بن ابی سفیان یعنی ابو الفضل نے انلوگوں کے نام بتائے ہیں جنمیں ابو سفیان بن حرب پدر معاویہ اور معاویہ ویزید پسران ابو سفیان بھی ہیں عینی میں ہے منھم ابو سفیان وابناہ معویہ ویزید صفحہ ۳۴۳ ج ۸ یعنی ابو سفیان اور انکے بیٹے معاویہ ویزید بھی وسی میں سے ہیں والمراد بالطلقاء جمع طلیق من حصل من النبی المن علیه یوم فتح مکة من قریش والمراد بالمھاجرین من اسلم قبل فتح مکه وھاجر الی المدینة یعنی طلقا سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر حضرت نے بروز فتح مکہ احسان کیا قریش سے کہ نہ انکو غلام بنایا نہ قتل کیا اور مہاجرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبل فتح مکہ اسلام لائے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے —

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے طلقا اور مولفۃ القلوب اور مہاجرین کو ایک حکم میں داخل کیا کہ مال دیکر انکی تالیف قلب فرمائیں اور اسلام کی عظمت کو انکے دلوں میں ثابت کریں تو اب وہ لوگ جو مہاجرین کی تعریف میں شب و روز رطب اللسان ہیں وہ غور کریں کہ رسول اللہ انکو کیسا سمجھ رہے ہیں باوصفیکہ اسلام لا چکے ہیں غزوات میں شریک ہیں نماز روزہ کر رہے ہیں مگر آپ انکو ایسا طماع سمجھتے ہیں کہ مال دینے کی اس غرض سے ضرورت ہے کہ وہ اسلام پر قائم رہیں تو کیا ایسے اصحاب اس قابل ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ دین و دنیا اسلام انکے حوالہ کر جائیں —

اب اس میں اختلاف ہے کہ حضرت نے جو یہ عطایا دیئے تو آیا اصل غنیمت سے یا خمس سے علمائے اہلسنت کا دو قول ہے ابن حجر نے قول اول کو اختیار کیا ہے مگر ہمارا مطلب ہر طرح ثابت ہے کہ رسول اللہ کسیطرح مجبور نہ تھے آپ کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا تو مولوی مہدی علیخان کا خیال باطل ہوا جو فدک کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت کو اسکا اختیار نہ تھا کہ وہ اس طرح تقسیم کریں جسکا جواب کشف الظلمات حصہ ثانیہ میں قابل دید ہے

ہاں دوسری توجیہ یہ نکالی ہے وقیل انما کان نقصہم عن الغنیمۃ لان الانصار کانوا انہزموا فلم یرجعوا حتی وقعت الہزیمۃ علی الکفار فرد اللہ امر الغنیمۃ لنبیہ یعنی چونکہ انصار نے ہزیمت پائی تھی اور جب تک کفار نے ہزیمت نہ پائی لوٹ کر نہ آئے اس لیے خدا نے امر غنیمت کو رسول کے حوالہ کیا۔

مگر یہ ایسی توجیہ ہے کہ پھر مہاجرین کبھی بھی کسی جہاد میں مستحق غنیمت نہیں ہیں خصوصاً خلفاء ثلثہ جنھوں نے ہر جہاد میں ہزیمت پائی اور یہاں تو اوسکی تصریح ہے فادبروا عنہ حتی بقی وحدہ کہ سب بھاگ گئے یہاں تک کہ حضرت تنہا رہ گئے پھر یہ کیسی مہمل توجیہ ہے کہ حضرت کو اسوجہ سے اختیار ملا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر مہاجرین و طلقا سب سے زیادہ محروم ہوتے اسلیے کہ فرار میں تو وہ اول نمبر تھے۔

اصل وجہ وہی ہے جو علامہ شہرستانی نے لکھا کہ صحابہ حضرت کی بات بات پر اعتراض کرتے اور اپنی رائے کو بہ نسبت نص زیادہ معتبر خیال کرتے وہی خیال یہاں بھی اس تردد کا باعث ہو رہا ہے کہ اس طرح کی توجیہ نکال رہے ہیں اور رسول کی اختیارات کو محدود کر رہے ہیں حالانکہ رسول کو ہر وقت میں اختیار تھا۔

ابن القیم نے یہاں بہت کچھ اسکی حکمت بتائی ہے کہ اسوجہ سے مہاجرین و انصار کو اس غزوہ میں شکست ہوئی مع کثرۃ عددھم وقوتھم عن دھم لیتبین لھم ان النصر الحق انما ھو من عندہ لا بقوتھم حالانکہ عدد کی کثرت تھی اور قوت پوری تھی مگر اسوجہ سے شکست ہوئی کہ معلوم ہو جائے کہ نصرت خدا کیطرف سے ہے نہ اونکی قوت و کثرت سے۔

مگر افسوس صحابہ نے اسکو نہ سمجھا اور فیصلہ رسول کو در بارۂ خلافت نہ مانا اور اپنی کثرت و قوت پر اعتماد کر کے وصی رسول کو محروم کیا حالانکہ اگر وصی سے راضی رہتے تو منافع بھی زیادہ ملتے اور اسلام بھی سالم رہتا مگر یہ تعجب ہوتا کہ ایمان درست ہوتا بہر حال خود رائی اور خود پسندی نے جہاں حنین میں ہزیمت دکھائی اور فضل خدا نے اسلام کو باقی رکھا وہی نتیجہ ہر جگہ ملا کہ محض فضل خدا سے اسلام باقی رہا ورنہ کارروائیاں تو انھوں نے ایسی کی تھیں کہ دین اسلام اوسی وقت مٹ جاتا۔

فکانھم وجد وااذالم یصبھم ما اصاب للناس کی شرح میں لکھتے ہیں الموجد الغضب یعنی معنی اسکے یہ ہیں کہ صحابہ حضرت پر غضبناک ہو گئے غصہ ہوئے رنج ہوئے کیا یہی شان اسلام ہے یہی شان ایمان ہے کہ رسول اللہ پر رنج غصہ کیا جائے حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے ما اتیکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا جو کچھ رسول دیں اوسکو لیلو جس سے منع کریں اوس سے باز رہو جو سورۂ احزاب میں ہے وماکان لمومن ولامومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا یعنی کسی مومن و مومنہ کو اختیار نہیں ہے جبکہ خدا و رسول کوئی فیصلہ کردے اور جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے گمراہی ظاہر ہو گیا اون لوگوں نے ان آیات کو نہیں پڑھا تھا جو ایمان فروشی پر آمادہ ہوئے وہ بھی تھوڑے سے مال دنیا کے لیے تو انکی آئندہ امور پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کیونکہ غرض تو انکی جو کچھ تھی دنیا تھی اگر ملی تو خوش ہوئے نہ ملی تو کہاں انکا دین کہاں انکا ایمان۔

برادران صحابہ نے یہاں یہ بات بھی بنالی ہے کہ اصل وجہ رنج یہ تھا کہ اونکو خوف ہوا حضرت ہمکو چھوڑ کر پھر مکہ تشریف لیجائیں مگر ابن حجر اس تاویل کو رد کرتے ہیں والاصح ما فی الصحیح حیث قال اذالم یصبھم ما اصاب الناس یعنی صحیح یہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ اونکا رنج اسوجہ سے تھا کہ اونکو نہ ملا جو اور لوگوں کو ملا تھا

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت نے انصار سے فرمایا انکم ستلقون بعدی اثرۃ یعنی بعد ہمارے تمکو سختی اور شدت ہو گی والمعنی انہ یستاثر علیھم بما لھم فیہ اشتراک فی الاستحقاق یعنی جن امور میں انصار کو استحقاق میں شرکت ہے اوس میں وہ لوگ محروم کیے جائینگے ویفضل نفسہ علیکم فی الفئی اپنے نفس کو تمپر فضیلت دیگی مال غنیمت میں۔

تو کیا اس سے خلفاء ثلثہ کا ظلم نہیں ثابت ہوا کہ انصار کو محروم کیے خود زیادہ مال لیا فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض ای اصبروا واحتی تموتوا یعنی مرتے دم تک صبر کرو وفیہ علم من اعلام النبوۃ لقولہ ستلقون بعدی اثرۃ فکان کما قال یعنی اس میں ایک نشان ہے اعلام نبوۃ سے کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ انصار کو سختی اور شدت ہو گئی

ناظرین کتب احادیث دیکو معلوم ہوگا کہ اسکی ابتدا کب سے ہوئی کہ انصار نے سقیفہ میں سعد بن عبادہ کو

تحف کیا عمر نے ابوبکر نے جا کر اونکو قتل کا حکم دیا اقتلوا سعدا یہانتک کہ سعد نے مقام یثرب
چھوڑا اور وادی عرب میں جا کر رہے وہاں ہوا خواہ خلیفہ دوم نے ایک تیر مار کر شہید کیا اگر
اجماع سے خلافت کا انتخاب ہوتا ہے تو پھر سعد بن عبادہ والا اجماع کیوں باطل کیا گیا اور
اجماع ابوبکر کیونکر حق ہو گیا۔

بہر حال خیال اختصار مانع ہے کہ ہم پورے احادیث کی شرح کریں مگر یہ تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ
صرف مال دنیا کیلیے حضرت پر کیسا اتہام لگا دیا گیا ایک کہتا ہے یغفر اللہ لرسول اللہ
یعطی قریشا ویترکنا کہ خدا رسول کو بخشے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمکو چھوڑ دیتے ہیں فغضب الانصار
انصار حضرت پر غضبناک ہو گئے ایک صحابی کہتے ہیں ما ارید بہا وجہ اللہ خدا کی خوشی کیواسطے
یہ تقسیم نہیں ہوتی جسپر حضرت فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علی موسیٰ قد اوذی باکثر من ھذا
خدا کی رحمت ہو حضرت موسیٰ پر کہ وہ اس سے زیادہ ایذا دیئے گئے اب اس سے بڑھکر ایذا دہی صحابہ
کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت نے صحابہ کی ایذا دہی کو صریح لفظوں میں فرمایا حالانکہ قرآن مجید
میں ہے والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم سورۂ برائت پ ۱۰ ع ۱۴ جو لوگ ایذا
دیتے ہیں رسول اللہ کو اونکے لیے عذاب الیم ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا
مہینا احزاب پ ۲۲ ع ۴۔

جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اوسکے رسول کو اونپر لعنت ہے خدا کی دنیا و آخرت میں
اور اونکے لیے عذاب مہین مہیا کیا گیا ہے۔

اب ہم چند آیتیں قرآن مجید کی ایسی دکھاتے ہیں جس سے ان صحابہ کی دنیا داری واضح طور پر
نمایاں ہو (۱) فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا فمن الناس
من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وما لہ فی الآخرۃ من خلاق ومنہم من یقول
ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پ ۲ ع ۱۰
جب ارکان حج بجا لاؤ تو خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو یا اس سے زیادہ
اور بعض آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں خداوندا دنیا میں ہمیں دیدے جو کچھ دینا ہے ایسے لوگوں کو

آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں خداوندا دنیا میں بھی نعمت عطا کر اور آخرت میں بھی نعمت دے اور عذاب جہنم سے بچا

(۲) ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم ولبئس المھاد و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔

بعض آدمیوں سے وہ ہیں جنکی باتیں زندگی دنیا میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے دلی بات پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ بہت بڑا جھگڑالو ہے اور جب حاکم ہوتا ہے تو سعی کرتا ہے کہ زمین میں فساد کرے اور کھیتی اور نسل کو خراب کرے اور خدا نہیں دوست رکھتا فساد کو اور بعض آدمیوں وہ ہیں جو خدا کی خوشنودی کیلئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے۔

ان دونوں آیتوں کا تقابل خود بتا رہا ہے کہ صحابہ رسول میں دونوں قسم کے لوگ تھے دنیادار بھی اعلیٰ درجہ کے اور دیندار بھی اعلیٰ درجہ کے۔

(۳) ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ آل عمران پ۴

اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا جبکہ تم ان کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تمکو دکھا دیا اسکے بعد تمنے ہمت ہار دی اور حکم رسول میں جھگڑا کرنے لگے اور اسکی نافرمانی کی بعض تم میں دنیا کے خواستگار ہیں اور بعض آخرت کے طلبگار

اب اس سے بڑھکر صحابہ کا نقشہ کن لفظوں میں کھینچ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں یہ صحابہ دیکھ رہے ہیں کافروں کو قتل کر رہے ہیں اسپر بھی حکم رسول کی نافرمانی کرتے ہیں ہمت ہارتے ہیں باہم خود ملکر تنازع کرتے ہیں جسکا نتیجہ خداوند عالم بتاتا ہے کہ بعض تم میں دنیا دار ہیں بعض آخرت کے طلبگار اسپر بھی تمام صحابہ کو ممدوح ومقدس سمجھنا کیسی بے ایمانی ہے۔

(۴) ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم

عظیم برارت نائ ع ۵

نبی کو مناسب نہیں ہے کہ اوسکے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک زمین میں خوب خونریزی نہ ہو جائے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت کو چاہتا ہے اور خدا عزیز و حکیم ہے اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اوسپر بڑا عذاب نازل ہوتا۔

(۵) یا ایہا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ۱۲ پ

اے مومنین کیا ہو گیا ہے تمکو جب کہا جاتا ہے خدا کی راہ میں جہاد کیلیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین پر بیٹھی جاتی ہو کیا تم اسپر راضی ہو کہ آخرت کے عوض دنیا پر خوش ہو حالانکہ دنیا کی زندگی کے فائدے آخرت کی مقابلہ میں بہت کم ہیں۔

غرض ایسے صدہا آیات ہیں جنمیں خداوند عالم نے ان صحابہ کی مذمت کی ہے جو حضرت کے احکام سے سرتابی کرتے اور دنیا دنی کیلیے آپکو دق اور پریشان کرتے جسکو آپنے صدہا احادیث میں بیان فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۱۰۷۷ ج ۴

عن ابی ہریرۃ عن النبی قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ یعنی رسول اللہ نے فرمایا قریب ہے کہ تملوگ حرص کرو امارت پر اور قریب ہے کہ وہ ہوگا ندامت تمکو بروز قیامت بہتر ہے مرضعہ دنیا میں اور بری ہے جس کا دودھ قطع ہو جائے۔

حرص دنیا کی کوئی نظیر اس سے بڑھکر نہیں ملسکتی کہ دنیلوار دنے رسول اللہ کا جنازہ بغیر غسل و کفن چھوڑکر سقیفہ کی راہ لی اور کیا جو کچھ کیا۔

یہاں ایک روایت یاد پڑی جو کنز العمال میں ہے صفحہ ۱۳۵ ج ۳ عن طارق بن شہاب عن رافع بن ابی رافع قال لما استخلف الناس ابابکر قلت صاحبی الذی امرنی ان لا تامر علی رجلین فارتحلت فانتہیت الی المدینۃ فتعرضت لابی بکر فقلت لہ یا ابابکر اتعرفنی قال نعم قلت اتذکر شیئا قلتہ لی ان لا تامر علی رجلین وقد ولیت امر الامۃ فقال ان رسول اللہ قبض والناس حدیث بکفر فخفت علیہم ان یرتدوا وان یختلفوا فدخلت فیہا وانا کارہ